

# سرکشی و ضلع بکینور

تصنیف

سید احمد خاں صدر امین بکینور

مرتبہ

شرافت حسین مرزا

مکتبہ تصنیفین اودو بازار جامع مسجد ملی  
نڈوہ ایمن اودو بازار جامع مسجد ملی

<https://libnyousaf.weebly.com/>

Jul 28, 2019



Scanned with

© AHMAD UMAR MIANA

# سکسٹری ضلع بجنور

تصنیف

سید احمد خاں صدرا مین بجنور

مہارت

شرافت حسین مرزا

شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

ندوۃ المصنفین، دہلی

<https://libnyousaf.weebly.com/>

Jul 28, 2019



**Miana Library**

<https://libnyousaf.weebly.com/>

Jul 28, 2019

**AHMAD UMAR MIANA**

# انتساب

عالی جناب فضیلت مآب اکسڑا کر حسین خاں ظیلہ العالی

کے نام

جن کی ذات گرامی آزادی وطن اور اتحاد قومی

کی جد جہد کا

ایک

منظر جمیل

ہے

فلک یک مطلع خورشید دار و باہمہ شوکت

ہزاراں مطلعہا دار و گریبانے کہ من دارم

(سر سید)

<https://ibnuyousaf.weebly.com/>

Jul 28, 2019

## فہرست (مضامین)

۱۷	۱۔ پیش لفظ
۲۱	۲۔ مقدمہ
	متن سرکشی ضلع بجنور
۹۱	۱۔ دیباچہ
۹۲	۲۔ فہرست حکام متہد اور معزز اہلکاران ہندوستان
	۱۔ حکام متہد ۲۔ انگریزی نویسان غیر متہد ۳۔ شفا خانہ
۹۳	۴۔ ہندوستانی حکام غیر متہد ۵۔ تحصیل داران ۶۔ پیشکاران
۹۴	۷۔ عملہ خزانہ ۸۔ عملہ کلکٹری ۹۔ عملہ فوجداری
۹۵	۱۰۔ تھانہ داران ۱۱۔ جمعہ داران نمبر اول
۹۶	۱۲۔ جیل خانہ ۱۳۔ سررشتہ تعلیم
۹۶	۳۔ سلامت رہنما حکام وغیرہ کا
۹۶	۴۔ حالات و واقعات
۹۸	۵۔ کیفیت پھیلنے غدر کی بجنور میں
۹۹	۶۔ گزشتہوں کے خباہت کا بیان
۹۹	۷۔ انتظام ضلع کی تدبیریں
۱۰۲	۸۔ ۲۹ پٹن کی کمپنی کا سہارن پور سے بجنور میں آنا۔
۱۰۳	۹۔ مراد آباد کے جیل خانہ کا ٹوٹنا اور اس کے سبب ضلع میں زیادہ تر بد نظمی کا ہونا
۱۰۳	۱۰۔ سفر مینا کی باغی کمپنیوں کا نجیب آباد میں آنا
۱۰۵	۱۱۔ محمود خاں اور احمد اللہ خاں کا صوبہ داروں سے مصلحت کرنا
۱۰۷	۱۲۔ سفر مینا کی کمپنیوں کا گینگ میں آنا اور تحصیل کا لٹنا
۱۰۸	۱۳۔ تفصیل روپیہ اور مال سرکاری جینگ میں لٹا

- ۱۰۹ - ۱۴۔ بجور کا جیل خانہ ٹوٹنا
- ۱۱۰ - ۱۵۔ برم پور کا ٹٹنا
- ۱۱۲ - ۱۶۔ نامحود خاں کا بجور میں آنا
- ۱۱۳ - ۱۷۔ سفر مینا کے تلنگوں کا دھام پور کو جانا
- ۱۱۴ - ۱۸۔ خاص بجور کے انتظام کی اور ضلع کے انتظام کی زیادہ تدبیریں
- ۱۱۵ - ۱۹۔ چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پرتاپ سنگھ کا بجور میں آنا
- ۱۱۶ - ۲۰۔ چودھریوں کی کمک اور توپوں کے نہ ہاتھ لگنے کا ذکر
- ۱۱۷ - ۲۱۔ چند نامی دیہات لٹنے کا ذکر
- ۱۱۷ - ۲۲۔ انتظام ضلع کو سپرنٹنڈنٹوں کا مقرر ہونا
- ۱۱۹ - ۲۳۔ چاند پور میں ڈاکہ پڑنے کا ذکر
- ۱۱۹ - ۲۴۔ ملازمین جدید رکھنے سے کچھ فائدہ نہ تھا
- ۱۲۰ - ۲۵۔ چند سواروں کا بریلی سے اور تلنگوں کا مراد آباد سے آنا
- ۱۲۰ - ۲۶۔ جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا منڈا اور کو جانا
- ۱۲۱ - ۲۷۔ احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں کا بدیتی سے کام کرنا
- ۱۲۲ - ۲۸۔ نامحود خاں کا دوسری دفعہ بلا طلب بجور میں آنا
- ۱۲۳ - ۲۹۔ جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا منڈا اور میں مقصدوں کو تنبیہ کرنا
- ۱۲۴ - ۳۰۔ پچاس ہزار روپیہ کا بجور سے میرٹھ کو جانا
- ۱۲۵ - ۳۱۔ بریلی کا بگڑنا اور مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا بجور میں واپس آنا
- ۱۲۵ - ۳۲۔ بریلی بگڑنے کے بعد بجور کا کیا حال تھا
- ۱۲۶ - ۳۳۔ نامحود خاں کا تیسری دفعہ بارادہ فساد بجور میں آنا
- ۱۲۷ - ۳۴۔ نامحود خاں کے اس ارادے کا ذکر کہ رات کو فساد کرے
- ۱۳۰ - ۳۵۔ رات کے وقت سید احمد خاں کا نامحود خاں کی فہمائش کو جانا
- ۱۳۲ - ۳۶۔ نامحود خاں کی بدیتی معلوم ہونے کے بعد انتظام ضلع اور تشریف بری حکام ضلع میں مشغول ہونا



- ۱۳۳۔ چودھریوں کا انتظام ضلع سے انکار کرنا
- ۱۳۵۔ ۳۸۔ تحریر ہونا خط سپردگی ضلع کا بنام نامہ محمود خاں
- ۱۳۵۔ ۳۹۔ تفصیل روپیہ اور مال سرکاری کی جو خزانہ میں اس وقت موجود تھا
- ۱۳۶۔ ۴۰۔ روانہ ہونا حکام کا بجور سے
- ۱۳۷۔ ۴۱۔ نامہ محمود خاں کے خاندان کا پچھلا حال
- ۱۳۹۔ ۴۲۔ یعنی ۱۲۴۷ ہجری مطابق ۱۸۳۱ء
- ۱۴۰۔ ۴۳۔ ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین اور میر تراب علی تحسین دار کا بجور میں آنا اور نامہ محمود خاں کے ملنا
- ۴۴۔ عظمت اللہ خاں کا نائب اور احمد اللہ خاں کا ڈپٹی کلکٹر اور کلن خاں کا سپہ سالار اور جیب اللہ خاں کا بخشی مقرر ہونا
- ۱۴۱۔ ۴۵۔ صدر امین اور تحصیل دار نے اپنی کاروائی کی کیا تدبیر کی
- ۴۶۔ مراد آباد سے بجور میں فوج باغی کے آنے کی خبر کا مشہور ہونا اور نامہ محمود خاں کا اُن سے سازش کی تدبیر کرنا۔
- ۱۴۲۔ ۴۷۔ مولوی تاجدار علی تحصیل دار نگینہ کا موقوف کرنا
- ۱۴۳۔ ۴۸۔ نامہ محمود خاں کا صدر امین سے مشورہ کرنا اور صدر امین کا اس کی خواہش سے انکار کرنا
- ۴۹۔ خزانہ کا نجیب آباد روانہ ہونا اور خزانچی پر پہرہ کا مقرر کرنا اور چودھری نین سنگھ کا نواب سے مقابلہ پر آنا۔
- ۱۴۶۔ ۵۰۔ میر خاں جہادی کا بجور میں آنا اور چودھریاں بجور اور نواب سے صلح کرنا
- ۱۴۷۔ ۵۱۔ میر خاں جہادی کا صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر اور تحصیل دار اور ڈپٹی انسپکٹر کاتنگ کرنا اور مولوی علیم اللہ سے گفتگو ہونا
- ۱۴۸۔ ۵۲۔ خزانہ اور اسباب حکام انگریزی کا نجیب آباد کو روانہ ہونا اور ڈاک کا بند کرنا اور
- ۱۴۹۔ مسودہ عرضی موسومہ بادشاہ کا تحریر ہونا
- ۱۵۰۔ ۵۳۔ احمد اللہ خاں کا دورہ کو اٹھنا
- ۱۵۰۔ ۵۴۔ عہدہ خاں کا دہلی کو مع عرضی روانہ ہونا

- ۱۵۱ - ۵۵۔ ماڑے کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا
- ۱۵۱ - ۵۶۔ ماڑے کا پچھلا حال
- ۱۵۲ - ۵۷۔ وزن انگریزی کی تبدیل اور باٹوں کا چھاپہ بلفظ مہر شاہی ہونا
- ۱۵۳ - ۵۸۔ ماڑے سے احمد اللہ خاں کی صفائی اور ملاقات ہونا
- ۱۵۴ - ۵۹۔ احمد اللہ خاں کا شیر کوٹ میں جانا
- ۱۵۴ - ۶۰۔ چودھری امراؤ سنگھ سے بسنخی باقی کا مطالبہ کرنا
- ۱۵۵ - ۶۱۔ چودھریان بجنور وغیرہ کا واسطے صفائی معاملہ شیر کوٹ کے ہلدور و تاج پور کو روانہ ہونا
- ۱۵۵ - ۶۲۔ فرمان بادشاہی کا آنا
- ۱۵۶ - ۶۳۔ نقل فرمان
- ۱۵۷ - ۶۴۔ یعنی ۱۸۴۲ء میں جب مرزا شاہ رخ شکار کو اس ضلع میں آئے تھے
- ۱۵۸ - ۶۵۔ احمد اللہ خاں کا امراؤ سنگھ کو زیادہ تنگ کرنا اور لاکھ روپیہ مانگنا
- ۱۵۹ - ۶۶۔ شیر کوٹ کی پہلی لڑائی
- ۱۶۰ - ۶۷۔ لالہ متھرا داس کا واسطے صفائی سے تاج پور جانا
- ۱۶۱ - ۶۸۔ چودھری امراؤ سنگھ کا گڑھی میں سے بھاگنا اور بسنت سنگھ کا گرفتار ہونا
- ۱۶۲ - ۶۹۔ جملہ چودھریوں کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا
- ۱۶۳ - ۷۰۔ انتخاب خط محمود خاں جو پکڑا گیا
- ۱۶۴ - ۷۱۔ انتخاب خط عظمت اللہ خاں جو پکڑا گیا
- ۱۶۴ - ۷۲۔ ہندو اور مسلمانوں میں عداوت قائم ہونے کی وجہ
- ۱۶۶ - ۷۳۔ میر صادق علی اور رستم علی ریسان چاند پور کے پاس بادشاہی فرمان کا آنا
- ۱۶۶ - ۷۴۔ نقل فرمان
- ۱۶۷ - ۷۵۔ رسم علی اور صادق علی کا پچھلا حال
- ۱۶۸ - ۷۶۔ دھام پور اور شیر کوٹ میں لام بندی کی کیفیت شیر کوٹ میں محمدی جھنڈا کھڑا ہونا
- صحیح نہیں۔

- ۱۶۹ - ۷۷ - نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کا واسطے صلح کرانے کے چھوٹنا
- ۱۶۹ - ۷۸ - نقل خط نادر شاہ خاں جو صلح کی باب میں کہا سانگھ کے پاس بھیجا گیا تھا
- ۱۷۱ - ۷۹ - نادر شاہ کا حال
- ۱۷۱ - ۸۰ - ثابت علی خاں کا واسطے رہائی بذت سنگھ چودھریوں کی قید سے چھوٹنا
- ۱۷۱ - ۸۱ - چودھری بذت سنگھ کا چھوٹنا۔ شیرکوٹ کی دوسری لڑائی اور احمد اللہ خاں کی شکست
- ۱۷۲ - ۸۲ - بہاراج سنگھ کا بجنور پر چڑھائی کرنا
- ۱۷۳ - ۸۳ - بجنور کی لڑائی اور نادر شاہ خاں کی شکست
- ۱۷۳ - ۸۴ - بجنور کے نہ لٹنے کے لیے ناکہ بندی ہونا
- ۱۷۴ - ۸۵ - کوٹھیوں اور سرکاری دفتر کا جلنا اور خزانہ اور افیون اور انتظام اور اسباب کا لٹنا
- ۱۷۵ - ۸۶ - لیٹر صاحب کی کوٹھی کا بچا رہنا
- ۱۷۵ - ۸۷ - حملہ کچے باغ کا جلنا اور لٹنا
- ۱۷۶ - ۸۸ - چودھریوں کے نام سے بجنور میں منادی ہونا اور اس کی عجائبات
- ۱۷۶ - ۸۹ - کھاری کا جلنا اور جولاہوں کا مارا جانا
- ۱۷۷ - ۹۰ - سواہیٹری کے مسلمانوں کا مارا جانا اور مسجد کا ٹوٹنا
- ۱۷۷ - ۹۱ - چھتادور کی مسجد کا ٹوٹنا
- ۱۷۷ - ۹۲ - خاص بجنور میں تکرار کا ہونا
- ۱۷۸ - ۹۳ - چودھری امراؤ سنگھ کا اپنی گڑھی میں پھر بیٹھنا
- ۱۷۸ - ۹۴ - طرفین کی سپاہ اور گولہ اندازوں کا حال
- ۱۸۱ - ۹۵ - رائے اس امر میں کہ ان لڑائیوں کو لوگ کیا سمجھتے
- ۱۸۱ - ۹۶ - جناب صاحب کلکٹر کے خط کا چودھریوں کے نام آنا
- ۱۸۲ - ۹۷ - نقل خط
- ۱۸۳ - ۹۸ - بجنور کی لڑائی کے وقت اپنا حال اور پار اترنے سے چودھریاں بجنور کا مانع ہونا
- ۱۸۴ - ۹۹ - عرضیاں حالات ضلع بجنور کی بجنور حکام بھیجنا



- ۱۰۰۔ صدر امین تحصیل دار اور ڈپٹی انپکٹر کا ہلدور جانا ۱۸۶
- ۱۰۱۔ ہلدور میں جو رئیس تھے اس کا بیان اور وہاں کے مشورہ کی کیفیت ۱۸۶
- ۱۰۲۔ سید تراب علی تحصیل دار کا واسطے لینے اہل و عیال جانا ۱۸۷
- ۱۰۳۔ رام دیال سنگھ کا واسطے انتظام اور لانے سانچے کے نگیٹہ کو روانہ ہونا ۱۸۷
- ۱۰۴۔ انتظام ضلع کے لیے کچھ سرکاری فوج آنے کی تجویز ہونا ۱۸۸
- ۱۰۵۔ تاتشریف آوری حکام انتظام ضلع کا ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین سپرد ہونا اور  
سپردگی ضلع کے خطوط آنے ۱۸۸
- ۱۰۶۔ مضمون خطوط ۱۸۹
- ۱۰۷۔ جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر کا پروانہ چودھری امراؤ سنگھ کے نام ۱۹۰
- ۱۰۸۔ بعض کلمات جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر جو صاحب ممدوح نے سید احمد خاں  
کی نسبت فرمائے۔ ۱۹۱
- ۱۰۹۔ ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کا بجذریں آنا اور ضلع کا انتظام اٹھانا اور سرکار کے نام  
سے منادی کرنا ۱۹۳
- ۱۱۰۔ رو بکاری باطلاع شروع کرنے انتظام ضلع کے ۱۹۳
- ۱۱۱۔ سرکاری اسباب جو لوٹ گیا تھا۔ اس میں سے تھوڑے سے کا برآمد ہونا ۱۹۴
- ۱۱۲۔ رائے سید احمد خاں کی نسبت الفاظ منادی ۱۹۵
- ۱۱۳۔ جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا میراں پور میں مقیم ہونا ۱۹۵
- ۱۱۴۔ نقل رپورٹ حالات ضلع مرتومہ ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء ۱۹۵
- ۱۱۵۔ نقل رپورٹ ثانی متضمن روڈداد ضلع مرتومہ ۱۷ اگست ۱۸۵۷ء ۱۹۸
- ۱۱۶۔ بجذریں سے براہ میراں پور میرٹھ تک نئی ڈاک بیٹھنا ۲۰۰
- ۱۱۷۔ پنڈت رادھا کشن کا بحضرت جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بمقام میراں پور  
جانا اور چودھریوں کا بمقام دھرم پورہ ملازمت کرنا ۲۰۰
- ۱۱۸۔ دیہات قرب وجوار نجیب آباد کا بھونکا جانا ۲۰۱

- ۱۱۹۔ رپورٹ تیسری در باب طلب خطوط بنام بعض ریسان ۲۰۲
- ۱۲۰۔ جواب رپورٹ کا پیش گاہ مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر سے ۲۰۳
- ۱۲۱۔ خط جناب جارج پامٹر صاحب کا بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور ۲۰۵
- ۱۲۲۔ خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر بنام میر جیون علی رئیس مین ۲۰۵
- ۱۲۳۔ تدبیر انتظام عشرہ محرم ۲۰۶
- ۱۲۴۔ نامحمد خاں کا بحضور جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر خط لکھنا ۲۰۶
- ۱۲۵۔ خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر بنام نامحمد خاں در جواب اسکے خط کے ۲۰۷
- ۱۲۶۔ مشورہ در باب یورش نجیب آباد ۲۰۹
- ۱۲۷۔ چٹھی جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر موصولہ پنڈت رادھا کشن ۲۱۴
- ۱۲۸۔ دوسری چٹھی جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب کی بنام پنڈت رادھا کشن ۲۱۴
- ۱۲۹۔ رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد نگینہ کا حال ۲۱۵
- ۱۳۰۔ رام دیال سنگھ کا پورینی میں لام بندھنا ۲۱۶
- ۱۳۱۔ سید تراب علی کا نگینہ سے نکلنا اور راستہ میں گنواروں کے ہاتھ سے گھر کر پھر نگینہ میں اپنا ۲۱۷
- ۱۳۲۔ مینڈھو خاں کا نجیب آباد سے جزائمن اور سپاہ کا نگینہ میں لانا اور بغمائش ۲۱۷
- ۱۳۳۔ رئیسوں کے پھر آن کا نجیب آباد واپس جانا۔ ۲۱۷
- ۱۳۴۔ رپورٹ حالات نگینہ اور اظہار رائے در باب چڑھائی نجیب آباد اور طلب ۲۱۸
- ہدایت اس معاملہ میں مرقوم بیسویں اگست ۱۸۵۷ء ۲۱۹
- ۱۳۵۔ جواب رپورٹ کا پیش گاہ جناب پامٹر صاحب بہادر سے ۲۲۱
- ۱۳۶۔ پروانہ مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر بنام احمد اللہ خاں ۲۲۳
- ۱۳۷۔ احمد اللہ خاں کا از سر نو کام تحصیلدارسی کرنا اور عرضیاں ڈپٹی صاحب اور ۲۲۴
- صدر امین کے پاس بھیجنا ۲۲۴
- ۱۳۸۔ نامحمد خاں کا خط بنام ڈپٹی صاحب اور صدر امین متضمن اطاعت اور بے تعلقی ۲۲۴
- ضلع سے

- ۱۳۹۔ نقل خط محمود خاں ۲۲۵
- ۱۴۰۔ جواب خط محمود خاں کا ڈپٹی صاحب اور صدر امین کی طرف سے ۲۲۶
- ۱۴۱۔ خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر در باب پسند کرنے اس کے جواب کے جو محمود خاں کو لکھا گیا ۲۲۹
- ۱۴۲۔ پروانہ مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر بنام ریسان نگینہ وغیرہ ۲۳۰
- ۱۴۳۔ خط جناب مسٹر الکنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کا در باب پسند کرنے اس جواب کے جو محمود خاں کو لکھا گیا تھا۔ ۲۳۰
- ۱۴۴۔ چودھری پرتاپ سنگھ کا واسطے روانہ کرنے روپیہ کے مینی تال کو بجور سے تاجپو جانا ۲۳۲
- ۱۴۵۔ نگینہ میں از سر نو فساد کا قائم ہونا۔ ۲۳۲
- ۱۴۶۔ بدری واسے باغ کی لڑائی ۲۳۳
- ۱۴۷۔ مسلمانان نگینہ کا رام دیال سنگھ کی اطاعت کرنا اور رام دیال سنگھ کا تحصیل میں نٹھنا ۲۳۳
- ۱۴۸۔ رام دیال سنگھ کے ساتھیوں کا بد عہدی کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا ۲۳۴
- ۱۴۹۔ مسلمانوں کے قتل سے نجیب آباد میں جمعیت کا اکٹھا ہونا اور محمدی جھنڈے کا لٹکانا ۲۳۵
- ۱۵۰۔ چودھری بدھ سنگھ کا نگینہ کو جانا ۲۳۶
- ۱۵۱۔ ریسان نگینہ کی عورتوں اور بچوں کا زخمی ہونا اور بے عزت ہونا ۲۳۶
- ۱۵۲۔ بشنویوں کا دوبارہ نگینہ میں یورش کرنا اور چودھری بدھ سنگھ کا مانع آنا ۲۳۷
- ۱۵۳۔ نگینہ والوں سے صفائی ہونا اور توپ کا سانچہ لے کر بدھ سنگھ کا روانہ ہونا ۲۳۷
- ۱۵۴۔ سواہٹری پراحمد اللہ خاں کا چڑھ آنا اور پھونک دینا ۲۳۸
- ۱۵۵۔ سواہٹری پھکنے کے وقت بجور میں کیا حال تھا ۲۳۸
- ۱۵۶۔ ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا بجور سے بلور کو جانا ۲۴۰
- ۱۵۷۔ چودھری پرتاپ سنگھ کا پانچ ہزار روپیہ مینی تال کو بھیجنا ۲۴۰
- ۱۵۸۔ چودھری بدھ سنگھ کا واسطے لانے چودھری رندھیر سنگھ کے بجور کو جانا ۲۴۱
- ۱۵۹۔ احمد اللہ خاں کا نگینہ کو جانا اور بشنویوں کو مارنا اور بشنوی سرانے کو ویران کرنا ۲۴۱



- ۱۶۰۔ احمد اللہ خاں کا میر تباب علی کے قتل کو حکم دینا اور پھر جان بخشی کرنی ۲۴۲
- ۱۶۱۔ احمد اللہ خاں وغیرہ کا نہ پڑور کو جانا ۲۴۲
- ۱۶۲۔ ہلدور کی پہلی لڑائی چودھریوں کو شکست اور ہلدور کا جلنا ۲۴۲
- ۱۶۳۔ احمد اللہ خاں کا بجنور میں آنا ۲۴۶
- ۱۶۴۔ چودھریان بجنور کا گنگا پار جانا ۲۴۶
- ۱۶۵۔ چودھری پر تباب سنگھ کا کانٹ کو جانا ۲۴۶
- ۱۶۶۔ ہلدور میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور جو گھر باقی رہے تھے ان سے کچا جلنا ۲۴۷
- ۱۶۷۔ ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا ہلدور سے روانہ ہونا ۲۴۸
- ۱۶۸۔ موضع پلانہ میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش ہونا ۲۴۹
- ۱۶۹۔ چاند پور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش ۲۴۹
- ۱۷۰۔ رائے اسباب میں کہ ضلع میں اس تازہ فساد ہونے کا کیا سبب ہوا ۲۵۰
- ۱۷۱۔ چاند پور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر بلوہ ہونے کا سبب ۲۵۲
- ۱۷۲۔ ہلدور کی دوسری لڑائی اور چودھریوں کی شکست ۲۵۳
- ۱۷۳۔ چودھری بدھ سنگھ اور جہا راج سنگھ کا مع اہل و عیال ہلدور سے جانا ۲۵۴
- ۱۷۴۔ جلال الدین خاں کی مختاری کی تجویز ہونی اور چودھریوں سے صفائی کی گفتگو ۲۵۵
- ۱۷۵۔ نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھریان در باب صفائی ۲۵۶
- ۱۷۶۔ جلال الدین خاں کی مختاری کا التوا اور کونسل کا تقرر ۲۵۶
- ۱۷۷۔ رو بکار تقرر کونسل ۲۵۷
- ۱۷۸۔ کچہری کے لیے مہروں کا بننا ۲۵۸
- ۱۷۹۔ سعد اللہ خاں کا صفائی چودھریوں میں دخیل رہنا ۲۶۰
- ۱۸۰۔ پڑاوی کی لڑائی اور چودھریان ہلدور کی شکست ۲۶۰
- ۱۸۱۔ چودھریوں سے پھر صلح کے پیام ۲۶۱
- ۱۸۲۔ نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پر تباب سنگھ در باب صفائی ۲۶۲

- ۲۶۳ ۱۸۳۔ خضنفر علی خاں کانٹور جانا اور چودھری رندھیر سنگھ کی ملاقات
- ۲۶۴ ۱۸۴۔ چودھری پرتاب سنگھ اور امراد سنگھ کانگینہ میں آکر نجیب آباد جانا اور نامحمد خاں سے ملاقات کرنا
- ۲۶۴ ۱۸۵۔ شیرکوٹ میں ہندوؤں کا قتل عام
- ۲۶۵ ۱۸۶۔ آپس میں باغیوں کے ملک کا تقسیم ہونا
- ۲۶۶ ۱۸۷۔ جناب صاحب کشنر بہادر میرٹھ کا چودھری بدھ سنگھ کو مدد دے کر پھر ضلع کو روانہ کرنا۔
- ۲۶۶ ۱۸۸۔ حکم نامہ جناب صاحب کشنر میرٹھ جو بنام رُسیان بجنور جو در باب اعانت چودھری بدھ سنگھ تحریر ہوا۔
- ۲۶۹ ۱۸۹۔ چودھری بدھ سنگھ کا دھنورہ میں آنا
- ۲۶۹ ۱۹۰۔ چودھری پرتاب سنگھ کا دوبارہ روپیہ نمینی تال کو بھیجنا
- ۲۷۰ ۱۹۱۔ چودھری امراد سنگھ کا کاشی پور چلا جانا
- ۲۷۰ ۱۹۲۔ احمد اللہ خاں اور ماڑے کا واسطے مقابلہ چودھری بدھ سنگھ کے چاند پور میں جمع ہونا۔
- ۲۷۱ ۱۹۳۔ چودھری بدھ سنگھ کے لام کا دھنورہ بر سے ٹوٹ جانا
- ۲۷۱ ۱۹۴۔ ہلدور کی تیسری لڑائی اور چودھری رندھیر سنگھ کا گرفتار ہونا
- ۲۷۲ ۱۹۵۔ ماڑے کا تاج پور کو چڑھنا اور چودھری پرتاب سنگھ کا گنگاپار جانا
- ۲۷۳ ۱۹۶۔ خط ماڑے بنام چودھری پرتاب سنگھ
- ۲۷۳ ۱۹۷۔ باغیان گنگاپار کا بجنور میں آنا
- ۲۷۴ ۱۹۸۔ باغیان گنگاپار کا اترنا اور چند چوکیات اور تھانہ جات سرکاری کو ٹوٹنا
- ۲۷۵ ۱۹۹۔ پہلا ڈاکہ کنگھل کا اور کرانی صاحب برقی تار والا کا گرفتار ہونا
- ۲۷۷ ۲۰۰۔ حکام انگریزی کا کنگھل پر کوچ کرنا
- ۲۷۸ ۲۰۱۔ دوسرا ڈاکہ کنگھل کا اور باغیوں کا مارا جانا

- ۲۰۲۔ اس شکست کے بعد باغیوں میں تزلزل پڑنا اور بعض کا بریلی چلا جانا ۲۸۱
- ۲۰۳۔ معافی آراضیات فیضیہ کی تجویز ۲۸۲
- ۲۰۴۔ نقل پر وائے موسومہ تحصیل داران در باب طلب فہرست معافی داران ۲۸۲
- ۲۰۵۔ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا میرٹھ سے رڑکی کو کوچ کرنا ۲۸۳
- ۲۰۶۔ نامحوظ خاں کا نسبت تقسیم ملک کے نیا انتظام اور وہی عہد کا مقرر کرنا ۲۸۴
- ۲۰۷۔ میر تراب علی کا باغیوں کے ہاتھ سے نیگینہ سننے بھگنا ۲۸۵
- ۲۰۸۔ نقل رو بجار تقسیم ملک اور تقرر ولی عہد ۲۸۵
- ۲۰۹۔ آراضی منضبطہ عہد سرکاری کے معافی کے اشتہارات جو باغیوں نے جاری کیے ۲۸۹
- ۲۱۰۔ نقل اشتہار باغیان در باب معافی ۲۹۰
- ۲۱۱۔ تفصیل باغیوں کی فوج کی بقید مقامات جہاں متعین تھی ۲۹۱
- ۲۱۲۔ جنرل جونس صاحب بہادر کا رڑکی میں پہنچنا ۲۹۱
- ۲۱۳۔ پل کشتیوں کا شیشم والی گھاٹ پر بندھنا اور کچھ فوج سرکاری کا پار اترنا اور رڑکی سے لشکر کا کوچ کرنا ۲۹۲
- ۲۱۴۔ آنہ سوت کی لڑائی اور سرکار کی فتح ۲۹۳
- ۲۱۵۔ نانگل کے گھاٹ سے سرکاری فوج کا اترنا ۲۹۶
- ۲۱۶۔ نجیب آباد پر سرکار کی چڑھائی اور سرکار کی فتح ۲۹۶
- ۲۱۷۔ شہر نجیب آباد میں آگ کا لگنا ۲۹۷
- ۲۱۸۔ قلعہ پتھر گڑھ کا حال ۲۹۸
- ۲۱۹۔ جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کا گرفتار ہونا اور مارا جانا ۳۰۰
- ۲۲۰۔ باغیوں کے مکانات حکومت کا اوڑنا ۳۰۰
- ۲۲۱۔ جناب مسٹر جارج پامپٹ صاحب کا مع فوج کے نجیب آباد میں مقیم ہونا ۳۰۱
- ۲۲۲۔ نیگینہ پر باغیوں کا جمع ہونا اور رندھیر سنگھ کی رہائی ۳۰۱
- ۲۲۳۔ نیگینہ کی لڑائی اور سرکار کی فتح ۳۰۳



- ۲۲۴ - تار برقی والے صاحب کا زندہ ملنا ۳۰۴
- ۲۲۵ - جناب پکتان ہوس صاحب بہادر کا بڑھا پورا جانا اور سعد اللہ خاں کو مارنا ۳۰۵
- ۲۲۶ - شہر نگینہ کا انتظام ۳۰۵
- ۲۲۷ - دھام پور کو لشکر کا کوچ ۳۰۶
- ۲۲۸ - کل لشکر کا مراد آباد کو کوچ ہونا اور جناب مسٹر الگنڈر شکپیر صاحب بہادر کا تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمہ لینا ۳۰۷
- ۲۲۹ - جناب مسٹر شکپیر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا مع توپ ہائے غنیمت نگینہ، بفتح فیروز می بجنور میں داخل ہونا ۳۰۸
- ۲۳۰ - ضلع میں اس قدر جلد انتظام ہونا نادرات سے ہے ۳۰۸
- ۲۳۱ - خاتمہ ۳۱۰
- ۲۳۲ - اعلان ۳۱۴

### ضمیمہ جات متن

- ضمیمہ الف (۱) شجرہ عنایت خان، ساکنان ریئی ۳۱۸
- ضمیمہ الف (۲) شجرہ نواب محمود خاں کے خاندان کا ۳۱۸
- ضمیمہ ب (ب) فہرست نواب محمود خاں کے اراکین خاندان، رشتہ داران، مصاحبین اور ساتھیوں کی ۳۱۹
- ضمیمہ ج (ج) فہرست فوج باغیان ۳۲۲
- ضمیمہ د (د) نقشہ ضلع بجنور (در عہد کبیر ۱۸۵۷ء) متعلقہ ضمیمہ
- ضمیمہ ۱ نواب محمد محمود خاں، امیر الدولہ، ضیاء الملک، ذوی القدر، مظفر جنگ بہادر اور ان کے خاندانی حالات ۳۲۴
- ضمیمہ ۲ رپورٹ مسٹر شکپیر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بجنور مورخہ ۲ اگست ۱۸۵۷ء ۳۳۴
- ضمیمہ ۳ رپورٹ مسٹر شکپیر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بجنور مورخہ ۳۰ اپریل ۱۸۵۷ء ۳۳۵



- ضمیمہ ۴ خط جی. سی. بیردز کیشنر سیس تلج اسٹیلز مورخہ جولائی ۱۸۵۴ء ۳۳۶
- ضمیمہ ۵ خط جی. سی. بیردز مورخہ ۱۵ اگست ۱۸۵۴ء ۳۳۸
- ضمیمہ ۶ یادداشت جے. لارنس مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۵۴ء ۳۳۹
- ضمیمہ ۷ خط کیشنر روہیل کھنڈ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۴ء ۳۴۰
- ضمیمہ ۸ رپورٹ درگا پرشار ریکارڈ کیپر کلکٹری بجنور مورخہ ۲ جنوری ۱۸۵۵ء ۳۴۱
- ضمیمہ ۹ درخواست بہاری لال ناظر کلکٹری ضلع بجنور مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۵۴ء ۳۴۳

### اشاریہ

- |     |         |
|-----|---------|
| ۳۴۵ | شخصیات  |
| ۲۵۲ | مقامات  |
| ۳۵۶ | متفرقات |
| ۳۵۷ | کتابیات |

## پیش لفظ

”سرشی ضلع بجنور“ کے مطالعہ کا موقع مجھے ۱۹۵۷ء میں ملا۔ جبکہ میں جدوجہد آزادی کی ”صد سالہ یادگار“ کے سلسلے میں جنگ آزادی میں بجنور کا حصہ ”مضمون ترتیب دے رہا تھا۔ اُسی وقت اس کتاب کو ایڈٹ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس زمانے میں مجھے ذہنی یکسوئی حاصل نہ تھی اور کسی علمی اور تحقیقی کام کا آغاز مشکل تھا۔

دسمبر ۱۹۶۱ء میں قصبہ دارانگر (ضلع بجنور) کے ایک چھوٹے سے مدرسے کے سالانہ جلسے میں مجھے شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ میرا خیال ہے، یہ مدرسہ اُسی تاریخی عمارت میں جاری کیا گیا ہے جس میں نجیب خاں نے مدرسہ قائم کیا تھا اور جہاں علمائے فرنگی محل درس دیا کرتے تھے۔ اسی بستی کے ایک قدیم اور مختصر ذخیرے سے مجھے ”سرشی ضلع بجنور“ کا ایک بوسیدہ نسخہ دستیاب ہوا۔

اب وہ پرانی بات یاد آگئی اور کلام باقاعدہ طور پر آگے بڑھایا گیا۔ ۱۹۶۲ء کے آخر تک یہ کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا کہ پاکستان سے جناب ڈاکٹر معین الحق نے اس کتاب کو مرتب کر کے شائع کر دیا۔ چونکہ میرا مرتبہ اڈیشن مذکورہ بالا ترتیب کے مقابلہ میں جامع، واضح، شرح اپنے حواشی اور ضخیم جات کے اعتبار سے زیادہ اہم تھا، اس لیے اس کی اشاعت میں کوئی خیال مانع نہ ہوا۔ نیز یہ کہ اس سلسلے میں بعض دوسری کتابیں اور مضامین بھی ایسے شائع ہوئے کہ ان میں جس نقطہ نگاہ سے حالات اور واقعات کا جائزہ لیا گیا تھا، اس سے مجھے اتفاق

نہ تھا۔ اس لیے بھی اس کو شائع کرنا غیر ضروری نہ سمجھا۔

بقول ڈاکٹر صاحب موصوف ان کا مرتبہ ایڈیشن سرسید کے تحریر کردہ مسودے سے موازنہ کیا ہوا ہے۔ دونوں کے اختلافات کی تفصیل اس طرح درج کی گئی ہے:

- (۱) مطبوعہ نسخہ (۱۴) طرفداری مسودہ (۲۴ ب) طرف کشی
- (۲) " (۱۴) آنکھ کا " (۲۴ ب) آنکھوں کا
- (۳) " (۱۹۴) اکتیسویں مئی " (۱۳۴ ج) یکم جون
- (۴) " (۲۹۴) شیعہ ائمہ مرگیا " (۱۵۵ ج) مرگیا
- (۵) مطبوعہ نسخہ (۲۴) میں ہندوستانی اہلکاروں کی فہرست کے ساتھ جو کیفیت لکھی ہے مسودہ (۲۴ ب) میں وہ کیفیت درج نہیں ہے۔
- (۶) مطبوعہ نسخہ (۲۹ و ۱۰۴) میں رقوم اردو ہندسوں میں تحریر ہیں اور مسودہ (ص ۱۸ و ۱۵۵ ج) میں فارسی ہندسوں میں تحریر ہیں۔
- (۷) مسودہ (ص ۱۸۴ ج) میں نواب محمود خاں در "عدالت فوجداری" کی چوتھی ہر نہیں ہے۔ مطبوعہ نسخہ (۱۱۲ ج) میں شامل ہے۔
- (۸) مسودہ (ص ۵۸ ج) میں شجرہ کی پشت پر نواب محمود خاں کے اراکین، خاندان رشتہ داروں، مصاحبوں اور ساتھیوں کی ایک فہرست موجود ہے جو مطبوعہ نسخہ میں حذف کر دی گئی ہے۔

پیش نظر ایڈیشن جس مطبوعہ نسخے کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں درپاکستانی ایڈیشن میں معمولی الفاظ کے فرق کے علاوہ چند اہم اختلافات بھی ہیں مثلاً

- (۱) متن میں تقریباً بیس عنوانات حذف کر دیئے گئے متعلقہ عبارت بدستور ہے۔
- (۲) ص ۱۶۶ پر نواب محمود خاں کا جو شجرہ دیا گیا ہے (ضمیمہ متن الف (۲) ص ۳۱۸) وہ مطبوعہ

لے مسودہ مشیل میوزیم آف پاکستان کراچی میں موجود ہے: سرکشی ضلع بجنور ص ۱۲۸ پاکستانی ایڈیشن ص ۲۷ ایضاً



نسخہ میں دیئے گئے شجرے سے مختلف ہے۔ مطبوعہ نسخے میں "غایت خاں، عمر خیل، ساکن قصبہ مان دیٹی، جو اب اسین کے یار پشادیسے ۲۵ کوس ہے" کا شجرہ تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے اڈیشن ہذا میں بطور ضمیمہ متن الف (۱) شامل ہے۔

(۳) مطبوعہ نسخہ میں ص ۳۰ کے بعد چار صفحے اس طرح استعمال کیے گئے ہیں کہ اندرونی دو صفحوں پر شجرہ دیا گیا ہے اور بیرونی دونوں صفحوں پر فہرست درج ہے۔

(۴) ڈاکٹر صاحب کا ارشاد ہے کہ مطبوعہ نسخے میں شجرے کی پشت پر نواب محمود خاں کے اراکین خاندان، مصاحبوں اور ساتھیوں کی فہرست موجود نہیں ہے۔ جبکہ نسخہ مذکور اڈیشن اول ۱۸۵۸ء میں ایسا نہیں ہے۔ یہ فہرست اڈیشن ہذا میں بطور ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۳۱۹ پر دی گئی ہے۔ پاکستانی اڈیشن میں دی گئی فہرست کے اختلافات بھی واضح کر دیئے گئے ہیں۔

(۵) شجرے میں بعض ناموں کے ساتھ ہند سے درج ہیں۔ یہ وہی ہند سے ہیں جو فہرست میں ناموں کے ساتھ دیئے گئے ہیں اور جن کی حیثیت سلسلے دار نمبر کی نہیں ہے۔ سرکشی ضلع بجنور کا پہلا اڈیشن ۱۸۵۸ء میں سید احمد خاں صدر امین بجنور نے آگرہ کے پریس میں ٹائپ میں چھپوایا تھا۔ پیش نظر اڈیشن مروجہ تعلق خط میں پیش کیا جا رہا ہے پہلا اڈیشن  $9 \times \frac{1}{4}$  سائز پر ۳۰ سطری سطر پر تھا۔ سوائے ایک دو صفحے کے جن پر ۳۱ سطری یا ۲۹ سطری ہیں۔ صفحہ ۷۹ اور صفحہ ۸۰ پر دو خط انگریزی میں دیئے گئے ہیں سرخیاں متن کے باہر حاشیہ میں دی ہوئی ہیں جن کو اس اڈیشن میں جلی اور عنذانی سرخی بنا دیا گیا ہے پیراگراف کی ترتیب اصل مطبوعہ نسخہ کے مطابق ہے۔ البتہ جلی سرخیوں کے بعد عبارت نئے پیراگراف سے شروع کی گئی ہے جبکہ اصل میں ایسا نہیں ہے۔ مولف نے رموز اوقات کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ صرف پیراگراف کے ختم پر ایک پھول بنا کر علامت وقف کا اظہار کیا ہے جس کو حذف کر دیا گیا ہے اور رموز اوقات کا اضافہ کیا ہے تاکہ عبارت کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

مطبوعہ نسخے میں حواشی صفحے کے زیریں حصے میں نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ جہاں لکھنا ضروری سمجھا گیا وہیں دوہری سطر کھینچ کر دے دیئے گئے ہیں۔ اڈیشن ہذا میں اس کو نقطہ دار سطر سے ظاہر کیا گیا ہے۔

پہروں کا سائرہ مطبوعہ نسخہ کے مطابق نہیں ہے البتہ نقشہ ضلع بجنور اور شجرہ عنایت اصل کے مطابق ہے۔ نیز یہ کہ شجرے میں جتنے حصہ کی وضاحت کر دی گئی ہے وہ طباعت کے بعد کا اضافہ ہے۔ جو مطبوعہ شجرے پر قلمی موجود ہے۔ "فہرست فوج باغیان" مطبوعہ نسخے میں ص ۱۳۰ کے بعد دی گئی ہے لیکن موجودہ اڈیشن میں اس کو ضمیمہ جات متن میں ضمیمہ نمبر (ج) ص ۳۲۲ میں پیش کیا گیا ہے۔

پیش نظر اڈیشن میں اصل مطبوعہ نسخے کے صفحات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ اشاریہ اور کتابیات، ناموں کے صرف اول حرف کا لحاظ رکھتے ہوئے حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ تیار کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں محذومی مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی نے جس ذاتی دل چسپی کا اظہار فرمایا، اس کا تقاضا ہے کہ میں موصوف کا یہ دل سے شکریہ ادا کروں۔



## مقدمہ

”کشری ضلع بجنور“ سید احمد خاں کا تالیف کردہ تاریخی روزنامہ ہے۔ اس میں انھوں نے وہ حالات و واقعات درج کیے ہیں جو ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کے دوران ضلع بجنور میں پیش آئے تھے۔ اس سلسلے میں شہنشاہ دہلی اور ضلع کے انقلابی رہنما، روسا و حکام انگریزی کے مابین جو خط و کتابت ہوئی، وہ بھی دی گئی ہے۔ مؤلف نے ضروری حواشی اور متعلقہ معلوماتی مواد فراہم کر کے اس کو ایک نہایت اہم تالیف بنا دیا ہے۔

سید احمد خاں ۱۳ رجنوری ۱۸۵۵ء سے بحیثیت صدر امین بجنور میں موجود تھے اور ضلع کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ وہ اس تالیف سے پہلے ”تاریخ ضلع بجنور“ نہایت تحقیق، انہماک اور محنت کے ساتھ تیار کر چکے تھے۔ ”تاریخ ضلع بجنور“ کے لیے مواد کی فراہمی لے مولانا حاتی فرماتے ہیں کہ سرسید ابتدا سے اخیر تک اس کتاب کے لیے میٹرل جمع کرتے رہے تھے۔ وہ سب کاغذات اور یادداشتوں کو بحفاظت رکھتے تھے۔ مراد آباد میں آکر انھوں نے ”تاریخ کشری بجنور“ (کشری ضلع بجنور) چھاپ کر شائع کی۔ (حیات جاوید ص ۱۲۱ و ۱۲۲ اکادمی پنجاب، لاہور) ۲۵ حیات جاوید ص ۱۲۱

۲۵ اس سلسلے میں مولانا حاتی لکھتے ہیں: ”جس زمانے میں سرسید بجنور تبدیل ہو کر گئے انھیں نوں ایک سرکلر حکمرانہ بورڈ سے تمام صاحبان ضلع کے نام اس مضمون کا جاری ہوا تھا کہ جس ضلع کا بندوبست ختم ہو جائے اس ضلع کی ایک مفصل تاریخ لکھوائی جائے۔ یہ سرکلر پہلے سے صاحب کلکٹر کے دفتر میں آیا ہوا تھا۔ مگر ابھی تک اس پر کچھ عمل درآمد نہ ہوا تھا۔ ایک روز صاحب کلکٹر نے سرسید سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے کہا اس ضلع کی تاریخ میں لکھوں گا۔ صاحب کلکٹر بہت خوش ہوئے اور محکمہ بندوبست میں حکم بھیج دیا کہ جس پر گئے یا گاؤں کے کاغذات صدر امین طلب کریں فوراً ان کے پاس بھیج دیے جائیں اور اسی طرح تمام تحصیلداروں کو ہدایت کی گئی کہ جس قانون گویا پٹواری کو وہ بلائیں یا جو کاغذات وہ منگوائیں (باقی ص ۲ پر دیکھئے)

کے سلسلے میں مولوی سید بندہ علی کو لکھتے ہیں :

”درین روز ہا کتاب تاریخ این ملک تصنیف و تالیف میکنم و بضرورت آن دریافت حالات دیار و امصار از واجبات۔ لہذا امور متعلقہ ضلع متحرکہ لائق دریافت بودہ اند برظہر نیاز نامہ ہذا درج کردہ بخدمت عالی متصدع میثوم کہ بعد تحقیق و تفتیش کما مینعی بہ ہر عجلت عجلہ کہ امکان داشتہ باشد بجواب پرچہ ہذا مطلع فرمایند و مثل جواب نیاز نامہ جات سابقہ این را براہ عنایت سرسری نہ پندارند و بذل عنایت کردہ بہ مرحمت جواب ممنون فرمایند و نقشہ مطلوبہ کہ ذکرش برظہر نیاز نامہ ہذا مندرج کردہ نمے آید شنیدہ ام کہ منطبع شدہ و در آن ضلع بقیمت میسر آید اگر ہچنان باشد خریدہ لطف فرمایند قیمتش ہر قدر کہ خواہد بود مع محصول اک بعالیحدت خواہد رسید۔“

(صفحہ ۲۱ سے آگے)

اُن کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ سرسید نے یہ تاریخ بھی اپنی جہتی عادت کے موافق نہایت تحقیق و کاوش اور محنت کے ساتھ لکھی..... جب یہ تاریخ لکھی جا چکی تو صاحب کلکٹر نے اس کو ملاحظہ کے لیے صدر بورڈ میں بھیج دیا۔ ابھی وہ بورڈ سے واپس نہ آئی تھی کہ غدر ہو گیا اور اگرہ میں تمام دفتر سرکاری کے ساتھ وہ بھی ضائع ہو گئی۔ (حیات جاوید ص ۱۲۱ و ۱۲۲)

۱۔ ”تاریخ ضلع بجنور“ اب معدوم ہو چکی ہے اور مولانا حالی کے بیان کے مطابق اس کے چھپنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس لیے یہ وضاحت تو نہیں کی جاسکتی کہ متحرکہ کا ذکر اس میں کس نوعیت سے آ رہا تھا۔ لیکن گمان غالب یہ ہے کہ روہیلہ اور مرہٹوں کے درمیان جو کشمکش اور آویزش رہی ہے اور جس کا اختتام غلام قادر روہیلہ کے عبرت ناک انجام پر ہوا، اُس کا شہر متحرکہ اسے خصوصی تعلق تھا۔ غلام قادر روہیلہ کو بھی گرفتار کر کے متحرکہ ہی لے جایا گیا تھا اور وہیں ہما دھو جی سیندھیا کے حکم سے اس کو بھی قتل کرایا گیا تھا۔ اور غلام قادر کا ضلع بجنور سے تعلق تھا۔

۲۔ کتبات سرسید ص ۱۲۱ نوٹ: یہ خط مولوی سید بندہ علی کو سرسید نے بجنور سے ۲۱ مارچ ۱۸۵۵ء کو لکھا تھا۔



سر سید کو تصنیف و تالیف کا شوق تھا اور تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی۔ بخجور آنے سے قبل ان کی متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر شائع ہو چکی تھیں۔ تاریخی کتب میں آثار الصنادید سب سے زیادہ قابل ذکر کتاب ہے۔ تاریخ سے دلچسپی کا دوسرا اہم کام "آئین اکبری" کی تصحیح ہے جو انھوں نے قیام بخجور کے زمانے میں انجام دیا ہے۔

پیش نظر کتاب بھی ضلع بخجور سے متعلق ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس کا لکھنے والا آن واقعات کا علینی مشاہد بلکہ اس ڈرامے کا اہم کردار ہے۔

۱۸۵۷ء پر سر سید کی دو کتابیں شائع ہوئیں۔ ایک سرکشی ضلع بخجور اور دوسری "رسالہ اسباب بغاوت ہند"۔ مورخ الذکر کتاب کا تعلق چونکہ جدوجہد کے ہم گیر پہلو سے تھا اس لیے عام طور پر مطالعو میں رہی۔ اول الذکر جدوجہد کے محض ایک باب اور مخصوص علاقے سے متعلق تھی اس لیے اس کا دوسرا ڈیشن بھی شائع نہ ہوا اور اب وہ تقریباً نایاب ہے۔

۱۷ سر سید بخجور پہنچنے سے پہلے مندرجہ ذیل مختلف موضوعات پر یہ کتابیں شائع کرا چکے تھے:

مذہبی: (۱) جلاء القلوب بذکر المحبوب مؤلف ۱۲۵۸ھ (۲) تحفہ حسن مؤلف ۱۲۶۰ھ (۳) کلمۃ الحق مؤلف ۱۲۶۶ھ

(۴) راہ سنت در رد بدعت ۱۲۶۶ھ (۵) نیمفہ در بیان مسئلہ تصور شیخ ۱۲۶۹ھ (۶) آغاز کیمیا سعادت

کے چند ادراک کا ترجمہ ۱۲۷۸ھ

تاریخی: (۷) جام جم مطبوعہ ۱۸۴۰ھ (۸) آثار الصنادید ۱۸۴۰ھ (۹) سلسلۃ الملوک مرتبہ ۱۸۵۲ھ

علمی: (۱۰) تسہیل فی جرائع شقیل مؤلف ۱۸۴۴ھ (۱۱) حیات جاوید ضمیمہ نمبر (۲) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵)

قانونی: قوانین دیوانی متعلقہ منصفی کا خلاصہ تیار کیا اور بند و بست کے دفاتر کے متعلق ایک دستور العمل مرتب کیا۔ (حیات سر سید ص ۲۸)

۱۲ حیات جاوید ص ۱۲ نوٹ: آئین اکبری کی پہلی اور تیسری جلد صحیح اور درست کر کے مطبع میں چھپنے کو بھیج دی گئیں بعد ازاں جلد مکمل کر کے مع دریاچہ دتی چھپنے کو بھیجی اور وہ غدر میں ضائع ہو گئی۔ اب پہلی اور تیسری جلدیں مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ملتی ہیں۔

ملک کی آزادی سے قبل، اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں قومی نقطہ نظر کے بجائے برطانوی شہنشاہیت کے مفاد کو سامنے رکھا گیا۔ اس کو شمش نے کبھی صحیح واقعات کو سامنے نہیں آنے دیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا تو قومی نقطہ نظر کی اہمیت کا احساس بھی عام ہوا اور بہت سا وہ مواد جو انگریزی حکومت کی پالیسی کی وجہ سے نظروں سے اوجھل تھا سامنے آیا اور اس طرح یہ موقع ملا کہ صحیح حالات اور واقعات کی روشنی میں اس جدوجہد پر غور کیا جاسکے۔

اگرچہ اس موقع پر یہ گنجائش نہیں کہ اس جدوجہد کے اسباب و نتائج پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن چند باتوں کا ذکر ضروری ہے جن کا تعلق اس کتاب سے بھی ہے مثلاً کیا یہ کسی منظم جماعت کی کوئی پہلے سے سوچی سمجھی سازش یا کوئی تحریک تھی، یا محض ایک وقتی شورش تھی؟ ہندوستانی فوج کا اس سے کیا واسطہ تھا؟ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہندوستان میں قانونی حیثیت کیا تھی؟ کیا اسلامی نقطہ نظر سے اس کو جہاد کہنا درست تھا؟ شہنشاہ دہلی نے اس جنگ میں کیا رول ادا کیا؟ ملک کے بعض دوسرے آزادی پسند راجہ، ہمارا راجہ نواب اور تعلقہ داروں نے کیا خدمات انجام دیں؟ عوام کس طرح شریک رہے؟ اس کی ناکامی کے اسباب کیا ہوئے؟ اور پھر کن نتائج کا ملک کو سامنا کرنا پڑا؟

در اصل یہ تحریک کسی بھی منظم یا غیر منظم جماعت کی کوئی سازش نہ تھی بلکہ بہت سی ایسی وجوہات تھیں جن کی پر یہ کہا جاسکتا تھا کہ ملک میں کسی وقت بھی اس قسم کی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔ لارڈ کیننگ نے ہندوستان آتے وقت لندن میں ایک دعوت کے موقع پر کہا تھا: ہند کے مطلع پر آج بھیلی کے برابر جو ابر نظر آتا ہے وہ کل بڑھ کر ہاتھ بھر کا ہو جائے گا اور پھر وہ آسمان پر اتنا چھا جائے گا کہ ہماری تباہی کے آثار نظر آنے لگیں گے۔



دہلی میں حسرت رائیگر خبریں مشہور ہو رہی تھیں، کوئی کہتا تھا کہ ایران کا کچلا ہندوستان پر حملہ آور ہوگا، کسی کا خیال تھا کہ زار روس ہند کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ کبھی خبر اڑتی تھی کہ امیر کابل بادشاہ دہلی کو اختیار کی حراست سے آزاد کرانے آ رہا ہے۔ کسی دن شہرت ہوتی تھی کہ ترکی اور فرانس نے باہم معاہدہ کیا ہے اور وہ شاہ ایران کو ساتھ لے کر ہندوستان کا تختہ الٹنے کی فکر میں ہیں۔ بد باطن غل مچلتے کہ لالہ طلعہ میں اہل فارس کی آمد کا انتظار ہے اور حضرت حسن عسکری ایرانیوں کی فتح و نصرت کے لیے اعمال و ریاضت کی چلہ کشی میں مصروف ہیں۔ ایک دن جامع مسجد کے دروازے پر کسی شریعہ نے اشتہار چسپاں کر دیا کہ شاہ فارس فوج لیے آ رہا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اُس لشکر کی امداد کرنا چاہیے۔ یہ ایسی افواہیں تھیں کہ کسی وقت بھی اُن کے اثر سے ہنگامہ ہو سکتا تھا۔

ضلع بجنور جو دہلی سے ایسا کچھ دور نہ تھا کہ ان باتوں سے متاثر نہ ہو رہا ہو۔ اس کے علاوہ شہزادہ مرزا شاہ رخ بہادر سے نواب محمود خاں (رئیس نجیب آباد) کے گہرے تعلقات تھے۔ نواب موصوف کے پردادا نجیب الدولہ شہنشاہ دہلی کے امیر الامراء رہ چکے تھے۔ شہزادہ سہارن پور۔ نجیب آباد۔ کاشی پور تک صید انگنی کے لیے جایا کرتے تھے اور نواب محمود خاں ان کے ساتھ ہوتے۔ نواب موصوف کے گہرے

لے بہادر شاہ ظفر ص ۹۷ کہ ایضاً ص ۹۷ — اس وقت ولی عہد مرزا داراجت تھے جو ذکیۃ النساء بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ بہادر شاہ، نواب زینت محل کو بہت چاہتے تھے اور ان کے بس میں تھے۔ ولی عہد اس سے خوش نہ تھے اور باپ بھی بڑے بیٹے (داراجت) سے ناراض رہتے تھے۔ مرزا شاہ رخ بہادر ولی عہد سے چھوٹے تھے۔ شہزادوں میں سب سے زیادہ قابل، دانش مند، جفاکش، ہونہار، اور نشانہ باز تھے۔

اتحاد ذوق نے ان کی تعریف میں کہا تھا ہے

اتھ میں بند ذوق لے جس وقت تو بہر شکار شیر گردوں کو ہوشکل ہاتھ سے تیرے نجات  
باپ کی اطاعت گزار سی اور نواب زینت محل کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ  
کرتے یہاں تک کہ ان کے فرزند جواں بخت کی بھی دل داریاں کرتے، لکہ دوراں کی (صفحہ ۲۶ دیکھئے)

تعلقات کا علم اس سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ان کا ارادہ دہلی آنے کا ہوا تو اس سلسلے میں بہادر شاہ ظفر نے صاحب کلاں بہادر کے نام شقہ لکھا، جس کے بارے میں روزنامچے میں الفاظ ملتے ہیں:-

”ایک رقعہ صاحب کلاں بہادر کے نام اس مضمون کا لکھا گیا کہ محمد محمود خاں ابن نواب بمبو خاں نجیب آبادی ہم سے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں شاہزادہ شاہرخ بہادر سے کہہ دینا کہ یہ راسخ ان خیال اور سہروردی میں ان کو آنے کی اجازت دے دیں شقہ“

اس کے علاوہ ملک بھر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ کمپنی کی حکومت سو برس ہے گئی اور پلاسی کی جنگ کو سو برس ۱۸۵۷ء میں ہو رہے تھے کمپنی نے اپنے اس صد سالہ دور حکومت میں ملک پر اس قدر ظلم کیے تھے کہ عوام اس سے گھبرا اٹھے تھے بعض مذہبی رسومات میں دخل، مشنری پروپیگنڈا، بائبل کے درس کا اہتمام، انگریزی تعلیم اور نئے طرز کے اسکولوں کا جاری کیا جانا جیل کے قیدیوں کے لیے دوسروں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جبکہ اس زمانے میں ذات پات اور چھوت چھات کی قیود سخت تھیں۔ آراضیات کے (صفحہ ۲۵ سے آگے) خوشنودی مزاج کا مثر تھا کہ بعض خدمات سلطانی ان کے سپرد تھیں اور تمام اراکین دربار ان کی عزت دلی عہد سے زیادہ کرتے تھے۔ دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں دولت مندی میں بھی فائق تھے۔ ملازمین کمپنی کو مرزا شاہرخ کی یہ عزت و تحکیم پسند تھی اور دلی عہد بہادر اور بادشاہ کے مابین کشیدگی بڑھتی جاتی تھی۔ اسی فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر زیادہ وقت سرورنگا دیں صرف کرتے تھے۔ (ملاحظہ فرمائیے۔ بہادر شاہ ظفر ص ۷۷)

۱۷۔ کشری ضلع بجنور ص ۲۳ ”فرمان شاہی“ — مرزا شاہرخ ۱۸۴۴ء میں بجنور میں شکار کھیلنے گئے تھے۔

۱۸۔ بہادر شاہ ظفر کا روزنامچہ ص ۳ (۱۲ دسمبر ۱۸۴۵ء)



نئے قانون کا اجراء، معافیات کی ضابطی، پے ہوئے آٹے اور شکر میں ہڈیوں کا شامل ہونا، کارٹوسوں میں ناجائز چربی کا استعمال، یہ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں تھیں جن سے ملک بھر میں عوام متاثر ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ حکومت ہمارے مذہب پر حملہ کرنا چاہتی ہے اور اس کا مقصد ہمیں عیسائی بنانا ہے۔ چنانچہ رعایا اس حکومت سے خوش نہ تھی۔ مسلمانوں میں مذہبی عقیدے کی سختگی زیادہ تھی اور ان کی قومی تاریخ میں عیسائیوں سے پہلے بہت سے محرکے ہو چکے تھے چنانچہ مسلمانوں پر ان سب باتوں کا زیادہ اثر تھا۔ سرسید ان ہی وجوہات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

• ان وجوہات سے مسلمان زیادہ تر ناراض تھے اور ہندوؤں کی بہ نسبت

زیادہ ترفاد میں ان کا شریک ہونا قرین قیاس تھا، چنانچہ یہی ہوا، لہ

مسلمانوں کو نہ صرف مذہبی دائرے میں یہ احساس تھا بلکہ ان کو اپنی معیشت میں بھی انگریزوں کے ہاتھوں ہندوؤں کی بہ نسبت زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ جبکہ ہندو بھی نقصان سے بچے نہ رہے۔ سرسید نے مذہبی مداخلت اور ضابطی معافیات کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

”اس زلمے میں جہاں جہاں باغیوں نے اشتہارات واسطے بہکانے اور درغلانے رعایا کے جاری کیے ہیں سب میں بجز دو باتوں کے یعنی مداخلت مذہبی اور ضابطی معافیات کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ دونوں باتیں اصلی منشا اور بہت بڑا سبب ناراضی اہل ہند کا تھا۔ علی الخصوص مسلمانوں کا جن کو یہ نقصان بہت زیادہ بہ نسبت ہندوؤں کے پہنچا تھا۔“

لہ حیاتِ جاوید ضخیمہ نمبر (۴) ص ۳۱، مولانا حالی  
لہ حیاتِ جاوید ضخیمہ نمبر (۴) ص ۳۲، مولانا حالی

اس طرز عمل سے لوگوں کی معاشی حالت اتنی ابتر ہو گئی تھی کہ سمجھو میں بھی بقول سرسید "ایام غدر" میں ایک آنہ اور ڈیڑھ آنہ یومیہ پر یا سیر بھراناج میں لوگ باغیوں کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہ صورت حال ایسی تھی کہ اس نے کمپنی کے دودھ حکومت کے امن و آسائش، تجارت کے فروغ، ڈاک کے عمدہ انتظام، خانہ جنگی کے خاتمے، مسافروں کے آرام اور اسی قسم کی بہت سی اچھی باتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ مزید برآں چونکہ کمپنی کے عہدے داروں میں ہندوستانی رعایا سے محبت کا جذبہ نہ تھا اس لیے بھی رعایا میں وفاداری کا جذبہ پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ سرسید اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

آج تک گورنمنٹ نے یہ محبت ہندوستان کی رعایا کے ساتھ پیدا نہ کی.....  
اب غور کرو کہ ہمارے حکام اور ہندوستانیوں کا خون ایک نہ تھا، مذہب ایک نہ تھا، رسم و رواج ایک نہ تھے، رضا مندی رعایا کو نہ تھی، آپس میں محبت اور اتحاد نہ تھا پھر کس بات پر ہمارے حکام ہندوستانیوں سے وفاداری کی توقع رکھتے تھے؟

رعایا کے علاوہ، ہندوستانی فوج کے ساتھ بھی کمپنی کے افسران کا رویہ سخت اور توہین آمیز تھا۔ انگریزی افسر ہندوستانی فوج سے برا براؤ کرتے، ان سے الگ الگ رہتے تھے۔ اگرچہ ہندوستانی سپاہی جسمانی اور دماغی ہر اعتبار سے انگریزی افسروں پر فوقیت رکھتے تھے، لیکن ہندوستانی فوجیوں کو اپنے عہدے نہ ملتے تھے۔ کبھی کبھی ایسے احکامات جاری کیے جاتے، جن سے سپاہیوں کے مذہبی عقیدے اور ان کے رسم و رواج پر چوٹ پڑتی تھی مثلاً کلکتہ اخبار کے حوالے سے "دہلی اردو اخبار" لکھتا ہے۔  
"اوس طرف کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ سپہ سالار فوج انگریزی نے حکم نامہ جاری کیا ہے کہ امیران سپاہ انگریزی میں سے جو شخص کہ ڈارہی

لے حیاتِ جاوید ضمیمہ نمبر (۴) ص ۴۲ و ۴۳، مولانا حالی



اور منچھیں رکھتے ہیں، منڈ واڈالیں اور پھر کبھی نہ رکھیں۔ چنانچہ اس حکم سے اکثر صاحبوں نے جو کہ منچھیں رکھتے تھے منڈ واڈالیں لیکن دیوں میں بہت ننگلین ہوئے۔ اسی مردوں کو ڈارہی اور موچھوں سے بہت محبت ہوتی ہے۔ بنا جاتا ہے کہ وہ لوگ حرف شکایت زبان پر رکھتے ہیں۔ مگر کیا کریں! بندگی، بیچارگی ہے۔ سوائے متابعت علاج نہیں ہے۔

حالانکہ یہی فوج تھی جس نے کمپنی کو اپنوں کے مقابلے میں لڑ کر علاقے فتح کر کے دیئے تھے اور اب اس کے صلے میں فوج کو شکایت کا موقع مل رہا تھا۔ مال گزاری میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ٹیکس کی زیادتی اور بے روزگاری عام ہوتی جا رہی تھی، 'نظم' زیادتی راہ داری کا ٹیکس جیسی مصیبتیں آگئی تھیں اور اس پر بھی حکام کا رویہ رعایا اور فوج کے ساتھ ہمدردانہ نہ تھا۔ دراصل انگریزوں کو گھمنڈ تھا کہ وہ ہندوستانیوں سے بدتر قوم ہیں۔

اپنے طبقے کے لوگوں کو یہ شکایت تھی کہ کمپنی نے بڑے اور چھوٹے، رعیت اور نواب سب کے لیے ایک ہی قانون بنا رکھا ہے۔ حالانکہ پہلی سرکاروں میں ایسا نہیں تھا چنانچہ یہ شکایت حضرت محل صاحبہ بھی کی تھی۔ دہلوی کی دیسی ریاستوں کے اسحاق کی پالیسی نے ریاستوں میں بے اطمینانی پیدا کر دی تھی۔ اودھ کی ضبطی اور فٹینٹ تھامن کی قانونی پالیسی جس میں زمینداروں کو ختم کیا گیا تھا پہلے ہی آگ لگا چکی تھی۔

غرض یہی سب باتیں حکومت سے ناراضی کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ فریڈرک - جان شور نے اپنی کتاب

NOTES ON INDIAN AFFAIRS میں

۱۷ دہلی اردو اخبار جلد ۱۷ شماره ۲۳ ص ۷۷ (نیشنل آرکائیوز آف انڈیائی دلی)

۱۷ فارین سیکریٹ کنسلٹیشن نمبر ۱۴-۳۰ اپریل ۱۸۵۷ء

۱۷ اٹھارہ سو ستاون ص ۳: ڈاکٹر مین (مقدمہ مولانا آزاد) ہندی ادیشن



اس بات کا پتہ دیا ہے کہ ملک میں یہ آگ اندر ہی اندر ٹلگ رہی تھی، بس ایک چنگاری کرنے کی دیر تھی اور یہ چنگاری مئی ۱۸۵۷ء میں اپنا کام کر گئی۔ لوگ حکومت کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور مقابلے پر آ گئے۔ اس وقت ہر شخص وطن دوستی کے جذبے سے سرشار اور اپنی آزادی کو بحال رکھنے کے لیے ہر قربانی کے واسطے تیار تھا۔ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں اتحاد کا جذبہ عام تھا اور سب ایک آواز تھے۔ ہاں البتہ چند مہاجن، تجارت پیشہ لوگ، مفاد پرست ہندوستانی ملازمین سرکار، بعض تعلقہ دار اور کچھ نواب، راجہ ہمارا راجہ جو انگریزی عملداری میں آرام اور آسائش سے تھے وہ اس تحریک میں ہندوستانیوں کے ساتھ نہ تھے یہ چونکہ فوج کے پاس ہتھیار تھے اور ان کا دل غم و غصے سے بھر چکا تھا۔ اس لیے موقع پا کر پہلے بار کپور (بنگال) کی "چوتیس" اور "انیس" دیسی پلٹن بگڑ گئی اور پھر میرٹھ کے واقعہ نے اس آگ کو بھڑکا دیا جس کی لپیٹ میں تقریباً سارا شمالی ہندوستان آ گیا۔

لے بحوالہ اٹھارہ سو ستاون ص ۱ (ہندی ادیشن)

لے اس حقیقت کا اظہار ارشمن ان الفاظ میں کرتا ہے: "خاص صوبہ شمالی مغربی میں عام طبقات رعایا کا طرز عمل بالکل غیر جانبدارانہ تھا۔ زراعت پیشہ، تجارت پیشہ یا حرفت پیشہ مخلوق نے بغاوت کی موافقت میں کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا.... خاص کر دیائے ستلج کی ریاستوں کے راجاؤں نے غدر کے زمانے میں نہایت قیمتی خدمات انجام دیں۔ راجپوتانہ کے تمام رئیس پورے طور پر وفادار رہے۔ سندھیا ہلکر، بیگم بھوپال اور نواب رام پور نے گورنمنٹ برطانیہ کی طرفداری کی اور میپال کی مجلس حکومت نے انگریزوں کی امداد کے لیے نو ہزار فوج بھیجی تھی۔ دکن میں گیکوڑا ملحقہ صوبہ جات ستارا اور ناگپور کے باشندے نو نظام الملک اور ان کے مدبر وزیر سالار جنگ، بڑے بڑے مرہٹہ جاگیردار اور میسور کے سردار سب کے سب گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ اظہار اطاعت و وفا شعار کر رہے تھے" تاریخ ہند ص ۶۳۲-۶۳۱ (عہد برطانیہ): جے۔ سی۔ ارشمن۔ مترجمہ عبد السلام۔ ۳۷ رجسٹر ۳۴ اور ۱۹ پیادگان ہندوستانی کی "موقفی اور حکم عدولی کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شمارہ نمبر (۱۵) مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۷ء۔ موقفی کا حکم ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو آیا تھا۔

میرٹھ کے واقعہ کے بعد مختلف مقامات پر انگریزی اقتدار کو ختم کرنے کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔ بریلی، شاہ جہاں پور، مراد آباد، کانپور، بدایوں، لکھنؤ، جھانسی وغیرہ یکے بعد دیگرے جہاد آزادی کی ہم میں شریک ہوتے گئے۔

میرٹھ کے واقعہ کی خبر بجپور میں ۱۲ مئی، ۱۸۵۷ء کو پہنچی۔ اس وقت ضلع میں فوج نہ تھی۔ اس لیے ضلع میں فوری طور پر فوجی اقدام کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ کلکٹر ضلع مسٹر ٹیکسلیئر نے صبح حالات دریافت کرنے کی غرض سے کچھ سواروں کو میرٹھ بھیجا لیکن یہ سوار راہ کو پر خطر دیکھ کر لوٹ آئے۔ ایسے حالات میں انگریز کلکٹر ضلع کے امن کو بحال نہ رکھ سکا اور راہیں پر خطر ہوتی گئیں۔ حکام ضلع نے توجہ اس وقت کی جب، ۱۸ مئی کو ایک "سربراہ ڈاک" راہ لی گھاٹ پر ٹٹا، جو مسٹر کاری کے پاس ڈاک اور کچھ روپیہ لے جا رہا تھا۔ اب کلکٹر نے ضلع کے زمینداروں سے امداد کی درخواست کی اور جو دیسی سپاہی چھٹی پر تھے ان کو بھی بلایا۔ ۱۸ مئی، ۱۸۵۷ء کو ایک کمپنی ۲۹- این۔ آئی سہارن پور سے بجپور آئی۔ چونکہ اس وقت اس نے بجپور میں قیام مناسب نہ سمجھا، اس لیے سیدھی مراد آباد چلی گئی۔ ۱۹ مئی کو مراد آباد کا جیل خانہ ٹوٹ گیا اور اسی تاریخ کو "سفرینا" کے تین سو سپاہی روڑکی سے نجیب آباد پہنچے اور وہاں نواب محمود خاں، رئیس نجیب آباد سے ضلع میں انقلابی حکومت قائم کرنے کی درخواست کی اور ضلع سے انگریزوں کو باہر نکال

۱۔ سرکشی ضلع بجپور ص ۵: کلکٹر ضلع نے اپنے خط نمبر ۱۰۶ جنام کشر روہیل کھنڈ میں ۱۳ مئی لکھی ہے اور غالباً اسی کی بنیاد پر سیل سن جلد ششم ص ۱۰ پر بھی یہ تاریخ ملتی ہے اور گزٹیر بجپور میں بھی بغاوت کی ابتداء کی تاریخ ۱۳ مئی درج ہے۔ ۲۔ ملاحظہ فرمائیے گزٹیر بجپور بغاوت کی ابتداء ص ۵۵ ملاحظہ فرمائیے خط نمبر ۱۰۶، از مسٹر ٹیکسلیئر جنام آرکائیوڈ پر اگر نمبر (۲) ص ۳۵ کتاب فرما۔ نیز سرکشی بجپور ص ۵۵ ملاحظہ فرمائیے گزٹیر بجپور بغاوت کی ابتداء ص ۵۵ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے سرکشی ضلع بجپور ص ۵۵۔ ۳۔ سرسید نے بھی انگریزوں کی تعداد مع عہدہ اور تفصیل بیان کی ہے۔ مولانا حالی صرف اتنا لکھتے ہیں کہ اس وقت ضلع میں (باقی صفحہ ۳۲ پر)



دینے کا عزم ظاہر کیا۔ سرسید نے اس گفتگو کا اپنی اس کتاب میں "نجیب آباد والی مصلحت" کے نام سے بار بار ذکر کیا ہے۔ ان سپاہیوں نے ضلع کے دفتر اور خزانے پر قبضہ حاصل کرنا شروع کر دیا اور اب پورے ضلع میں ہم شروع ہو گئی جس میں فوج اور عوام ساتھ ساتھ ہے اسی طرح ہر جگہ ملک میں فوج نے عوام کو ساتھ لیا، دیسی ریاستوں کی مدد حاصل کی اور ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کی جان توڑ کوشش کی۔

اس موقع پر اس تحریک سے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی قانونی حیثیت کیا تھی، جس کے خلاف فوج نے غم و غصے کا اظہار کیا، دراصل کمپنی کا قانونی حق تو صرف اتنا تھا کہ وہ بنگال، بہار اور اڑیسہ میں مغل بادشاہ کی دیوانی کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرے۔ لیکن وہ بہت پہلے اس سے روگردانی کر چکی تھی۔ اسی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کمپنی کے خلاف ہندوستانی فوج کا اقدام بغاوت تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی صرف تجارت کرتی تھی اور اس وقت تک لوگوں کے ذہن میں یہ بات بالکل نہ تھی کہ حکومت کمپنی کی ہے۔

(صفحہ ۳۱ سے آگے)

بیس یورپین، یورٹین عورتوں اور بچوں سمیت تھے (حیات جاوید صفحہ ۱۲۸) لیکن اس کی تفصیل نہیں دی۔ جو یہ تھی: مسٹر ٹیکسیر، کلکٹر، ان کی بیوی اور ایک بچہ۔ مسٹر جی پامر جو انٹنٹ مجسٹریٹ۔ مسٹر آکر، ایک سویلین جو پہاڑ کو جا رہے تھے۔ ڈاکٹر ٹاٹ سول سرجن اور ان کی بیوی۔ مسٹر لی میٹر ہیڈ کلرک، ان کی بیوی اور تین بچے۔ مسٹر جانس اور مسٹر مرنی، دو کلرک مجسٹریٹ کے دفتر میں۔ مسٹر مرنی کی بیوی اور چار بچے اور ایک مسٹر کاوڈ۔ اس طرح کل ۲۰ افراد تھے۔ گریٹر بجنور "غدر کی ابتدا"

۱۵ اسی لیے کلکٹر ضلع نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کنویں میں ڈلو کر محفوظ کرایا تھا اور بعد میں پچاس ہزار روپیہ مسرٹھ کو بھجوا دیا تھا۔ (لاحظہ ہو سرکشی بجنور صفحہ ۱۱)



اس حقیقت کا اظہار سرکشی ضلع بجنور کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس ضلع کے باشندے بھی واضح طور پر یہ نہیں سمجھتے تھے کہ کمپنی کی کیا حیثیت ہے۔ نواب محمود خاں نے اس ضلع میں انقلابی حکومت کے قیام کا اعلان ان الفاظ میں کرایا تھا۔

• خلق خدا کی۔ ملک بادشاہ کا۔ حکم نواب محمود خاں بہادر کا ہے  
اور شہنشاہ دہلی کی طرف سے فرمان شاہی آجانے کے بعد اب یہ بات واضح تھی کہ  
یہاں بادشاہ سے مطلب شہنشاہ دہلی تھا۔ علاوہ ازیں جب بجنور پر چودھریوں کا  
قبضہ ہوا تو ان کی منادی کے الفاظ بھی سرسید نے قلم بند کیے ہیں۔ جو یہ ہیں۔  
"خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم چودھری مین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ  
بجنور والوں اور ہلدور کے چودھری صاحبوں کا ڈھم ڈھم ڈھم ہے"  
اور جب حکام انگریزی کی طرف سے ضلع کا انتظام ڈپٹی رحمت خاں اور سرسید احمد خاں  
صدر امین کے سپرد ہوا تو اس وقت سرسید احمد خاں کی رائے ہوئی کہ منادی کے الفاظ  
زیادہ واضح ہونے چاہئیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

• جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری یہ رائے تھی کہ پرانے لفظ منادی یعنی  
خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم کمپنی بہادر کا بدلے جاویں اور بجائے ملک  
بادشاہ کے، پکارا جائے کہ ملک ملک و کتور یہ شاہ لندن کا کیونکہ منادی  
میں ایسے الفاظ چاہئیں کہ جن سے عوام الناس بغیر شک کے یہ بات  
سمجھیں کہ درحقیقت ملک کس کا ہے اور ہمارا بادشاہ کون ہے اور کس کی

۱۔ سرکشی ضلع بجنور ص ۳

۲۔ ایضاً ص ۴ و ص ۵

۳۔ ایضاً ص ۵

رعیت ہیں " ۱۷

کلائیو نے خود مغل شہنشاہ کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ گورنر جنرل بادشاہ کے دربار میں جاتا تو نذرانہ پیش کرتا۔ خلعت و خطابات سے نوازا جاتا جیسا کہ شہنشاہ دہلی و سرحدوں کے داروں اور ماتحتوں کے ساتھ نوازش کرتے تھے۔ انگریز افسر نہ صرف شہنشاہ دہلی کو نذر پیش کرتے تھے بلکہ شاہزادوں کو بھی نذرین دیتے تھے۔ کمپنی کے نمائندوں کے اس طریقہ عمل کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں:

"برٹن سرکار کے نمائندوں کو راجہ، مہاراجوں اور مغل دربار کے مقامی حاکموں کی خوشامد، منت اور چاہوسی کرنے میں کچھ تامل ہوتا؛ لیکن کمپنی کے نمائندوں میں ایسی کوئی بات نہ تھی وہ چھوٹے سے چھوٹے حاکم کی اسی طرح خوشامد کرتے تھے جس طرح ہندوستانی تاجدار کرتے تھے۔ سود خوری اور ظلم کرتے ہوئے انھیں اس بات کا ڈر نہ تھا کہ اس کے لیے ان کی اپنی سرکار (برطانیہ) انھیں کچھ کہے گی!" ۱۸

کمپنی رفتہ رفتہ اپنی طاقت بڑھاتی رہی اور بالآخر ملک کے اثر و اقتدار کی مالک بنی گئی جب ۱۸۰۳ء میں سلج تک اس نے اپنا علاقہ حاصل کر لیا تب رعایا کو یہ احساس ہوا کہ یہ تجارتی کمپنی بادشاہ بن گئی۔ ہسٹنگز اپنے زمانے میں شہنشاہ دہلی سے بجائے کھڑے ہو کر بیٹھ کر بات کرنے کی اجازت اور نذرانے سے معافی حاصل کر رہی چکا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۸۳۵ء میں کمپنی نے اپنے کو سیاسی اور فوجی اعتبار سے اتنا طاقتور

۱۷ سرگشی ضلع بجنور ص ۷۵ ۱۸ اٹھارہ سو ستاون ص ۷۵ : ڈاکٹر سین (مقدمہ مولانا

آزاد) ہندی ادیشن ۱۷ دہلی اردو اخبار جلد ۱۷ شماره (۲۱۶) "حضور والا"

۱۸ اٹھارہ سو ستاون ص ۷۵ : ڈاکٹر سین (مقدمہ مولانا آزاد)



بنالیا تھا کہ بادشاہ کا نام ہٹا کر اپنا سکہ چلا دیا اور اسی سال حکومت کی زبان فارسی کو بھی ختم کیا جو مغلیہ عہد میں ہندو مسلمانوں کی یگانگت اور یک جہتی کی علامت تھی۔

ان حالات کو دیکھ کر عوام اور فوجیوں کو پورا احساس ہو گیا کہ کمپنی محض تجارت نہیں کرتی بلکہ حاکم بن گئی ہے۔ اس احساس نے بھی تحریک آزادی کی تقریباً ۲۲ برس پہلے آبیاری شروع کر دی تھی۔

اس اثر و اقتدار کے قائم کرنے میں کمپنی کے عہدے دار ہر قسم کی شاطرانہ چالوں، غاصبانہ اقدام، بد عہدی، سب ہی کو کام میں لائے، ہندوستان کے بعض نواب اور راجہ ان کا شکار ہوتے گئے۔

۱۸۵۷ء سے قبل ہی انگریز اپنے آپ کو اس کے لیے تیار پاتے تھے کہ ہندستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا قلع قمع کر دیں۔ پہلے شاہانِ اودھ پر نظر اتفاقات مبذول ہوئی جن کا دائرہ حکومت ۱۸۰۱ء میں پہلے ہی کافی محدود کر دیا گیا تھا اور پھر نصف صدی بعد جیسا کہ نجم الغنی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے، ان کے لیے قصداً عیش و عشرت اور لہو و لعب کے اسباب ہتیا کیے گئے اور پھر ایک انفر تحقیقات کے لیے مقرر کیا گیا کہ اودھ کی بد انتظامی کی تفصیلات قلم بند کرے اور اس کے سد باب کی مناسب تجاویز پیش کرے۔ تجویز پیش ہوئی، اور طے ہوا کہ واجد علی شاہ کو معزول کر دیا جائے۔ یہ معزول کرنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے جو اشتہار ہر تھانہ پر لگایا گیا اس کا ایک ایک لفظ کمپنی کے گورنر جنرل کی شاطرانہ پالیسی کا مظہر ہے نجم الغنی تاریخ اودھ جلد پنجم میں لکھتے ہیں:

لہ اور اس کا نتیجہ بقول مارشمن یہ نکلا کہ اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی تخلیق تاج نے دھائی سو سال پہلے اس غرض سے کی تھی کہ بڑا نوئی تجارت کو مشرقی ممالک میں وسعت دے لیکن اس کمپنی نے اپنی کارگزاری ختم کرتے وقت تاج کو ایسی سلطنت منتقل کی جو روم کی سلطنت سے بھی زیادہ شاندار تھی۔ تاریخ ہند (عہد جدید) ص ۲۱۹، ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔ لہ شعراقبال ص ۱۲۱: سید عابد علی۔



”واجہ علی شاہ کی معزولی کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے جو اشتہار ہر تھانہ پر لگایا گیا تھا اس میں درج ہو کہ ملک اودھ کی رعایا برباد ہو رہی ہے۔ فوج تنخواہ سے محروم ہے، آئین و عدل کا نام و نشان نہیں ڈاکوؤں کے غول علاقوں کو برباد کرتے ہیں۔ سرکار انگریز ان خرابیوں اور برائیوں کی زیادہ متحمل نہیں ہو سکتی اور اب اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ ملک اودھ کا تمام انتظام ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کے سپرد کر دیا جائے۔“

چونکہ ضلع بجنور ۱۷۷۲ء سے ۱۸۰۱ء تک سلطنت اودھ میں شامل رہا، لہذا اس دور کی تمام باتوں کا اثر اس ضلع پر پڑتا رہا۔

نجیب الدولہ کی وفات (۴ اکتوبر ۱۷۷۲ء) کے بعد ان کے بیٹے ضابطہ خاں کی اس ضلع پر حکمرانی رہی لیکن بعض حالات کی بنا پر ضابطہ خاں کو شاہی فوجوں کا مقابلہ (۲۳ فروری ۱۷۷۲ء) سکرتال کے مقام پر کرنا پڑا۔ جس میں اسے شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر پتھر گڑھ (نجیب آباد) کے قلعہ میں آیا لیکن ۱۶ مارچ ۱۷۷۲ء کو پتھر گڑھ کا قلعہ بھی خالی کر دینا پڑا۔ چونکہ شاہی فوجوں کے ساتھ مرہٹوں کی فوجیں بھی تھیں اس لیے اس ضلع پر ضابطہ خاں کی شکست کے بعد دراصل مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ ایسی صورت میں ضابطہ خاں نے شجاع الدولہ دالی اودھ سے مدد مانگی۔ اور ایک صلح نامہ ۱۵ جون ۱۷۷۲ء کو ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ دالی اودھ روہیل کھنڈ سے مرہٹوں کو نکال دیں اور اس کے عوض روہیلے ان کو تین سال میں ۴۰ لاکھ روپیہ ادا کریں لیکن جب یہ روپیہ ادا نہ ہو سکا تو ۱۷۷۲ء میں روہیل کھنڈ کا یہ علاقہ

---

۱۷ تاریخ اودھ جلد پنجم از ص ۲۵ تا ۲۷: نجم الغنی (۱۹۱۹ء) (نقل اشتہار گورنمنٹ انگریزی جو ہر تھانے پر لگایا گیا۔ ۷ فروری ۱۸۵۶ء)

۱۷ بہادر شاہ ظفر ص: ۱۷: امیر احمد علوی۔

۱۷ بجنور گزیٹیئر (ضابطہ خاں)

شجاع الدولہ نے حاصل کر لیا اور ضابطہ خاں کا اس ضلع سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اور اس طرح یہ ضلع سلطنت اودھ کا حصہ ہو گیا۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی چالاکیوں سے سلطنت اودھ پر اتنا قرضہ بڑھا دیا کہ جس کو وہ ادا نہ کر سکے تو اس کے عوض روہیل کھنڈ اور دو آب کا علاقہ ایک ضلع نامہ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۵۷ء کے ذریعے حاصل کر لیا اور اس طرح ضلع بجنور ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے میں آ گیا۔ یہ قبضہ ۷ جون ۱۸۵۷ء تک رہا جس کے بعد یہاں نواب محمود خاں نے انقلابی حکومت قائم کی جو ۱۸ اپریل ۱۸۵۸ء تک رہی اور اس کے بعد پھر دوبارہ یہ ضلع کمپنی کی حکومت اور پھر تاج برطانیہ کے زیر نگین رہا تا آنکہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کے ساتھ اس ضلع نے بھی آزادی حاصل کی۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ۱۸۵۷ء میں کمپنی کی حیثیت ایک جائز حکمران کی نہ تھی بلکہ پوزیشن یہ تھی کہ ملک کی کمزوری اور یہاں کی طبائف الملوکی کی وجہ سے اس کو خاصانہ اقدام کا موقع مل گیا تھا۔ اور اسی لیے اکثر علماء نے اس

لے سرکشی ضلع بجنور ص ۳۱: سر سید احمد خاں

۱۷ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضلع بجنور کی مختصر تاریخ پیش کر دی جائے: بعض مقامی روایتوں سے اس ضلع کی قدیم تاریخ کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ چکرورتی ہمارا جہ بھرت جن کے نام پر اس ملک کا نام "بھارت" رکھا گیا، ان کی والدہ سنگتلا کی پیدائش اسی ضلع کی سرزمین پر ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ پرگنہ بانٹ کے قریب ایک مندر سیتا بانی کے مقام پر سیتا جی کی مقدس یادگار ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس راجہ تبین نے اس ضلع کو بسایا تھا وہ ہمارا جہ رام چندر کے ہم عصر تھے۔ قصبہ دارانگر کے قریب ہستنا پور میں ہمارا بھارت کے زمانے کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ ودرجی کا مشہور مندر بھی یہیں موجود ہے۔ (۳۲۲ ق م۔ ۳۹۸ ق م) کے درمیان یہ ضلع ہمارا جہ چندر گپت کی قلمرو میں شامل تھا۔ سلوکس کا مشہور سفیر سگتھینز نے اپنے سفر نامے میں دریا سے ۱۰ ایری نیر کے نام سے جس ندی کا ذکر کیا ہے وہ اسی ضلع کی ندی مانن اور یہی وہ مانن ندی ہے جس کا ذکر کالیہ اس نے اپنے شہرہ آفاق نامک سنگتلا میں مانن کے نام سے کیا ہے۔ گنگا کے کھاد میں بمقام (صفحہ ۳۸ پر دیکھئے)



(صفحہ ۲۷ سے آگے)

ٹیپ راجہ کشن واسدیو اور راجہ کشن: ہرنیکا کے سکے پائے گئے ہیں۔ اس سے بھی اس ضلع کی قدیم تاریخ کا علم ہوتا ہے (۶۰۶ ق م - ۶۴۷ ق م) ہرش وردھن کے زمانے میں چینی سیاح ہیوان سانگ آیا خیال ہے کہ اس نے "موٹی پور" کے نام سے جس جگہ کا ذکر کیا ہے یہ وہی جگہ ہے جو آج کل منڈا اور کے نام سے مشہور ہے۔ بدھ زمانے کی یادگاریں یہاں نجیب آباد کے قریب موڑدھج کے قلعہ کے قریب دجار میں کھدائی ہونے پر چند کتبے اور کندہ تختیاں ملیں جو عجائب خانہ لکھنؤ میں موجود ہیں۔

مسلمانوں کے ابتدائی دور کی یادگار ۱۱۹۳ء میں بنوائی ہوئی سلطان شہاب الدین کی ایک مسجد منڈا اور میں موجود ہے۔ جلال آباد سلطان جلال الدین کا بسایا ہوا ہے۔ علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء - ۱۳۱۶ء) کے دور کے ہندوستان کا ذکر حضرت امیر خسرو کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق یہ ضلع ایک اچھی شکار گاہ تھا کہتے ہیں کہ تیمور کا گزر بھی گنگا کے کنارے کنارے اس ضلع میں ہوا تھا، ۱۴۰۰ء لغایت ۱۴۵۰ء کے درمیان بجنور کا تعلق سلطنت کھٹیر سے رہا اور پھر بودیوں کے زمانے میں یہ ضلع سلطنت دہلی میں آگیا۔ ۱۵۲۶ء میں شہنشاہ بابر نے زاہد خاں کو اس ضلع کا چارج لینے بھیجا تھا۔ ۱۵۴۱ء میں بہایوں کی شکست کے بعد عیسیٰ خاں کلکا پوری کا مغربی ردھیل کھنڈ پر قبضہ رہا۔ ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء اکبر اعظم کے زمانے میں اس ضلع کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ ۱۶۰۵ء تا ۱۷۰۷ء یہ ضلع جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانے میں بدستور شاہانِ دہلی کی حکومت میں رہا اور یہاں امن و امان رہا۔ مغلوں کی کمزوری کے زمانے میں ۱۷۰۷ء سے ۱۷۶۴ء تک یہاں ردھیلوں اور مرہٹوں کا زور رہا اور بالآخر ۱۷۶۴ء میں سلطنت اودھ میں شامل ہو گیا اور بعد ازاں ۱۷۸۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا اس ضلع پر قبضہ ہو گیا۔



اس سرکشی کو موجودہ مرحلہ میں سپاہیوں کی بغاوت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔  
یقیناً اس کا آغاز سپاہیوں سے ہوا لیکن بہت جلد اس کی حقیقت آشکارا  
ہو گئی۔ یعنی یہ اسلامی بغاوت تھی۔<sup>۱۵</sup>

جن علماء نے اس کو جہاد تصور کیا تھا انھوں نے اپنے دستخطوں سے یہ فتویٰ رسالے  
کی شکل میں شائع بھی کیا: اخبار النفر دہلی (دہلی آرڈو اخبار) کے کئی شماروں میں اس  
کی مشہوری ہوتی رہی۔ اس سے قبل بھی مولانا سید احمد شہید<sup>۱۶</sup> اور مولانا محمد اسماعیل شہید<sup>۱۷</sup> کی  
تحریکوں نے مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے مقابلے میں جہاد کرنے کا جذبہ پیدا  
کر دیا تھا۔

بعض علماء کو اس سے اختلاف بھی رہا۔ بہر حال یہ ایک وقتی مسئلہ تھا کہ اسلامی  
نقطہ نظر سے یہ تحریک "جہاد" تھی یا نہیں۔ اس سے یہاں کچھ بحث نہیں۔ یہاں صرف  
یہ عرض کرنا ہے کہ ضلع بجنور میں بھی ان دنوں یہ مسئلہ سامنے آیا۔ چنانچہ بقول سرسید  
منیر خاں جہادی نے محمدی جھنڈا کھڑا کیا<sup>۱۸</sup> اور مسلمانوں کو اس کے نیچے جمع کیا۔ جب  
سرسید احمد خاں سے اس مسئلہ پر اس کی گفتگو ہوئی تو سرسید نے کہا یہ "شرع کے بموجب جہاد  
نہیں ہے۔"<sup>۱۹</sup> اور پھر دوسرے دن مولوی علیم الشریعہ بجنور سے جب منیر خاں نے  
اس باب میں بات چیت کی تو انھوں نے بھی اس کو "بہت دلیلوں سے قائل کیا کہ مذہب  
کی رد سے جہاد نہیں ہے۔" اگرچہ بعض علماء نے اس تحریک کو جہاد کہنے سے انکار کر دیا  
تھا لیکن انگریزوں پر اس کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ ان کی نظر میں ہر مسلمان باغی تھا۔ منشی

<sup>۱۵</sup> ہندوستانی مسلمان ۱۴۵، اخذ شدہ: غلام رسول قہر ۱۵ دہلی آرڈو اخبار جلد ۱۹ شماره نمبر ان ۲۱ و

۳۲ و ۳۳ اور ۳۴ - (نوٹ: اس فتویٰ کا ایک فوٹو گراف نوائے آزادی میں بھی صفحہ ۷ کے بعد

دیا گیا ہے جس میں ان علماء کے ناموں کا بھی پتہ چل سکتا ہے جنھوں نے اس پر مہر کی تھیں [مرتب] )

۱۵ سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۹۵ ۱۴ ایضاً صفحہ ۳۸ ۱۵ ایضاً صفحہ ۳۸

ذکار الشہداء ایک معاصر مؤرخ ہیں۔ لکھتے ہیں:

”ایک انگریز کاشیوہ یہ ہو گیا تھا کہ ہر مسلمان کو باغی سمجھتا تھا۔ ہر ایک سے پوچھتا، ہندو ہے یا مسلمان؟ جواب میں مسلمان سنتے ہی گولی سے مار دیتا۔<sup>۱۱۲</sup> انگریز حکام نے رعایا سے لے کر بادشاہ تک کسی کے ساتھ بھی حسن سلوک کا ثبوت نہیں دیا۔ ایسے واقعات کا سار بنیں پتہ دیتی ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ کمپنی کے حکام نے بہادر شاہ ظفر شہنشاہِ دہلی کے دورِ حکومت (۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۸ء) میں یہ طے کر لیا تھا کہ بادشاہ کو جتنا ذلیل کیا جاسکتا ہے، کر دینا چاہیے تاکہ جب اس کو معزول کیا جائے تو لوگوں کو کوئی افسوس اور تعجب نہ ہو۔ لیکن ہندوستانیوں کے دل میں شہنشاہِ دہلی کی عزت اور عظمت ابھی تک باقی تھی۔ اگرچہ وہ کمپنی کا وظیفہ خوار تھا، نہ اس کے پاس فوج تھی نہ دولت و ثروت اور حکومت بھی دتی کے لال قلعہ تک محدود رہ گئی تھی۔ اس پر بھی وہ اہل ہند کی نظر میں سلطنت کا جائز وارث تھا اور وہ اُن لوگوں کے ساتھ تھے جو انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے۔ ان کی اولاد نے شامانہ ممکنات اور وقار سے کام لیا اور وہ جلال جو مغل شاہزادوں کو زندگی میں نصیب نہ ہوا تھا شہادت کی موت نے اُن کو عطا کر دیا۔ جنرل بخت خاں اور دوسرے

۱۱۲ عروج سلطنت انگلشیہ ص ۱۱۲

۱۱۳ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں: ”فوراً ہی اس شورش نے دتھریک شہ (۱۸۵۷ء) عوامی جنگ کی شکل اختیار کر لی جس میں ہندو مسلمانوں نے دوش بدوش حصہ لیا۔ سپاہیوں نے دہلی کی طرف کوچ کیا جو مغل سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی قیام گاہ تھی اور اُن کو اس جنگ کا قائد اور رہنما، متحدہ حب الوطنی اور عوامی جدوجہد کا نشان، ہندوستان کا قانونی بادشاہ اور نامور مغل بادشاہوں کا وارث اور جانشین قرار دیا۔ ہندوستان کے کونے کونے میں ان کے نام پر اور ان کے جھنڈے کے نیچے جنگ کی گئی۔ لوگ ان کو مذہبی اور قومی جنگ کا ہیرو سمجھتے رہے اور دہلی کو آزاد ہندوستان کا پایہ تخت کسی کو بھی اس سے اختلاف نہ تھا۔“

(ہندوستانی مسلمان ص ۱۳۹)



مجاہدین آزادی نے فوج اور رعایا دونوں میں ایک عزم اور حوصلہ کی لہر دوڑادی۔ انھوں نے پوری مستعدی اور جاں بازی کے ساتھ غیر ملکی حکومت کا مقابلہ کیا۔ شہنشاہِ دہلی کے سپہ سالارِ اعظم جنرل بخت خاں کی ماسعی جملہ کا سرسری موقع ملاحظہ فرمائیے:

”دربارِ دہلی کی سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ اس کے پاس روپیہ نہ تھا۔ بخت خاں نے جہاں لوٹ مار بند کی، نظم قائم کیا، وہاں ساہوکاروں اور سیٹھوں کے ذریعے سے روپیہ قرض لینے کے لیے بھی تدبیریں اختیار کیں۔ اس کے حوالے منشی جیون لال کے روزنامے میں جا بجا ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود بادشاہ نے بھی اپنے ملازموں کی تنخواہ کا انتظام اسی کے ذمے لگا دیا تھا۔“

”اس نے منادی کرادی کہ تمام دوکاندار اپنے پاس ہتھیار رکھیں جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں وہ مفت سرکار سے لے جائے۔ جو سپاہی لوٹ مار کرتا ہوا پکڑا جائے گا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ جس کے پاس گولی بارود ہو، وہ میگزین کے حوالے کر دے ورنہ سزا پائے گا۔“

”جس شخص پر انگریزوں کی طرف داری کرنے یا انھیں چھپانے کا الزام لگتا تھا، اس کے گھر پر سب سے پہلے دھڑکتے تھے۔ چنانچہ نواب جھجر کے ایک ہندو داروغہ پر ایسا ہی الزام لگا اور لوگوں نے اس کی پچاس ہزار کی جائداد لوٹ لی۔ بخت خاں کو پتہ چلا تو سپاہی اس ظلم کی روک تھام کے لیے بھیج دیے۔“

”بہادر شاہ کی ایک بڑی کوشش یہ تھی کہ سپہ سالاروں اور مسلمانوں میں

۱۸۵۷ء کے مجاہد ص ۱۷

۱۸۵۷ء کے مجاہد ص ۱۷

۱۸۵۷ء ایضاً ص ۱۷

۱۸۵۷ء ایضاً ص ۱۷



پھوٹ نہ پڑے۔ اسی مصلحت کے پیش نظر اس نے شہر میں ذبیحہ گاہاؤ بند  
کرایا تھا۔

بخت خاں نے مختلف راجاؤں اور والیان ریاست سے بھی خط و کتابت  
کا انتظام کیا تھا اور بعض کی عرضداشتیں اسی کے ذریعہ سے دربار میں  
پیش ہوئی تھیں۔

والیان ریاست، نوابوں اور راجاؤں کا یہ حال تھا کہ نانا صاحب نے بھی  
مرٹوں اور مغلوں کے پرانے جھگڑے بھول کر اپنے آپ کو مغل سرکار کا صوبیدار  
کہا، حکم اور سکہ بہادر شاہ کا چلایا۔ دوسرے نوابوں اور راجاؤں کا بھی یہی طرز  
عمل رہا۔ چنانچہ جب ضلع بجنور میں نواب محمود خاں نے اپنی حکومت قائم کی تو بہادر شاہ  
ظفر شہنشاہ دہلی سے فرمان حاصل کیا اور میر صادق علی و میر رستم علی نے بھی چاند پور  
(ضلع بجنور) کے نظم و نسق کو چلانے کی اجازت شہنشاہ دہلی سے حاصل کی تھی۔ اس  
ضلع والوں نے اس تعلق کو شہنشاہ دہلی سے برابر قائم رکھا جس کا انکشاف  
"اخبار دربار" سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"عرضی محمد محمود خاں متوطن نجیب آباد بغرض صفائی دُخس خاشاک  
کفرستان انگریزی از ساخت ضلاع بجنور و آزدوی دریائے گنگ  
اور انتظام و انصرام نواح مرقومہ باقبال عدد مال حضرت  
شاہنشاہی اور عذر عدم حضور ئے دربار بسبب هجوم آوری بد معاشان  
قطاع الطريق و درہمی و برہمی مردمان شہر و دیہات و قریات  
مشرف بملاحظہ ہوئی ارشاد ہوا کہ شفقہ کرامت مرقومہ جواب میں جاری ہو۔"

۱۷ دور دزناچے صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷

۱۷ ایضاً صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷ ۱۸۵۴ء کے مجامعہ صفحہ ۱۷

اسی ضلع کی ایک دوسری عرضی کا ذکر بھی "اخبار دربار" کرتا ہے :  
 "عرضی بھنبو خاں برادر غلام قادر خاں نجیب آباد سے آئی کہ سب  
 کفار نگوں سار کو قتل کر ڈالا اور انتظام اس نواح کا باقبال بندگان  
 اقدس کر لیا۔ ارشاد ہوا کہ جواب لکھا جاوے" ۱۷

اس طرح یہ سب مجاہدین آزادی شہنشاہِ دہلی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر  
 ایسٹ انڈیا کمپنی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بلاشبہ ہندوستان میں وطن دوستی، اتحاد  
 گرم جوشی اور دلولہ کا ایسا منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ اگرچہ تحریک کی فکری اور عملی قیادت  
 میں حضرت محل، رانی لکشمی بائی، جنرل بخت خاں، عظیم اللہ خاں، ڈھونڈو  
 پت نانا، خان بہادر خاں مولانا احمد اللہ، تانیا ٹوپا، مولانا لیاقت علی اور  
 نواب محمود خاں وغیرہ پیش پیش تھے کیونکہ یہ سب اپنے اپنے علاقے میں اپنی  
 حکومت کے جائز وارث اور حقدار تھے۔ لیکن ہر علاقے کے عوام بھی اپنے  
 اپنے علاقوں کے انقلابی رہنماؤں کے ساتھ رہے۔ بجنور میں بھی عوام نے  
 نواب محمود خاں کا ساتھ دیا۔ وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سرسید نواب  
 محمود خاں کے خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"(یہ) خاندان پھر لوگوں کی نظروں میں سما گیا تھا اور اسی سبب  
 سے ہر ایک شخص ضلع کا، اپنے تئیں قدیم متوسل اور پرانا نمک خوار  
 اور پشتینی تاجدار (نا) محمود خاں کا سمجھتا تھا اور ایسے ترزلزل کے  
 وقت میں ہر ایک کی نگاہ اسی پر پڑتی تھی" ۱۸

۱۷ نوٹ: یہاں اخبار میں نواب محمود خاں پسر کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے۔ کیوں کہ نواب بھنبو خاں  
 کا اس وقت انتقال ہو چکا تھا۔ ۱۸ دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شماره (۳۱)  
 ۱۹ سرکش ضلع بجنور ص ۲۱



چنانچہ جب نواب محمود خاں نے فوج اور انقلابیوں کی رہنمائی کی تو عوام نے بھی فوج کا ساتھ دیا۔ ان کی رسد کا انتظام کیا اور بعض موقعوں پر خاطر مدارات بھی کیں۔ عوام پر مثل ایک کثیر فوج اس ضلع میں اس وقت موجود تھی سفر میں کمپنی کے تہلنگے جب دھام پور میں پہنچے تو ایک شخص سسٹمی ہر سکھ رائے لوہیا جس کے یہاں اس دن بارات تھی ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیا۔ سرسید کا بیان ہے:

”غرض کہ وہ تہلنگے جو گینگنہ آئے تھے وہاں سے دھام پور کو روانہ ہوئے  
..... ہر سکھ رائے لوہیا کے ہاں اس دن بارات تھی۔ اس نے بارات  
کا کھانا اور بہت اچھی اچھی ٹھائیاں تہلنگوں کو دی اور رسد بھی شہر  
والوں نے جمع کر دی۔“

چنانچہ یہ ایک مسئلہ تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں تقریباً ان علاقوں کے سب ہی ہندوستانی دل و جان سے شریک تھے۔ سوائے بعض افراد اور کچھ مفاد پرست طبقوں کے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ شرکت ہی سے گریز کیا ہو، بلکہ انگریزوں کا ساتھ بھی دیا۔ یہ حالات کا تقاضا تھا۔ اس زمانے کی سی تنظیم کی اس وقت توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی اسی لیے یہ جنگ غیر منظم طریقے سے لڑی گئی۔ مقابلہ سخت تھا انگریز غالب آ گئے اور انہوں نے ظلم و ستم اور جبر و زیادتی کے وہ مظاہر کیے جن کی مثال دنیا کی تاریخی یادداشتوں میں بہت کم ملے گی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک پر

لے سرکشی ضلع بجنور ص ۱۲۱: سرسید احمد خاں

لے جان لارنس نے انگریزی کمانڈر کو دسمبر ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا: ”مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس طریقے پر بلا امتیاز تمام طبقوں کو لوٹا ہے اس کے لیے ہم پر ہمیشہ نعت بھیجی جائے گی اور یہ فعل حق بجانب ہوگا۔“

BASWARTH SMITH: LIFE OF LORD LAWRANCE V.2

PAGE. 158



انگریزی حکومت کی گرفت اور مضبوط ہو گئی۔ آزادی کے جاں نثاروں کو جام شہادت پینے کی سعادت نصیب ہوئی اور ہندوستانیوں کو ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑے۔

اس ضلع میں بھی جب انگریز دوبارہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو قتل و آتش زنی، بربادی اور تباہی، لوٹ مار، ہرات کو روار کھا۔ جس کی تفصیل کتاب کے آخری صفحات خود پیش کرتے ہیں۔

اس جنگ میں ناکامی کی جہاں اور بہت سی وجہیں تھیں وہاں تنظیم اور تربیت کا فقدان، ہتھیاروں کی کمی بلکہ نئے طرز کے ہتھیاروں سے محرومی، غریبی، آپس کی پھوٹ، بعض ہندوستانیوں کی ملک و قوم سے غداری اور مخبری خاص طور پر وہ ارباب تھے جو اس ضلع میں بھی سامنے آئے۔

سرکشی ضلع بجنور کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لنگوں کی کمپنی، اور نواب کے سپاہیوں کے علاوہ جن کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی فوجیوں میں غول کے غول غیر تربیت یافتہ تھے جن کو آزادی کی لگن اور جہاد کا جذبہ مقابلہ کے لیے لے آیا تھا۔ اس جذبے اور لگن کے علاوہ اور کوئی دوسری تنظیم ان لوگوں میں نہ تھی۔ تعداد کے لحاظ سے ان کے پاس ہتھیار بھی کافی نہ تھے اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ نئے قسم کے اسلحہ اور آلات سے یہ لوگ بالکل محروم تھے جبکہ انگریزی فوجوں کے پاس نئی قسم کی توپیں، رائفلیں اور دوسرے قسم کے ضروری آلات تھے مثلاً کنکھل کے مقام پر مسٹر ڈرینڈر نے دور بین کے ذریعے نواب کی فوج کو دور ہی سے آتے ہوئے دیکھ کر نہر کا پانی گنگا میں چھوڑ دیا اور اس وجہ سے نواب کی فوج تین حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ کچھ گنگا کے اس پار رہ گئی۔ کچھ سپاہی پانی میں گھر گئے

لے سرکشی ضلع بجنور ۱۲۲۲ء

کتاب کے مطالعہ سے ہوگا۔ یہاں صرف چند ایسے اشارے ہی کیے جاسکتے ہیں جو کتاب کے سمجھنے میں مدد دیں۔

اس کتاب میں ۱۲ مئی ۱۸۵۷ء سے آخر اپریل ۱۸۵۷ء تک تقریباً ایک سال کے واقعات و حالات جو ضلع بجنور میں رونما ہوئے، بیان کیے گئے ہیں۔ اسی سلسلے میں نواب محمود خاں، انگریز عہدے داروں، ہندوستانی افسروں اور ضلع کے دوسرے اثر و اقتدار رکھنے والے حضرات کی خط و کتابت بھی درج کی گئی ہے۔ یہ خط و کتابت حالات کے سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے۔

۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کو ضلع میں غارت گری کا پہلا واقعہ ہوا۔ ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء کو بجنور کا جیل خانہ ٹوٹ گیا اور ضلع میں عام بد نظمی شروع ہو گئی۔ اگرچہ سرسید نے جابجا انگریز حکام کی بیدار مغزی، امن کو بحال رکھنے کی کوششوں اور ان مختلف تدابیر کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ ضلع کو فتنہ و فساد اور لوٹ مار سے محفوظ رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن واقعات یہ بھی بتا رہے ہیں کہ انگریز حکام اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کتاب ایک طرف تو عوام کی ہنگام آرائی اور فساد کو پیش کرتی ہے لیکن دوسری طرف ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور ضلع کے با اثر حضرات نے دلیسی فوجی دستوں کے لیے رسد وغیرہ کا بھی انتظام کیا اور ان کی کوششوں میں ہر قسم کی مدد دی انگریز حکام اور کمپنی کے افسروں کے مقابلہ میں عوام متحد نظر آتے ہیں اور اپنے اپنے علاقوں کے با اثر لوگوں کے ہمراہ معرکوں میں شریک رہتے ہیں۔ سرسید کے بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مخالفت انگریز حکام سے تھی۔ آپس میں نہ تھی۔ سوائے چند ایسے حادثات اور واقعات کے جو کسی طرح کی ذاتی عداوتوں کے باعث پیش آئے۔ لوٹ مار اور غارت گری کے جو کچھ واقعات



اس ضلع میں ہوئے، وہ اس ضلع کے عوام کے افلاس تنگ دستی، غریبی اور علم سے بے بہرہ رہنے کا کھلا ثبوت ہیں جس کی ذمہ داری بلاشبہ کمپنی پر تھی۔ جو نصف صدی (۱۸۰۱ء تا ۱۸۵۷ء) میں بھی اس ضلع سے ان باتوں کو ختم نہ کر سکی تھی۔ بلکہ اس نے صرف نفع خوری، تاجرانہ استحصال اور حکمرانی کے جذبے کی خاطر ضلع میں چند مفاد پرستوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا تھا جو عوام سے زیادہ دور اور حکام اور افسروں سے زیادہ قریب ہو گیا تھا۔ اور اب جب کہ عوام کی غیرت اور خود داری نے انہیں حکومت کے خلاف کمر بستہ ہونے پر مجبور کر دیا تھا تو ضلع کے یہی روسا، اپنی حفاظت کے لیے نکر مند ہو گئے تھے۔ افسران کمپنی کو بھی اس وقت کئی فکریں و امن گیر تھیں۔ انقلابی فوج کا خدشہ اور عوام کے بے قابو ہو جانے کا ڈر تھا۔ مقامی بااثر حضرات کی طرف سے بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ کمپنی کے بعض ہندوستانی ملازمین بھی تذبذب کی حالت میں تھے اور دل سے حکومت کے ساتھ نہ تھے۔ نواب محمود خاں کا ضلع میں پوری طرح اثر تھا اور ان کے مقابلہ میں ضلع میں کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو سامنے آنے کا خیال بھی رکھتی ہو۔ پورے ضلع کے باشندے نواب سے خوش اور ان کے ساتھ تھے۔ سرسید بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں:

”اس زمانے میں بجنور میں یہ آفت ہو گئی تھی کہ ہر ایک شخص کے دل میں جھم گیا تھا کہ سرکار کی عمل داری اٹھ جاوے گی اور بے شبہ (نا) محمود خاں مندر حکومت پر بیٹھے گا اس لیے ہر شخص اس ضلع کا رہنے والا اس سے راہ و رسم رکھنی ضروری سمجھتا تھا۔ اس بنایہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب ہمارے نوکر بھی (نا) محمود خاں

۱۷ سرکشی ضلع بجنور ص ۱۶ ۱۸ ایضاً ص ۱۹ ۱۹ ایضاً ص ۲۰



کے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم کو ہرگز توقع نہ تھی کہ بڑے وقت پر یہ لوگ ہمارا ساتھ دیوں گے بلکہ ہم یقین جانتے تھے کہ یہ سب (نا) محمود خاں کے ساتھ ہو جائیں گے..... جب سب لوگوں کو یقین ہو جاوے گا کہ فوج آتی ہے اور راستہ میں ہے تو جتنے لوگ یہاں ہیں کوئی بھی ہمارا ساتھ نہیں دینے کا اور ہم کو ایک ایسا چوہا تک بھی میسر نہیں آنے کا جو حکام انگریزی کی رفاقت کر کے گنگا پار کسی امن کی جگہ تک ان کو پہنچا دے۔

عوام تو حکام انگریزی کے رفیق تھے ہی نہیں، روسا، ضلع کا بھی فی الحقیقت یہی حال تھا، چنانچہ جب کلکٹر ضلع نے اُن سے کمک طلب کی تو انھوں نے صرف پانچ پانچ سوار دیئے جو یقیناً اس بات کا گھڑا ثبوت تھا کہ وہ نواب محمود خاں کی موجودگی میں انگریزی حکام کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ ضلع کے چودھری صاحبان نے نہ صرف یہ کہ انگریزی افسروں کو کمک نہ پہنچائی بلکہ توپوں کو بھی، جو اُن کے پاس تھیں، انگریزی حکام کے حوالے کرنے سے گریز کیا۔ سرسید اسی پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”مگر یہ قلیل کمک اس بڑے فساد کو رفع نہیں کر سکتی تھی۔ افسوس

ہے کہ ان رئیسوں میں سے کسی نے توپ کے موجود ہونے کا اقرار نہ کیا۔“

انگریز مجبور ہو کر جب ضلع سے جانے لگے تو سوال پیدا ہوا کہ ضلع کا انتظام کس کے سپرد کریں۔ سرسید کے بیان کے مطابق جب کلکٹر ضلع نے چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدورا اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور سے پوچھا کہ وہ

۵۲ ایضاً ۱۵

۱۶ سرکشی ضلع بجنور ۲۳ و ۲۴

۵۰





یقیناً نواب موصوف نے پوری حفاظت کے ساتھ حکام انگریزی کو ضلع سے چلے جانے میں مدد دی۔ کیونکہ سرسید نے نواب کی طرف سے کئی جملے اس قسم کے لکھے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کلکٹر ضلع کی مذکورہ بالا یہ درخواست نواب نے ٹھکرائی نہ تھی۔ مثلاً سرسید کا بیان ہے: "نواب محمود خاں نے انگریزوں کے متعلق کہا تھا "اگر جاننا ہے تو آج سب چلے جاویں ورنہ میرا منہ کالا ہوگا یعنی کوئی مارا جائے گا"۔۔۔۔۔ یا "میں صاحب کلکٹر سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں نہ رہیں اور جو شرط نہک حلالی کی تھی اس سے میں ادا ہوا۔ اب چاہے جاویں۔ چاہے نہ جاویں"۔ سرسید نے ایک جگہ کلکٹر ضلع کے ہمراہ جانے والے سواروں میں قطب الدین رسالدار اور بہادر علی جمدار اور دوسرے سواروں کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ایسے وقت میں یہ سوار بھی بغیر نواب کی رضامندی کے گئے ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ خود سرسید کلکٹر ضلع بجنور اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی رپورٹ میں نواب محمود خاں کے جواب پر جو سرسید کو دیا تھا لکھتے ہیں: "میں یہ سن کر مطمئن ہو گیا"۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی قسم کا فساد کرنا مقصد نہ تھا۔

۷ مارچ ۱۸۵۷ء بجنوری ۱۸۵۷ء کی درمیانی شب بوقت ۲ بجے ضلع بجنور کی تاریخ میں وہ مبارک اور اہم رات تھی جب کہ جال، بازار، ضلع کی غیرت و خودداری اور جذبہ حریت کے سامنے غیر ملکی سامراجی حکومت منگول ہو گئی اور انگریز اس ضلع کے نظم و نسق کو اس ضلع کے صحیح وارث کے سپرد کر دینے پر مجبور ہو گئے لیکن ضلع کی یہ صورت حال انگریز حکام کے دل میں کانٹا بن کر رہی اور جنرل اتحاد نے ضلع میں یہ یک جہتی پیدا کر دی تھی اس کو ختم کرنے کے منصوبے برابر کرتے

۱۵ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۶ ایضاً ص ۲۶ ایضاً ص ۲۵ ملاحظہ فرمائیے  
خط نمبر ۱۰۶-ضمیمہ ۲ ص ۳۳۳ ۵۵ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۸ و ۲۹

رہے۔ آخر کار ضلع میں ہندو مسلم سوال پیدا کرنے کے لیے انھوں نے عوام سے زیادہ روساء، تعلقہ داروں، مفاد پرست طبقے اور چند سرکاری افسروں کو آلہ کار بنایا اور ہر امکانی کوشش اس امر کی کی گئی کہ ضلع میں ہندو مسلم جذبات بھڑک اٹھیں اور اس نام پر فساد اور غارت گری شروع ہو جائے اور اس ضلع کے باشندے خود ہی لڑ لڑ کر کمزور ہو جائیں تاکہ انگریز حکام کو دوبارہ اس ضلع پر قبضہ حاصل کر لینے میں آسانی ہو۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں J. LAW- RENCE کے یہ الفاظ بڑی اہمیت رکھتے ہیں:

”اگر مسلمان اور ہندو لڑتے ہیں تو یہ جتنا بھی لڑیں ہمارے لیے بہتر ہی ہے انھیں آپس میں ایک دوسرے کو ذبح کرنے دیجئے اور دہلی پر قبضہ کے بعد ہمارے لیے پورے ردھیل کھنڈ پر دوبارہ فتح پانا مشکل نہ ہوگا۔“

اس مقصد کو حاصل کرنے کی تدبیر یہ کی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ضلع کے ہندو روساء کو حکام انگریزی نے ہر طرح کی مدد دی اور ان کو نواب کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ چنانچہ G.C. BARUES لے ضمیمہ ص ۳۳۹ اصل انگریزی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

“If the Mohameduns and Hindoos have quarrelled so much the better for us, let them slaughter each other, and on the fall of Delhee, we shall not find it a difficult matter to reconquer the whole of Rohilcund.”



نے انبالہ سے ۱۵ اگست ۱۸۵۷ء کو آفس سکریٹری پنجاب کو لکھا تھا :  
 "میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اس کشنری  
 (روہیل کھنڈ) کی ہمت افزائی کی جائے اور افسران ضلع کے  
 (ذریعہ) اپنی پوری قوت کے ساتھ ہندوؤں کی مدد کی جائے۔  
 مسٹر سکپیر کلکٹر ضلع بجنور کی پالیسی بھی یہی تھی جس کا اظہار ان کی  
 رپورٹ (مورنہ ۲ اگست ۱۸۵۷ء بنام کشنری روہیل کھنڈ از بجنور) کے پراگراف  
 ۳۹ سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے ۴ اگست ۱۸۵۷ء کو چودھریوں کو  
 لکھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے کا انتظام کریں اور اس کی اطلاع نواب محمود کو بھی  
 کر دی گئی ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ آپ (چودھریوں) کے کام میں  
 مداخلت نہ کریں۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں :  
 "ایسا کرنے سے میرا مقصد وفادار ہندوؤں کے ہاتھ مضبوط کرنا  
 تھا۔"

لے ضمیمہ ۵ صفحہ ۳۳۸ اصل انگریزی عبارت ملاحظہ فرمائیے :

"I think it is (of) a great importance to encourage this Division, and to support the Hindoos by the presence of District officers, accompanied by such available force as we can muster."

لے اس خط کا ذکر سرسید بھی سرکشی ضلع بجنور صفحہ ۶۴ پر کرتے ہیں۔  
 لے ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ ۲ صفحہ ۳۳۲ خط نمبر ۱۰۶ از مسٹر سکپیر بنام آر۔ الگزیٹر

نیز مسٹر ولسن کے وہ الفاظ جو انھوں نے چودھری امراؤ سنگھ میں فیئر کوٹ (ضلع بجنور) کو لکھے تھے وہ بھی اسی اصولِ حکمرانی کا اظہار کرتے ہیں۔ سرسید اُن کے اس خط کو نقل کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

”اب تم سب ہندو نے اتفاق کر کے اس ظالم نواب کو نکال دیا۔ اگر سابق سے بھی تمھارے باہم ایسا اتفاق ہوتا تو جس قدر فوج باغی اس نواح میں تھی اس کا مارا جانا کیا مشکل ہوتا اور پھر کیا ضرورت چلے آنے ہم لوگوں کی وہاں سے ہوتی اور ایسی آفات تم لوگوں پر کیوں آتی“ لے

اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کرنے سے کچھ ہندوؤں کو فائدہ پہنچانا مقصود نہ تھا بلکہ یہ سب اپنی ہی کشور آرائی اور جہانبانی کے لیے تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا ذکاء اللہ لکھتے ہیں :

۸ مارچ ۱۸۵۷ء کو کلکتہ گزٹ میں مشہر کیا گیا کہ مسلمانوں کی سلطنت نہایت حقیر اور ذلیل ہو گئی ہے۔ ہندوؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بہت آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت دے کہ ہندوؤں کی قوت کو مغلوب کرنا چاہیئے۔ مگر یہ تدبیر و انتظام کچھ اچھا نہیں ہے، کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو ہندوستانیوں کو ناگوار خاطر ہوں اور سلطنت جو برسرِ زوال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری مخفی دشمن اور رقیب ہے۔ اس کے حامی اور مددگار ہوں۔“

۱۷ سرکشی ضلع بجنور ص ۶۶ ۲۷ تاریخ ہندوستان جلد نہم ص ۳۳۲ : ذکاء اللہ



انگریزوں نے اپنے اس اصولِ حکمرانی "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کو بجا بجا  
صاف لفظوں میں خود تسلیم کیا ہے۔ مثلاً ایک انگریز لکھتا ہے:  
"ہندوستان میں ہماری حکومت کے ہر صیغہ کو خواہ وہ خارجی تعلقات  
سے واسطہ رکھتا ہو یا عدالتی اور حربی نظم و نسق سے، یہ اصول  
ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیئے" تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" لہ  
اور دوسری شہادت لارڈ الفسٹن گورنر بمبئی کی ہے جو اپنی یادداشت مورخہ  
۱۴ مئی ۱۸۵۹ء میں لکھتے ہیں:

"نفاق ڈال کر حکومت کرنا رومیوں کا اصول تھا۔ یہی اصول

ہمارا بھی ہونا چاہیئے۔" لہ

شاہر انگریزوں کا یہ جادو چل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہی لوگ  
جو نواب کے مقابلے میں انتظامِ ضلع کی ذمہ داری لینے سے انکار کر چکے تھے۔  
نواب سے نبرد آزما ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہلدور کے رئیس بلکہ رئیس شیرکوٹہ جن  
کو سرسید نے ضلع کا مال دار مگر کمزور فرد تسلیم کیا ہے۔ نواب محمود خاں کے  
مختار کل احمد اللہ خاں سے زر مطالبہ کی ادائیگی سے انکار کرتے ہیں اور اس  
طور پر نواب کی حکومت کے خلاف مقابلے پر آتے ہیں۔ وہی لوگ جو انگریزوں  
سے ضلع کا چارج لینے سے انکار کر چکے تھے، "بجنور کے معرکے" میں شریک ہوتے  
ہیں اور نظم و نسق ضلع کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ رئیسان چاند پور،  
مفتیان کرت پور اور ہلدور، تاجپور و شیرکوٹہ کے رئیسوں کا اشتراک ہو جاتا  
ہے۔ کتاب کا مطالعہ بتائے گا کہ ایک سال میں ضلع میں جو کچھ ہوا اسکی ذمہ داری

لہ ۲۰ پانی پت اور بزرگانِ پانی پت، صفحہ ۳، محمد میاں جملانی ۱۹۶۳ء (بحوالہ ایٹاک  
جرنل ۱۸۲۱ء۔ آن ہیلی انڈیا مصنف لالہ لاجپت رائے) لہ سرکشی ضلع بجنور ص ۱۲

نواب پر یا انقلابی حکومت پر ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصلی باعث انگریزوں کی وہی پالیسی تھی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، شیرکوٹ کی لڑائی، ہلدور کی تین لڑائیاں، بجنور کا معرکہ، پورینی اور نگینہ کی خونریزیاں ان سب کا باعث انگریزوں کی ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ والی پالیسی تھی جس کے بد قسمتی سے ضلع کے باشندے شکار ہو گئے تھے۔

نواب کی انقلابی حکومت کے زمانے میں بلکہ زیادہ صحیح یہ کہ انگریزوں کی دوغلی کے دور میں یعنی جب ضلع کے کچھ حصہ کا چارج حکام انگریزی کی طرف سے ڈپٹی صاحب اور صدر امین صاحب کو مل گیا تھا، جو کچھ جھگڑے اس ضلع میں ہوئے، ان کو ہندو مسلم جھگڑوں کا نام دیا گیا ہے حالانکہ کتاب میں جا بجا ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے ہندو مسلمانوں کے اتحاد و اشتراک اور ایک دوسرے کے جذبات کے احترام کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً چودھری بدھ سنگھ کا مسجد ہلدور کی حفاظت کرنا، یا بعد کو بھی ان کا نگینہ کے ہندو مسلمانوں کو امن و امان کی تلقین کرنا، احمد اللہ خاں کا مندر گڑھی کو نقصان پہنچانے سے لوگوں کو باز رکھنا، بجنور کے چودھری صاحبان کا بجنور کو نہ لٹنے نہ دینا۔ نواب کے عہدے داروں کا بار بار ضلع کے دوسرے با اثر حضرات سے صلح کی گفتگو کرنا۔ سعد اللہ خاں کا خط چودھری پرتاپ سنگھ کے نام، اور نادر شاہ خاں کا خط بنام چودھری پرتاپ سنگھ، خلوس و شفقت کی ایک نشانی ہے۔ محض اس ایک ہی دستاویز سے اس ضلع کے لوگوں کے تعلقات کا پتہ چل سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات کتاب میں موجود ہیں

۱۷ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۹      ۱۸ ایضاً ص ۹۷      ۱۹ ایضاً ص ۹۷

۲۰ ایضاً ص ۹۷



جن کا ذکر طوالت بیان کے باعث نہیں کیا جاتا۔ البتہ نادر شاہ خاں کا خط ملاحظہ فرمائیے:

”چودھری صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ بعد اشتیاق ملاقات کے ظاہر ہووے کہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا حسب وعدہ اپنے کے مسمیٰ گھاسا سنگھ کو روانہ خدمت کا کیا اور خاطر داری ہندوؤں کی از حد کی گئی اور تسلی و تشفی بسنت سنگھ کی بدرجہ غائبیت کی اور کرائی اور جملہ مال و اسباب اس کا حوالہ اس کے کر دیا بلکہ جو کچھ نقصان اس کا وقوع اس معاملہ میں ہوا تھا اس کی عیوض میں دو گاؤں جاگیر کے عنایت کے اب ہمارے وعدہ کے وفا میں صرف ایک چلا چانا محمد احمد اللہ خاں کا نجیب آباد کو باقی ہے وہ اب اس طور سے منحصر ہوا ہے کہ تم سب صاحب اپنے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور راستہ خالی ہو جاوے تو یہ بھی چلے جاویں گے اور مجھ کو معلوم ہے کہ اُس طرف بھی آدمی بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس طرف سے بھی اطراف سے جماعت کثیر جمع ہو گئی ہے اور ہوتی جا رہی ہے اس صورت میں اگر فساد ہو گیا تو ہزار ہا مخلوق کا خون ہووے گا اب کہ خدا نے تمہارے آنے کی شرم رکھ لی ہے اور صورت صفائی میں بھی کچھ نقص واقعہ نہیں ہے تم کو چاہئے کہ شکرانہ کر کے اپنے مکان کو چلے ہی جاؤ اور اس قدر تو میرے قول کی تصدیق ہو گئی باقی بروقت پہنچنے بخیر کے کہ تم سے اور اور وعدے ہیں وفا کئے جاویں گے اور بلکہ زیادہ اسے کہ تمہارے بزرگوں

کے واسطے اس خاندان سے رعایت ہوئی تھیں رعایت کرائی  
جا دیں گی بلکہ بعد ہو جانے صفائی کے جو جو ہم اہم ہوں گی  
وہ تمہارے ہاتھ سے لی جاوے گی۔ جیسے کہ تم سے راستے میں  
تذکرہ تھا۔ آئندہ تم کو ہر طرح کا اختیار ہے بسبب ان عنایات  
کے جو تم نے میرے حال پر کی ہیں یہ خط خفیہ نواب صاحب سے  
لکھا ہے اور جو بات کہ اس میں لکھی ہیں ان کے تذکرے کا  
نتیجہ ہے۔ نادر شاہ علیہ

ہندو مسلم تعلقات کی خوشگواہی کا اعتراف سرسید بھی کرتے ہیں اور  
سلسلہ بیان میں ہندو مسلمانوں کے تنازع۔ عداوت اور مذہبی تکرار کی ایک  
وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

” اس لڑائی سے پہلے (شیرکوٹ کی پہلی لڑائی) ضلع میں درمیان  
ہندو اور مسلمان کچھ تنازع یا عداوت یا مذہبی تکرار نہ تھی بلکہ  
چودھری صاحبان کے یہاں اکثر مسلمان نوکر تھے اسی طرح  
نواب کے ہاں بھی سپاہ وغیرہ میں ہندو ملازم تھے لیکن اس  
لڑائی میں ہندو مسلمانوں میں عداوت ہو جانی ایک ضروری  
ہونے والی بات تھی کیونکہ ایک طرف حملہ سردار ہندو تھے  
اور ایک طرف حملہ سردار مسلمان تھے اور ضروری بات یہ تھی  
کہ ہندو سرداروں نے جس قدر اپنی کمک جمع کی وہ سب ہندو  
تھے اور نواب نے جو کمک جمع کی وہ سب مسلمان تھے پس ہندو  
اور مسلمانوں میں تکرار کا قائم ہونا ضروری ہوا۔“ لہ

لہ سرکشی ضلع بجنور ۵۲ (بیر لاجپتہ زبائی خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاپ سنگھ۔ سرکشی ضلع بجنور  
۵۳ و ۵۴) لہ ایضاً ۵۴



اس کے بعد ایک دوسرے کے جذبات کا کوئی احترام نہیں کیا گیا۔ مندروں اور مسجدوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ قتل عام ہوا اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا کوئی پاس نہ رہا۔ یہ عداوت اور کھنچاؤ بڑھتا ہی گیا۔

واقعات کی رفتار اور ضلع کی صورت حال کے پیش نظر یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ چودھریوں اور نواب محمود خاں کے درمیان عداوت اور کھنچاؤ کی وجہ ہندو مسلم جذبہ نہ تھا بلکہ انگریزوں کی معاندانہ چالیں اور وہی اصول حکمرانی تھا جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اور خاص وجہیں بھی تھیں جن میں سے ایک کا ذکر افسوس ہے کہ سرسید نے اپنی اس کتاب میں واضح طور پر نہیں کیا ہے۔

جون ۱۸۵۷ء کی درمیانی شب میں سرسید نے نواب محمود خاں سے گفتگو کی جس کا مقصد یہ تھا کہ انگریز حکام کی ضلع سے روانگی کی اطلاع نواب کو کر دیں تاکہ کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ رہے اور وہ بحریت ضلع سے جاسکیں۔ اس گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے سرسید لکھتے ہیں :

..... اور (نا) محمود خاں سے میں نے کہا کہ اب سب صاحب جاتے ہیں۔ تم ان صاحبوں کی حفاظت میں اب بہت کوشش کرو۔ کیوں کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا ارادہ ہے کہ پار پیسج کر گورنمنٹ کو رپوٹ کریں کہ یہ تمام ضلع تم کو مل جاوے اور اسی قسم کی مصلحت آمیز باتوں سے اس کو خوش کیا اور بخوبی خاطر جمع کر لی کہ کچھ اب فساد نہیں ہونیکا۔" ۱۷

سرسید ان مصلحت آمیز باتوں کو ضبطِ تحریر میں نہیں لائے لیکن نواب

۱۷ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۸

شجاع اللہ خاں نے اپنے "روزنامہ چٹہ غدر" میں اس رات کی گفتگو کے حوالے سے اُن مصلحت آمیز باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :

"سید احمد خاں آئے اور محمود خاں سے کہا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ ڈپٹی رحمت خاں، چودھریان ہنڈوان کو ضلع سپرد کر کے دیتے تھے لیکن میں نے کوشش کر کے آپ کے سپرد کر دیا اور بلا شرکت آپ کو رئیس کر دیا"۔

ضلع کے چودھریوں میں اُس وقت ریاست ہلدور کے چودھری صاحبان زیادہ با اثر تھے اور ہلدور کی تین لڑائیاں بھی اس خیال کو تقویت پہنچاتی ہیں بہر حال سرسید نے جو بھی مصلحت آمیز باتیں نواب محمود خاں سے کی تھیں وہ سب درست تھیں اور اُن میں ڈپٹی رحمت خاں کی مندرجہ بالا کوشش کا بھی ذکر ضرور ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ سرسید اس بات کو اپنی اس کتاب میں قلم بند نہیں کرتے۔ ڈپٹی رحمت خاں اور چودھری زندھیر سنگھ رئیس ہلدور کے تعلقات سرسید کی اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں :

"جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر نے بہ کمال عنایت مجھ کو اور سید تراب علی تحصیل دار کو رخصت کیا کہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے کے چلے جا دیں۔ ہم رخصت ہوئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سب صاحب سوار ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ ڈپٹی صاحب (رحمت خاں) مع چودھری زندھیر سنگھ، ہلدور کو چلے گئے..... ۲۵

۱۵ روزنامہ چٹہ غدر نواب شجاع اللہ خاں ۱۸۶۹ء (بحوالہ سرکشی ضلع بجنور ص ۲۹۶ و ص ۲۹۷ : مرتبہ ڈاکٹر معین الحق) ۲۵ سرکشی ضلع بجنور ص ۳



عداوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پہلے یہ بھی شہرت ہو چکی تھی کہ خزانہ بجنور سے ہلدور بھیجا جا رہا ہے جس پر نواب کو بھی ناراضگی ہوئی تھی اور سرسید نے نواب کو راضی اور مطمئن کیا تھا کہ خزانہ ہلدور نہیں جائے گا۔ یہ سب باتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے نواب محمود خاں اور ضلع کے چودھری صاحبان بالخصوص رُمیان ہلدور میں ایک کھنچاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

کتاب میں اس دولت و اقتدار کی کشمکش، ذاتی عداوت اور اس ضمن میں ہونے والے تمام واقعات کو جن میں غریب عوام آزادی کے جذبے، اپنی بے بسی، لاچاری اور بھوک کے باعث شریک رہے، ہندو مسلم فساد کا نام دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ہندو مسلم بات نہ تھی بلکہ چند مصلحت اندیشوں مفاد پرستوں اور انقلابی حکومت کے درمیان جھگڑا تھا، جیسا کہ تاریخ کے ہر دور میں ہوتا آیا ہے۔ نواب محمود خاں کے مقابل گروہ میں وہی لوگ پیش پیش تھے جن کا مفاد انگریزی حکومت سے وابستہ تھا اور اس میں ہندو مسلمان سب ہی تھے۔ اس بنا پر اس کو ہندو مسلم فساد کا نام ہرگز نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہ انقلابی حکومت سے چند مفاد پرستوں کا مقابلہ تھا۔ جس کو انگریزی حکام اور ان کے ساتھیوں نے ہندو مسلم رنگ میں رنگ دیا تھا۔ باغیوں کی فہرست میں مسلمانوں کے ساتھ بقول سرسید رام سروپ جمعدار کا نام بھی ہے اور غیر حاضرین میں رتن سنگھ تھانہ دار ناٹگل بھی شامل ہیں۔ اس وضاحت کی روشنی میں جب پیش نظر کتاب کا مطالعہ کیا جائے گا تو حقیقت بے نقاب نظر آئے گی اور تمام واقعات کی اصلیت نمایاں ہو جائے گی۔

لے سرکشی ضلع بجنور ص ۲۳

نواب کے مختصر دور حکومت پر تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ نواب نے انگریزی عمل داری کے نشانات مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نئے "باٹ" چلائے، مہریں بدل دیں۔ اصلاحات کی طرف بھی قدم بڑھایا اور انگریزی دور میں جو سختیاں اس ضلع والوں پر ہوئی تھیں ان کی تلافی بھی کر دی اور اپنی داد و دہش کا پورا ثبوت دیا۔ ضلع کے انتظام اور نظم و نسق کے پیش نظر علاقوں کی تقسیم کر دی گئی اور ہر طرح کے معاملات طے ہو گئے۔ ولی عہد کا تقرر کر دیا گیا۔ یہ سب باتیں، ظاہر ہے اسی وقت ہو سکتی ہیں جب کسی علاقے میں امن و سکون ہو۔ اس ضلع کے امن و سکون اور حسن انتظام کا پتہ تو اسی سے چلتا ہے کہ بادشاہِ دہلی نے یہاں کے انتظام کو بہ نظرِ استحسان دیکھا تھا اور اسی لیے مغل شہزادوں کو دہلی سے نجیب آباد پہنچا دیا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس ضلع کے امن اور حسن انتظام نے شہزادوں کو کھینچ بلایا بلکہ گنگا پار کے انقلابی بھی یہاں آگئے اور نواب محمود خاں اور مارٹے خاں نے ان مہمانوں کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا۔

نواب محمود خاں نے داد و دہش، رعایا پروری، حسن انتظام اور امن و سکون کے ساتھ ساتھ ضلع میں ایک عمدہ فوج بھی فراہم کر لی تھی۔ سرسید کے بیان کے مطابق اس وقت اس ضلع میں ۱۵۲۶ سوار اور ۱۲۸۵ پیادوں پر مشتمل فوج تیار تھی جن کے پاس ۳۰ توپیں بھی تھیں۔ اور مفتی انتظام اللہ کے لکھنے کے بموجب تو صرف احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں ہی کے پاس چار ہزار کی سپاہ تھی۔ اگرچہ ان اعداد و شمار کے علاوہ فوج کی

۱۷ کشتی ضلع بجنور ص ۱۲ ۱۷ ایضاً نہرت فوج ص ۱۷ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء ص ۱۳۲



صحیح تعداد کا پتہ نہیں چل سکا لیکن سید ظہیر دہلوی کے بیان سے جو انھوں نے نواب محمود خاں کے بارے میں "داستان غدر" میں دیا ہے۔ فوج کے سرداران، اس کے انتظام و اہتمام، تزک و احتشام اور مستعد رہنے کی کیفیت اور ہندوستانیوں سے دردمندی کا علم ضرور ہو جاتا ہے۔ سید موصوف لکھتے ہیں کہ جب وہ پانی پت سے نکل کر لکھنؤ جا رہے تھے تو گنگا کو پار کر کے فیروز پور پہنچے اور نمبردار کے ہاں ٹھہرے تو یہ خبر پا کر نواب کا آدمی نمبردار کے پاس تحقیق واقعہ کے لیے آیا، فرماتے ہیں:

"نجیب آباد کے نواب کا آدمی آیا کہ رات کون آدمی گنگا اتر کر تمھارے ہاں آئے ہیں؟ کوئی انگریز مخبر تو نہیں ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہم آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی ہمارے ساتھ چلو، غرضیکہ میں ہی اس کے ہمراہ ہو لیا۔ تھوڑی دور فوج پڑی ہوئی تھی، ڈیرے خیمے لگے ہوئے تھے۔ وہ آدمی مجھے ایک ڈیرے پر لے گیا۔ وہاں چند لوگ عزت دار گریسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے جا کر کھڑا کر دیا انھوں نے مجھ سے حال پوچھا، میں نے مختصر بیان کیا کہ تباہی زدہ دلی کا رہنے والا ہوں۔ انگریزوں کے خوف سے ہم لوگ جان بچاتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی بولا کہ تم لوگ نوکری کر لو، یہاں ٹھہر جاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ ہم نوکری کے لائق نہیں، ہم لوگ لکھنؤ کو جائیں گے" لے

سر سید احمد خاں نواب کی فوج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لے داستان غدر ص ۱۳۸ : سید ظہیر دہلوی

”نواب کی سپاہ میں سب لوگ ملازم تنخواہ دار تھے اور اکثر پاس  
 بندوقیں تھیں اور وہ لوگ بدوق، لٹکانی بھی جانتے تھے بلکہ بہت  
 سے چٹان بہت لپٹے بندوقی تھے اور تھینا چالیں ملنگ نمک حرام  
 فوج کے جمعہ اسکا افسر رام سر دپ جمدار تھیل خانہ تھا بہت عمدہ  
 سپاہی قواعد داں تھے..... سوار بھی نواب کے بہت اچھے تھے  
 علی الخصوص چند سوار سرکاری رہنمائیوں کے جو وہاں موجود تھے  
 وہ ہر طرح کی لڑائی جانتے تھے اور انھوں نے بہت سواروں  
 کو اگر قواعد داں نہ بنایا تھا تو سپاہی تو ضرور کر لیا تھا۔“

نواب کے دور حکومت پر ایک انگریز افسر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے  
 کہ وہ ضلع کا نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے تھے بلکہ اس زمانے میں ہندو مسلم خون ریز  
 جنگیں ہوئیں جن میں ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا خون بہایا گیا۔<sup>۱۸۵</sup> فضل  
 مصنف ایس۔ بی۔ چودھری اپنی ایک تصنیف میں اس ضلع کی اس زمانے کی  
 حالت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ضلع میں فرقہ وارانہ سوال پیدا ہو گیا تھا۔  
 اور خیال اکثر ایسا نہ رہا تو نے بھی اپنی تصنیف، ”اسٹریٹجکل فار فوری ڈوم ان اتر پردیش“  
 میں ظاہر کیا ہے۔ چودھری صاحب موصوف کا یہ بھی خیال ہے کہ بغاوت  
 کے جذبات زیادہ شدت سے اس وقت بھڑکے جب قدم سنگھ، دلیل سنگھ  
 قاضی عنایت علی تھانوی اور رضا حسن وغیرہ اس ضلع میں داخل ہوئے اور  
 انھوں نے ڈاک روک دی اور تھانہ وغیرہ ہلا دیئے اور ۲۱ اپریل تک یہی  
 حالت ضلع کی رہی۔<sup>۱۸۶</sup> لیکن متذکرہ بالا تحقیق کے بعد اس قسم کے بیانات کی صداقت  
 کے سرکشی ضلع جنوری ۱۸۵۵ء ۵۷۵ سول رن بی لیسن ان دی انڈین میوٹنی ۱۸۵۰ء ۱۸۵۱ء ۱۸۵۲ء

ایس۔ بی۔ چودھری بحوالہ (MALLESON, II, 410; N.E. I, 513) ملے ایضاً



مشتبہ ہو جاتی ہے۔

جب نواب محمود خاں کو ضلع بجنور کی طرف سے بے فکری ہو گئی (جس کی خاں وجہ اس ضلع سے چند انگریز پرست رئیسوں اور چند وفادار افسران ہندوستانی کا چلا جانا بھی تھا) تو انھوں نے گنگا پار کے علاقے کو انگریزی حکام سے خالی کرانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر نواب نے سہارن پور پر چڑھائی کر دی اور آئبہ سوت کا اہم معرکہ ہوا جس میں نواب کو شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی کہ اس کے بعد نواب محمود خاں کو ضلع بجنور سے بھی دست بردار ہونا پڑا۔ انھوں نے اپنی حریت پسندی اور غیرت و جواں مردی کے پیش نظر ضلع سے چلے جانا پسند کیا لیکن انگریزوں کی اطاعت قبول کرنا گوارا نہ کیا اور بالآخر نیپال کے جنگلوں میں وطن و قوم کا یہ فدائی الشہ کو پیارا ہو گیا۔

نواب محمود خاں کے ضلع چھوڑنے کے بعد انگریز حکام نے ظلم و زیادتی کی ہر روایت کو تازہ کر دیا۔ اگرچہ سرسید نے انگریزی حکام کی تعریف اور رعایا پروری کی تحسین کی ہے لیکن واقعات حقان کے بیانات کے ہم نوا نہیں ہیں۔

نواب محمود خاں ۸ جون ۱۸۵۷ء سے ۱۷ اپریل ۱۸۵۸ء آئبہ سوت کی شکست تک یا زیادہ سے زیادہ ۸ اپریل ۱۸۵۸ء نجیب آباد کی شکست تک، تقریباً دس مہینے دس دن تک اس ضلع میں انقلابی حکومت قائم۔

۱۸۵۷ء کے مجاہد (ادیشن ۱۹۶۰ء) بحوالہ سیل سن جلد ششم ص ۱۱۲ "سہارن پور ان کے بزرگوں کو شہنشاہ دہلی کی طرف سے جاگیر میں عطا ہوا تھا اور اسی لیے نواب محمود خاں اس ضلع پر دہناعت سمجھے تھے اور یہی وجہ اس طرف متوجہ ہونے کی تھی۔"

۱۷ دہی جنگال ہرکارہ ایڈیٹڈ ۱۸ گزٹ ۲۸ جولائی ۱۸۵۹ء ص ۹۵ (نیشنل لائبریری کلکتہ)

رکھ سکے۔ انقلابی حکومت کے اس قلیل عرصے میں بھی کچھ دنوں کے لیے دعوٰی رہی۔ یعنی ۶ اگست ۱۸۵۷ء کو بجنور کی لڑائی میں نواب کو شکست ہو گئی اور ضلع میں سوائے نجیب آباد کے عام طور پر چودھریوں کا قبضہ رہا اور پھر ۱۳ اگست ۱۸۵۷ء سے ضلع کا نظم و نسق ڈپٹی محمد رحمت خاں اور سید احمد خاں صدر امین کے ہاتھ میں رہا۔ معاون چودھری صاحبان بھی رہے۔ یہ انتظام انگریزوں کی ہدایت پر عمل میں آیا تھا۔ سید احمد خاں اور ڈپٹی رحمت خاں ۲۴ اگست ۱۸۵۷ء کو بجنور چھوڑ گئے۔ ۲۷ اگست ۱۸۵۷ء کو نواب کے لشکر نے ہلدور کی پہلی لڑائی میں کامیابی حاصل کر لی اور ۳۰ اگست ۱۸۵۷ء کو پھر ہلدور کی دوسری لڑائی میں فتح حاصل کر کے نواب نے پورے ضلع کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ۸ اپریل ۱۸۵۸ء تک یہی انتظام رہا۔

نواب کو اپنے دور حکومت میں ایک طرف تو ضلع کے روساء کا مقابلہ کرنا پڑا۔ دوسری طرف انگریزوں سے مقابلہ کی فکر رہی۔ ضلع کے امن کو بحال رکھنے اور شر و فساد کو روکنے کے لیے بہ نظر مصلحت اس نے ڈپٹی رحمت خاں اور صدر امین سے اشتراک کو بھی گوارا کیا۔ جو کہ انگریزوں کی طرف سے ضلع کا انتظام کر رہے تھے۔ ضلع کے انتظام کو قائم رکھنے اور رضا مندی رعایا کی خاطر ایک انتظامیہ کونسل بھی بنائی گئی تھی جو اس ضلع کے لئے نئی بات تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ضلع میں لوٹ مار اور فتنہ و فساد کی جتنی وارداتیں ہوئیں ان میں بیشتر اس علاقہ میں ہوئیں جو ضلع کے دیگر روساء اور انگریزی حکام کے زیر اثر تھا۔ جہاں تک سر سید احمد خاں کا تعلق ہے وہ اس پورے عرصہ میں بے خوفی صاف گوئی، ارادے کی پختگی اور متانت کا اظہار کرتے رہے۔ ضلع کے تمام



جھگڑوں اور فتنہ و فساد میں اُن کی ذات فرقہ واریت سے بالکل الگ رہی ضلع کے  
 ہندو مسلمان عوام اور روساء دونوں اُن پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس کی شہادتیں  
 کتاب میں جا بجا ملیں گی۔ البتہ سرسید کی انگریز دوستی سے ہندو کچھ کم اور مسلمان  
 بہت زیادہ ناراض تھے۔ یہاں تک کہ کئی مرتبہ ان کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی  
 تھی۔ لیکن سرسید کے دل میں کبھی انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ وہ ہر قسم کی تخریب  
 کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس ضلع کی رفاہ عام کمیٹی کا پورا انتظام  
 ان کے سپرد تھا۔ مولانا حاتمی اس کمیٹی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اُن کی طبیعت کو تعمیر کے کام سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ اس  
 لیے صاحب کلکٹر نے کمیٹی رفاہ عام کا تمام کام ان کے سپرد  
 کر دیا تھا۔ وہی رپورٹ لکھتے تھے اور وہی ضروری کاموں کے  
 لیے روپیہ منگواتے تھے۔ ہر ایک کام کی خود نگرانی کرتے تھے  
 منجملہ اور کاموں کے ایک مفید کام انھوں نے یہ کیا کہ بجنور کی  
 آبادی کے متصل شارع عام کے نیچوں پنج مدت سے ایک  
 نہایت چوڑا چکر اگڑا ہوا تھا۔ اسی راستے سے تمام گاڑیاں  
 گھوڑے، پیدل اور سوار گزرتے تھے۔ بعض اوقات گاڑیاں  
 وغیرہ اُلٹ جاتی تھیں۔ بیلوں کو نقصان پہنچتے تھے۔ برسات میں  
 پانی بھر جاتا تھا جس سے طرح طرح کی تکلیفیں لوگوں کو ہوتی  
 تھیں۔ مدت سے یہ گڑھا چلا آتا تھا۔ مگر کسی کو کچھ خیال نہ تھا  
 سرسید نے خاص اپنے اہتمام سے وہاں ایک پل بندھوایا اور  
 بجنور سے دارانگر تک ایک سڑک بنوا دی جس سے مسافروں  
 کو بہت آسانی ہو گئی۔“

سرسید کی کماں درجہ ہمدردی اور عظمت کا اظہار اس وقت ہوتا ہے کہ جب ضلع بجنور میں انگریز فوج خانہ داخل ہوئے اور انھوں نے چاہا کہ ضلع کے لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں۔ لیکن سرسید کا اس نازک وقت میں جو کچھ طریقہ عمل رہا اس کا اندازہ نواب محسن الملک کی تیار کردہ اس تحریر سے ہوتا ہے جس کے راقم روز کے مشہور ادیب اور انشاپر دار ذاکر سید ظہیر احمد ہیں۔

سید احمد خاں کو سرکار انگریزی کی طرف سے ضلع بجنور کا نظم و نسق سپرد تھا اور وہاں کے ہندو مسلمانوں کی خانہ جنگیاں یادگار غدر ہیں۔ اس عموم بے تمیزی میں خود سید احمد خاں کے ساتھ بھی لوگ نہایت درجہ گستاخی اور بے توقیری سے پیش آئے اور قریب تھا کہ ہلاک کریں۔ عہد تسلط کے بعد اس ضلع کے تمام باشندوں کی جان سید احمد خاں کی مٹھی میں تھی۔ اگر ان کے سے اختیارات کسی دوسرے کو ہوتے تو بجنور کے حصے میں قیامت آگئی ہوتی۔ مگر یہ معاملہ فہم، منصف مزاج، نرم دل، نیک طینت آدمی اس وقت بھی فرق کرتا تھا بغاوت اور خانہ جنگیوں میں، مخالفت اور جہالت میں، حملہ اور حفاظت میں اور سید احمد کی بدولت بجنور ہی ایک ضلع تھا جو عواقب و تبعات غدر سے محفوظ رہا۔

اے "عواقب اور تبعات غدر سے وہ بد نتائج مراد ہیں جو اکثر اضلاع ہندوستان میں انگریزی تسلط کے بعد باشندگان اضلاع کو بھگتنے پڑے کیونکہ بجنور میں سید ان لوگوں کے جو باہم خانہ جنگیوں میں یا سرکاری فوج کے مقابلہ میں لائے گئے یا فتح کے بعد فوراً بغاوت کے جرم میں سزایاب ہوئے، پھر بہت ہی کم لوگوں سے تعرض کیا گیا"

۱۳۴۷ء حیات جاوید ص ۱۳۷

(حیات جاوید ص ۱۳۷)



سرکشی ضلع بجنور کی صرف یہی اہمیت نہیں ہے کہ وہ جدوجہد آزادی کی ایک ایسی دستاویز ہے جس کا لکھنے والا خود ان واقعات کا عینی مشاہد اور اس ڈرامہ کا ایک اہم کردار ہے بلکہ اس میں بعض ایسے واقعات بھی درج ہیں جو دوسری جگہ نہیں مل سکتے اور نہ ان کے ملنے کی توقع ہو سکتی ہے۔ ضمنی طور پر اس کتاب میں اس زمانے کی ضلع بجنور کی معاشرت اور تمدن کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں مثلاً ان دنوں بجنور میں بھی عام طور پر پھونس کے جھونپڑے ہوتے تھے۔ کہیں کہیں دو ایک بڑی بچتہ اور اونچی حویلیاں بھی نظر آ جاتی تھیں۔ پٹھان، سید، جاٹ، چوہان، گوجر، بشنوی، قصائی، روے، جولاہے، مردھے، بنجارے، چھپپی، کہار اور چمار وغیرہ اس ضلع میں آباد تھے۔ ان دنوں اس ضلع کا معاشرتی رنگ یہ تھا کہ جب کلکٹر نے سید احمد اور ڈپٹی رحمت خاں سے مع ان کے اہل و عیال اپنے ساتھ لے چھینے کو کہا تو یہ لوگ تیار نہ ہوئے کیونکہ اس وقت انگریزوں سے اس قسم کا ربط ضبط معیوب سمجھا جاتا تھا۔ بقول سرسید اس ضلع میں عام طور پر غجھلا کی آبادی تھی، وہ ان لوگوں کو گنوار کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔ چند رئیسوں اور زمینداروں کے علاوہ، مہاجنوں کا طبقہ بھی اس ضلع میں موجود تھا جو سودا کا لین دین کھلے بندوں کرتا تھا۔ خاندانی جتھے بندی عام تھی اور ہر ایک سربراہ اور وہ شخص خاندانی افراد کی طاقت پر بھروسہ رکھتا تھا۔ توپ اس زمانے میں اس ضلع کا سب سے بڑا ہتھیار تھی۔ اس کے علاوہ جزائل، بندوق، تلوار، گنڈاسے اور لاٹھی ڈنڈے بھی تھے جو اس ہنگامے میں استعمال ہوئے۔

لسانی اعتبار سے بھی یہ کتاب غیر اہم نہیں ہے۔ سرسید کا شمار اردو شریکاروں کی صفِ اول میں ہوتا ہے اور سرکشی ضلع بجنور کی جگہ ان کے

نسبتاً ابتدائی کارناموں کی فہرست میں ہے۔ اس لحاظ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اس کتاب کی زبان باوجود ایک صدی گزر جانے کے آج کی مردہ زبان معلوم ہوتی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ عوامی بول چال کے بہت قریب ہے نہ صرف لغت اور عام فہم ہونے کے اعتبار سے بلکہ لب و لہجہ بھی عوامی ہے۔ عبارت میں روانی اور دل نشینی ہے۔

منطقیانہ استدال اور عقلی تجزیے کا طریقہ جوان کے اسلوب بیان کی امتیازی شان ہے، اس کتاب میں کارفرما نظر آتا ہے مضمون کے اعتبار سے ان واقعات کو جذبات سے ایک خاص قسم کا تعلق ہے اس لیے کہیں کہیں دلی جذبات کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جذبات سے بالکل الگ ہو کر اس وقت ان واقعات کا لکھنا بھی مشکل تھا لیکن ان کی متین اور متوازن طبیعت نے تحریر میں ایک خاص قسم کی سنجیدگی قائم رکھنے کی کوشش کی ہو۔ لطیف طنز اور ظرافت کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ جوان کے اسلوب کی ایک خوبی ہے۔ مثلاً اس ہڑبونگ میں ہزار ہا ”گنوار“ ایسے بھی شریک تھے جن میں بہادری نہ تھی محض لوٹ کا لالچ اور پیٹ کی فکر کھینچ لے آئی تھی ان ہی کی بزدلی پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بہادری کا یہ حال تھا کہ کسی غول میں سے کوئی آدمی زخمی ہو کر یا مر کر گرا اور سارا غول بھاگا، پھر اگر رسی باندھ کر کھینچو تو نہ تھمتے تھے۔ بہتر کہتے تھے کہ ارے بھائیوں پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ہو، کوئی نہ سنا تھا!“

۱۔ سرکشی خلع بجنور ص ۵



یا اسی طرح ثواب محمود خاں اور ان کے ساتھیوں کی ناکامی کے بیان  
کامزاحیہ انداز ملاحظہ فرمائیے:

"(نا) محمود خاں اور سعد اللہ خاں منہ قلیل جماعت کے براہ  
منڈ اور نجیب آباد پہنچا اور تھوڑی دیر پہلے اس سے احمد اللہ  
خاں جو شیرکوٹ سے بھاگا تھا نجیب آباد پہنچ چکا تھا۔ سب  
بھاگے ہوئے نجیب آباد میں جمع ہو کر اور آپس میں گئے لگ لگ  
کر خوب روئے۔"

بعض مقامی محاوروں کا بھی استعمال ملتا ہے مثلاً "گنگا وار" گنگا پار  
آج بھی ضلع بجنور میں ان محاوروں کا چلن عام ہے۔ "تشریف بردی" "دوٹے  
جانا" لام باندھنا، بٹل کے دشمن، جان تلخ ہونا وغیرہ محاورے بھی ملتے ہیں۔  
"سزولی" کے بجائے "اٹھا دینا" اور "تقرری" کی جگہ "بٹھانا" لکھا ہے بعض  
الفاظ بالکل عوامی تلفظ کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں مثلاً رپٹ، برات،  
مبارکی، المبردار، المبرازی، سانوٹے، کپیڈور، نہیں آنے کا، وغیرہ متروک  
الفاظ جیسے کہ کرا، بدون وغیرہ بھی ملیں گے۔ ملاقات سے بے لازمیت اور نشر  
کی جگہ منتشر، چونکہ کے بجائے "جو کہ"، اغوا بمعنی رائے، اور مصلحت، مشورے  
کے بے استعمال کیے گئے ہیں۔ سرسید اظہار اور وجوہات کو ہر جگہ مونث  
لکھتے ہیں۔ انھوں نے مثلاً "احمد اللہ خاں کے پاس" کی بجائے تقریباً ہر جگہ  
"احمد اللہ خاں پاس" لکھا ہے۔ چونکہ "کے" کا اضافہ بعد کے دور کا سانی  
ارتقا ہے۔ اس سلسلے میں معلوم ہوتا ہے کہ سرسید نے غالب کا اتباع جایز  
سمجھا ہے مثلاً غالب کا ایک شعر ہے

منبر کے زیر سایہ خرابات چاہیے "بھوں پاس" آنکھ قبلہ حاجات چاہیے

اُردو اُلا کے لحاظ سے بھی اس زمانے کے چلن کا اس کتاب سے پتہ چلتا ہے۔ مثلاً مفرد لفظوں کو ملا کر لکھنے کا عام رواج تھا لیکن بعض لفظوں کو الگ الگ بھی پورے اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مثلاً نکلنے کو "نکلنے" روکنے کو "روک" نے "پٹنا کو" "پٹنا" "پسپا کو" "پسپا" "پینتیں کو" "پینتیں" وغیرہ۔ "ڈ" کی بجائے "ڈ" کا رجحان ملتا ہے۔ مثلاً گڑیاں کو "گاڑیاں"۔ "گڑھی کو" "گڑھی" جو گنگا پار کے علاقے کا اثر ہے۔ ہائے ہوز اور ہائے حطی کا لحاظ اور اسی طرح یائے معروف اور یائے مجہول کی تفریق کا بھی خیال نہیں کیا گیا۔ لفظ "دونوں" میں "نون" کا استعمال جایز نہیں ٹھہرایا بلکہ "دونو" لکھا ہے "اُن" وغیرہ کو "اوس" اور "اون" لکھا ہے اور بلایا کو "بولایا"، علیحدہ کو "علاحدہ" اور بھروسہ کو "بھروسا" وغیرہ۔ جیل خانہ کی بجائے "جیلخانہ" چھپا ہے جو غالباً کمپوزٹر کی غلطی اور سہو ہے۔

کتاب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ "آج سے ایک صدی پہلے" بھی ضلع بجنور میں اُردو کا چلن تھا بلکہ انقلابی حکومت کی زیادہ تر خط و کتابت اُردو ہی میں ہوتی تھی۔ کبھی کبھی فارسی بھی استعمال کر لی جاتی تھی یہ القاب آداب لہ برٹش گورنمنٹ کے دور کی ایک سرکاری رپورٹ کے الفاظ بھی اس ضلع کی زبان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے: "لوگوں کی مشترک زبان اُردو یا مغربی ہندی کی ہندوستانی بولی ہے۔ کہیں کہیں اس کو روہیل کھنڈی بھی کہا گیا ہے لیکن حقیقتاً ان کے محاوروں اور لفظوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ گزشتہ مردم شماری (۱۹۰۱ء) کے نتائج بتاتے ہیں کہ کل آبادی میں سولہ لاکھ ۴۰ ہزار کے سب سے مغربی ہندی (یا اُردو) کو اپنی ماوری زبان بتایا ہے اور یوپی میں کوئی ضلع ایسا نہیں ہے جس میں تعلیم یافتہ طبقہ اور کسان اس ضلع (بجنور) سے زیادہ اُردو بولتے ہوں۔ گزشتہ بجنور ضلع، مطبوعہ ۱۹۰۸ء: ایچ۔ آر۔ نیول۔ لہ سرسید نے اپنے احباب کو بجنور سے فارسی میں بھی خط لکھے مثلاً سید بندہ علی کے نام۔ ملاحظہ فرمائیے مکتوبات سرسید ص ۱۳۱



میں پرانی روش کے مطابق فارسی کا اتباع کیا گیا ہے۔ اگرچہ زبان پر فارسی کا اثر ہے لیکن سرسید کی سلیس نگاری کا بھی احساس ہوتا ہے۔ ان کی طرزِ ادا انگریزی اسلوب بیان سے بھی متاثر نظر آتی ہے جو ان کے ذہن کی ترقی پسندی کا ثبوت اور اردو زبان کی لسانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں انگریزوں کی اس زمانے کی اردو کے نمونے مل جاتے ہیں جو تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ نیز اس زمانے کی انگریزی سے اردو ترجمہ کی زبان بھی اس کتاب میں محفوظ ہو گئی ہے۔ سرسید نے اس وقت بھی اس کتاب کو بوجہ کے حروف میں چھپوایا جس کو وہ اردو کی ترقی اور ترویج کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔

اس موقع پر سرسید کے اس نقطہ نظر کی وضاحت بھی ضروری ہے جو اس کتاب میں شروع سے آخر تک کارفرما رہا ہے۔ ویساچہ کی اولین سطروں میں انھوں نے اپنی آرزو اور دعویٰ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

”الہی تو مجھ کو توفیق دے کہ یہ تاریخ میری پوری ہو اور صحیح بات اس میں لکھنے کی ہدایت کر کیوں کہ طرف داری کی تاریخ لکھنی ایسی بے ایمانی کی بات ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا ہے۔ اس کا وبال قیامت تک مصنف کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے بہت سا اس میں میری آنکھوں کا دیکھا اور بہت سا اپنے ہاتھ کا کیا ہوا۔ اور اس کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت تحقیقات سے اور بہت صحیح اور نہایت ہی سچ لکھا ہے۔“

لے سرکش غلیج بجنور صا

اس میں شک نہیں کہ ضلع بجنور کے اُن دنوں کے حالات اور واقعات کے بیان میں کتر بیونت کی کوشش نہیں کی گئی اور اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حالات کے بیان میں اپنے پرائے کی تمیز کیے بغیر سچائی سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی ہر بیان پر کئی طور پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ باڑے خاں کے حالات جو بعد میں دستیاب ہوئے اور سرسید کے بیانات میں اختلاف ہے۔ نواب شجاع اللہ خاں کے روزنامہ کی عبارتیں اور سرسید کے بیانات مطابقت نہیں رکھتے اس ایڈیشن کے آخر میں بطور ضمیمہ انگریزی خط و کتابت کے اقتباسات کے اردو ترجمے اور دیگر مواد کے مطالعہ کے بعد جہاں سرسید کے بعض بیانات کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں بعض چیزیں ایسی بھی سامنے آتی ہیں جو محل نظر ہیں۔ دراصل سرسید مورخ نہیں بلکہ صرف مصنف ہیں۔ اس لیے جہاں یہ کتاب نایاب تاریخی مواد فراہم کرتی ہے وہاں تاریخ کے ایک طالب علم کو مزید تحقیق کی دعوت بھی دیتی ہے۔

”سرکشی ضلع بجنور“ اُن کے جس نقطہ نظر کو پیش کرتی ہے وہ انگریز دوستی اور حکومت کی خیر خواہی ہے۔ قومی نقطہ نظر سے یہ کتاب لکھی ہی نہیں گئی اس میں جا بجا قومی رہنماؤں، آزادی کے جاں نثاروں، ضلع کے مقتدر اور بااثر حضرات اور قابل احترام شخصیتوں کا ذکر سرسید نے جن الفاظ اور جس انداز سے کیا ہے۔ محض وہی اس کا کافی ثبوت ہے۔ مثلاً نواب محمود خاں کے لیے ہر جگہ ”نامحود خاں“ لکھا ہے۔ پھر حرام زادہ، بد معاش، بد ذات، مفسد، نمک حرام، کم بخت جیسے الفاظ اس ضلع کے باشندوں کے نام کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ انقلابیوں کا تسخیر اڑایا گیا ہے۔ جبکہ انگریز حکام اور اُن کے ساتھیوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اور انگریز حکام کے لیے صاحب، بہادر، آقا



دام اقبالہم وغیرہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان کے نقطہ نظر کا پتہ کتاب کا "خاتمہ" ہے جس میں وہ صاف صاف لفظوں میں انگریزی حکومت کی برکتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ضلع بجنور کے مسلم نوابوں اور ہندو رئیسوں میں سے کوئی بھی اس لائق نہیں جو حکومت کر سکے اور رعایا یا عدل و امن کی فضا میں سانس لے سکے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"تم لوگ نہیں جانتے کہ پچھلی عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا زیادتیاں ہوتی آئی ہیں..... اگر تم پچھلی عملداریوں کے ظلم اور زیادتیوں سے واقف ہوتے تو سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانتے اور خدا کا شکر ادا کرتے..... مسلمانوں نے اول اور آخر اس ضلع میں زور پکڑا..... انھوں نے عملداری کی ان کی عملداری کا مزہ چکھ لیا کہ کس قدر ہندو اس ضلع کے تباہ و برباد اور قتل و غارت ہوئے۔ بڑے بڑے رئیس اس ضلع کے تباہ و برباد ہو کر جلا وطن ہو گئے۔ بیسیوں ہندو بے گناہ پکڑے گئے اور مارے گئے اور مال و اسباب گھر سب لٹ گئے..... ان نوابوں کی عملداری کے درمیان چند روز ہندوؤں کا غلبہ اور زور ہو گیا اور چودھریوں نے اس ضلع میں ان دنوں حکومت کرنی۔ تم نے ہندوؤں کی حکومت کا مزہ چکھ لیا کہ ان کے ہاتھ سے مسلمانوں پر کیا کیا گزرا اور کتنے گھر لٹے اور کتنے گادوں مسلمانوں کے جلے اور جو رو بیٹی کی بے عزتی ہوئی..... پس اس نازک وقت میں سب ہندوستان کی رعایا کو واجب تھا کہ سرکار انگلشیہ کی طرفداری کرنی اور جو حق عملداری سرکار کا ان

کے ذمہ تھا اس کو ادا کرتے ..... اے کاش اگر تم ایسا کرتے تو یہ روز بد جو تم کو بسزائے تمہارے اعمال کے نصیب ہوا ہے کیوں ہوتا اب بھی تم کو چاہیے کہ حق گورنمنٹ ادا کرو اور جو رو سیاہی تم کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی ہے اس کو آپ زلال اطاعت اور فرمانبرداری اور دلی طرفداری گورنمنٹ سے دھو تاکہ نتیجہ نیک ہوئے۔

بطور جملہ معترضہ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ "سرکشی ضلع بجنور" کی اشاعت جولائی ۱۸۵۸ء کے بعد کی قریبی تاریخوں میں ہوئی اور "رسالہ اسباب بغاوت ہند" کی ترتیب کا کام سرسید نے بقول مولانا حالی مراد آباد پہنچتے ہی (اپریل ۱۸۵۸ء) شروع کر دیا تھا اور ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب چھپ کر آگئی تھی۔ اس مختصر حصے میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں ان کا نقطہ نگاہ مختلف بلکہ متضاد ہے کیونکہ اسباب بغاوت ہند میں "غدر" کی تمام ذمہ داری کمپنی کی حکومت کی بغض خرابیوں، مذہبی مداخلت، ہندوستانی مزاج اور رسم و رواج سے ناواقفیت اور حکومت کے نظم و نسق میں ہندوستانیوں کی عدم شرکت پر رکھی ہے جبکہ "سرکشی ضلع بجنور" میں وہ لکھتے ہیں:

"یہ ہنگامہ فساد جو پیش آیا صرف ہندوستانیوں کی ناشکری کا وبال تھا ..... تم نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں اور ہمیشہ ناشکری کرتے رہے اس لیے خدا نے اس ناشکری کا وبال تم ہندوستانیوں پر ڈالا اور چند روز سرکار دولت دار انگلش کی عملداری کو معطل کر کے پچھلی عملداریوں کا نمونہ دکھلایا" ۱۵

۱۵ سرکشی ضلع بجنور ۱۴۲ تا ۱۴۵

۱۶ ایضاً ص ۱۴۱ و ۱۴۲



لیکن رسالہ اسباب بغاوت ہند کے بارے میں سرسید لکھتے ہیں:  
 "جب میں مراد آباد میں آیا جو ایک بڑا غم کدہ بربادی ہماری قوم  
 کے دُئیوں کا تھا اس غم کو کسی قدر ترقی ہوئی..... ہنوز سیاست  
 ایام غدر جاری تھیں کہ میں نے ایک رسالہ قوم کی بے گناہی کا  
 لکھا جو کا زرف آف انڈین راولٹ کے نام سے موسوم ہے میں  
 بیان نہیں کرنا چاہتا کہ وہ کیا وقت تھا اور میرے دوست کیا  
 یقین کرتے تھے کہ جوشِ قومی ہمدردی سے جس کو میں خود پورا نہ  
 کہہ سکتا ہوں مجھ پر کیا گزرنے والا تھا۔ یہ میرا پہلا سبق قومی ہمدردی  
 کا تھا۔"

در اصل بات بھی یہی ہے کہ جب سرسید نے دیکھا کہ اس ہنگامہ کی تمام تر  
 ذمہ داری ہندوستانیوں پر ڈال کر انگریزی حکمرانوں نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا  
 تو غیرتِ قومی کے جوش اور قومی ہمدردی کے جذبے نے ان کو اس رسالے کی  
 ترتیب کی طرف مائل کیا۔ نیز یہ کہ اس موضوع پر غیر ہندوستانیوں نے اپنے  
 نقطہ نگاہ سے مختلف مضامین اور کتابیں لکھی تھیں۔ سرسید ان کا جواب بھی  
 دینا چاہتے تھے جیسا کہ انھوں نے خود اس رسالے کے آغاز میں لکھا ہے اور  
 اس قسم کی تحریروں کا جواب دینا ان کے مزاج کی بات بھی تھی۔ جس کی مثال  
 "خطبات احمدیہ" ہے۔

اپنے وقت کی یہ معرکہ الارار کتاب یقیناً ان کے جذبہ خدمت و صداقت  
 اور عزم و حوصلہ بے خوفی اور بھی خواہی ملک و قوم کا ایک شاہ کار ہے۔ مسٹر ہوم  
 کا بیان ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کا خیال ان کو سرسید کا یہی رسالہ

لے حیاتِ سرسید ۱۴-۱۵

دیکھ کر ہوا تھا۔ اس کی اشاعت ان کی عظمت، دور بینی اور وقت شناسی کی دلیل ہے اس کتاب کے چھپوانے اور تقسیم کرنے میں انھوں نے ہر احتیاط برتنی۔ صرف ایک جلد گورنمنٹ ہند کو بھیجی اور باقی تقریباً سب جلدیں پارلیمنٹ کے ممبران کو بھیج دیں) وہ ان کے تدبیر اور کام کی سچی نگین کے اظہار کا کافی ثبوت ہے۔ اس کی ترتیب و اشاعت سے ان کی وقت شناسی کی صلاحیت اور ہندوستان کی داخلی اور خارجی سیاست سے دلچسپی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ ملک کی اندرونی سیاست میں ملکہ وکٹوریہ کے اعلان (ریکم نومبر ۱۸۵۸ء) کے بعد یہ تبدیلی ہو چکی تھی کہ اب ہندوستان کمپنی کی حکومت سے نکل کر براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگیں آچکا تھا اور اب کمپنی کے عہدہ داروں پر نکتہ چینی کرنے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو اجاگر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں رہا تھا۔ خارجی سیاست یعنی برطانیوی پارلیمنٹ کا یہ رنگ تھا کہ وہ بھی اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو ہندوستان پر بے تکاپن محسوس کرتی تھی؛ یہ بات عرصے سے بے کی محسوس کی جا رہی تھی کہ اتنی بڑی سلطنت کی باگ ڈور جتنی کہ ہندوستان میں انگریزوں نے قائم کر لی تھی ایک تجارتی کمپنی کے ہاتھ میں رہے۔ اگر ۱۸۵۷ء کی بڑی شورش پیش نہ آتی تو بھی غالباً ایسٹ انڈیا کمپنی کو بطور حکمران ہندوستان میں زیادہ عرصہ تک نہیں چھوڑا جاسکتا تھا ۱۱

سر سید نے برطانوی پارلیمنٹ کی پالیسی کے پیش نظر حالات کا بالکل صحیح جائزہ لیا اور پوری جرات کے ساتھ اس رسالہ کی جلدیں ممبران کو بھیج دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سر سید کی بہت قدر و منزلت کی گئی۔ ان کے اس رسالے کے انگریزی

۱۱ تاریخ ہند (عہد جدید) ص ۲۱ : ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔



ترجمے بھی کیے گئے۔ لیکن شائع صرف ان کے دوست کرنل گرہم کا ترجمہ ۱۸۵۲ء میں ہوا۔ یہ حکومت کے فارن سیکریٹری مسٹر سیسل بیڈن نے اس رسالے کو باغیانہ تصنیف قرار دے کر سرسید کو سزا کا مستحق بتایا۔ لیکن اس تجویز کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ اور ان کی سعی جمیلہ کارگر ثابت ہوئی۔ برطانوی پارلیمنٹ کی اس وقت کی پالیسی کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی ہو جاتا ہے:

”دسمبر ۱۸۵۷ء میں لارڈ پامرٹن نے مجلس انتظامیہ کو باضابطہ اطلاع دی کہ ہندوستان کو تاج برطانیہ کی بلا واسطہ ماتحتی میں لے لینے کی تجویز عنقریب ایوانِ حکومت میں پیش کی جائے گی۔ مجلس انتظامیہ نے مسٹر جان اسٹوارٹ مل کو ہدایت کی کہ ایوانِ عام میں پیش کرنے کے لیے ایک عرضداشت کا مسودہ مرتب کرے جس میں مجلس انتظامیہ کی خدمات شمار کرائی جائیں۔ اس الزام کی تردید کی جائے کہ غدر کو کمپنی کی بد انتظامی سے کوئی تعلق ہے۔

اور اس امر پر افسوس کے ساتھ توجہ دلائی جائے کہ ایسی بنیادی تبدیلی حکومت کے اندر اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ غدر ابھی تک فرو نہیں ہو چکا۔ یہ عرضداشت سلطنت کی قابل ترین دستاویزات میں شمار ہونے کے قابل تھی مگر مخلوق کے پُر غور مطالبات کو اس وقت کون روک سکتا تھا۔ مسٹر بیرنگ نے اس عرضداشت کو ایوانِ عام میں پیش کیا اور لارڈ پامرٹن کی تجویز پر یہ ترمیم پیش کی کہ بصورتِ موجودہ گورنمنٹ ہند کے لیے کوئی نیا قانون انتظام مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر

۱۵ حیات جاوید حصہ دوم ص ۲۷

یہ ضروری ترمیم بھی ۱۷۳ کے مقابلے میں ۳۱۸ کی کثرت رائے سے  
ساقط ہو گئی (لارڈ ایلن برائے مخالفت کی تھی) وراں حالیکہ اس  
وقت سے پانچ سال پہلے ہندوستان کی سلطنت کمپنی کے ہاتھ میں  
رہنے دینے کی تجویز بلا اختلاف منظور ہو گئی تھی۔ ابھی لارڈ پارمرٹن  
کی تجویز ایوان حکومت میں پیش ہی تھی کہ قدامت پسند طبقہ  
(CONSERVATIVE) برسرِ اقتدار ہو گیا اور یہ کام  
لارڈ اسٹینلے کے سر پر آ پڑا کہ وہ اس تجویز کو منظور کرائے۔ جس نے  
کمپنی کے وجود کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ ۱۷

خلاصہ یہ کہ سرکشی ضلع بجنور اور "اسباب بغاوت ہند" دونوں کا مرکزی  
اور بنیادی نقطہ نگاہ انگریز دوستی اور انگریزی حکومت اور ملک و قوم کی خیر خواہی  
ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں برسرِ اقتدار کمپنی اور اس کے عہدیداروں  
کی جن سے ان کا تعلق رہا، تعریفیں ہیں اور موخر الذکر میں حکومت سے دست بردار  
ہونے کے بعد اس پر نکتہ چینی ہے۔

رسالہ اسباب بغاوت ہند کی ترتیب کے بارے میں ذیل کی عبارت سے  
اُن کے نقطہ نظر کی وضاحت بخوبی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں :

مگر اس فساد کے اصلی سببوں پر غور کرنا اور اپنی صداقت سے بچ  
بچ سببوں کا بیان کرنا، میں ایک عمدہ خیر خواہی اپنی گورنمنٹ  
کی سمجھتا ہوں..... بچ ہے کہ بہت بڑے بڑے دانا اور  
تجربہ کار لوگوں نے اس بغاوت کے سبب لکھے ہیں۔ مگر امید

۱۷ تاریخ ہند ۱۷۳۱ء (عہدِ برطانیہ) مولفہ جے۔ سی مارشمن اسکوائر سی۔ ایس۔ آئی مترجمہ

سید عبدالسلام ۱۹۲۳ء



ہے کہ شاید کسی ہندوستانی آدمی نے اس میں کوئی بات نہ لکھی ہو۔  
بہتر ہے کہ ایسے شخص کی بھی ایک رائے رہے۔<sup>۹۱</sup>

بلاشبہ سرسید انگریزی حکومت کی خیر خواہی اور امداد میں سرگرم عمل رہے اور دیانت داری کے ساتھ وہ اپنے اس طرز عمل کو درست سمجھتے تھے۔ مغلیہ بادشاہ اور نوابوں کی کمزوری، طوائف الملک کی ادران کی بے عملی کو دیکھ کر ان کی رائے سخت ہو گئی تھی کہ اس ہنگامے کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتے گا اور اس سے ملک و قوم کو نقصان رہے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ سرسید کی اس رائے سے اتفاق کیا جائے۔ لیکن تاریخ نے ان کی رائے کو کہ زمام حکومت اب ہندوستانیوں کے ہاتھ سے نکل کر رہے گی، صحیح ثابت کر دکھایا۔

در اصل سرسید دیکھ رہے تھے کہ ہندوستان میں جاگیردارانہ نظام دم توڑ چکا ہے اور انگریز، جو اپنے ملک میں صنعتی دور کا آغاز کر چکے ہیں، ہندوستان میں سیاسی اقتدار کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ صنعتی دور نے جو آسانیاں بخشی تھیں انگریزوں کو سیاسی اقتدار کے حصول اور استحکام کے لیے کام میں لا رہے تھے۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح سامنے تھی کہ اگر ملک و قوم کو ترقی کی راہ پر چلنا ہے تو راستہ وہ نہیں ہے جس پر اب تک ملک اور قوم گامزن تھے بلکہ وہ ہے جو عہد جدید کا بنایا ہوا ہے مستقبل کے تقاضوں کا ساتھ دینا زوال آمادہ بلکہ گئی گزری ملکی

۱۹ حیات جاوید ص ۸۶ (ضمیمہ جات) اکادمی پنجاب ۱۹۵۴ء۔ نوٹ :- اسی طرح کی بات انھوں نے رائے شکر داس منصف مراد آباد سے کہی تھی۔ "میں ان باتوں کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا ملک اور قوم اور خود گورنمنٹ کی خیر خواہی سمجھتا ہوں۔ پس اگر ایک ایسے کام پر جو سلطنت اور رعایا دونوں کے لیے مفید ہو مجھ پر کچھ گز نہیں جائے تو گوارا ہے۔" حیات جاوید ص ۱۲۴ اکادمی پنجاب ۱۹۵۴ء

بقول مولوی طفیل احمد مؤلف مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ "یہ رسالہ توپ کے منہ کے سامنے ایک ملازم سرکار نے لکھا تھا۔" ص ۱۶۹

حکومت کے بس کی بات نہ تھی۔

ہندوستان میں صنعتی دور اور سیاسی غلامی دونوں تقریباً ساٹھ ساٹھ آگے اور جو قوم یہاں صنعتی دورے کر آئی۔ اُسی نے ملک کو سیاسی غلامی بھی دی۔ صنعتی دور معاشرتی اور تمدنی ترقی کے امکانات لے کر آیا تھا لیکن اقتصادی بربادی، احاسی کمتری اور سیاسی غلامی نے ملک و قوم کو بے دست و پا کر کے رکھ دیا تھا۔

سر سید نے جاگیر دارانہ نظام کے مقابلے میں صنعتی دور کے تقاضوں کے مطابق فکر و عمل کی راہیں تلاش کیں اور اپنی ترقی پسندی کا ثبوت دیا لیکن وہ سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنے کو مقدم نہ ٹھہرا سکے۔ جبکہ مسلمانوں میں ایک دوسرے مکتبہ فکر کے لوگ مثلاً علماء سیاسی غلامی سے نجات حاصل کرنا مقصد اول قرار دیتے تھے لیکن وہ معاشرتی اور تمدنی میدان میں قدامت پسند تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ دونوں کی قدر و قیمت کا الگ الگ اندازہ لگایا جاتا اور کوئی ایسا لائحہ عمل تیار ہوتا جو سیاسی آزادی کی برکتوں سے بھی نوازتا اور زندگی کا زیادہ صحت مند تصور بھی دیتا

آخر میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ سر سید نے اپنی اس تالیف کا نام "سرکشی ضلع بجنور" رکھا۔ یہ اُن کے اُس عقیدہ کا اظہار ہے جس کی بنا پر وہ ۱۸۵۷ء کی تمام جدوجہد کو بغاوت لے، غدار اور سرکشی کہتے رہے۔ جس وقت

۱۸۵۷ء میں جب سید احمد خاں لندن میں مقیم تھے تو سر جان کے نے جن کی "دی ہسٹری آف دی انڈین میوٹنی" نہایت مبسوط اور ایک طبقہ کے لیے قطعی طور پر قابل اعتبار تاریخ ہے، ان سے دریافت کیا کہ کیا ان کی رائے میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ قومی تحریک کا نتیجہ تھا یا محض فوجی بغاوت تھی۔ سید احمد خاں نے صاف جواب دیا کہ وہ فوجی بغاوت تھی اور اس کو قومی انقلاب کہنا سراسر غلط ہے۔ "سرکشی ضلع بجنور" ص ۲۳ حاشیہ: مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق۔



انہوں نے اپنی یہ تالیف پیش کی تو ان کی عمر ۴۰ سال تھی اور وہ ان کی قومی زندگی کا ابتدائی دور تھا، نیز یہ کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت میں بحیثیت ایک ملازم کام کر رہے تھے۔

ان کے اس عقیدے اور اس کی سختگی پر اگر غور کیا جائے تو اس کے اسباب اس دور کی سیاسی حالت اور اس سے قریبی گزشتہ زمانے کی ملکی تاریخ میں مل جاتے ہیں: کون کہہ سکتا تھا کہ اب مغلیہ سلطنت کا چراغ سحری وہ روشنی بخش سکے گا جس سے ہندوستان کا مستقبل تابناک ہو سکے۔

ایک طرف ملک کی خانہ جنگیاں، طوائف الملوک، امراء کی بے عملی اور عیش پسندی اور ریشہ دوانیاں تھیں۔ دوسری طرف نووارد انگریز قوم کی قوت کے مظاہرے ایک عرصے سے اس ملک میں ہو رہے تھے۔ جو اپنے جوشِ عمل، جنگ و تاز، استعمار و استحکام، چالاکیوں اور جدید ساز و سامان سے بہرہ مند تھی۔ ایسے زمانے میں یہ بات صاف نظر آرہی تھی کہ مستقبل میں اس ملک کی عنان حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ جس کے پیش نظر ان کا یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ اس حکومت کے خلاف آواز اٹھانا سرکشی اور بغاوت کے مترادف ہوگا۔ ان کی دور اندیشی اور مصلحت نے ان کو مجبور کیا کہ وہ انقلابیوں کے مقابلے میں انگریزوں کا ساتھ دیں۔ سرسید ہی پر کیا منحصر ہے، اس زمانے میں بھی اور ان کے بعد بھی تقریباً سو برس تک، غیر ہندوستانیوں کا تو ذکر ہی کیا، بڑے بڑے ہندوستانی مؤرخ، محقق اور مصنف اس تحریک کو بغاوت، غدر اور سرکشی ہی کا نام دیتے رہے۔ سوائے چند ایسے بزرگوں کے جنہوں نے کہیں کہیں اشاروں اور استعاروں میں اس کے خلاف بھی حقیقت کا اظہار کیا۔

۱۔ معاصر مؤرخ مولوی ذکا الدین بھی "غدر" کہتے ہیں اور ظہیر دہلوی بھی "غدر" لکھتے ہیں۔

ان کے اس دور کے طرز فکر کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ سرکار انگریزی پر تبصرہ کرتے ہوئے باشندگان بجنور کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

”دیکھو سرکار انگلشیہ کی عملداری میں ہندو مسلمان سب امن و آسائش سے تھے۔ کوئی زبردست، زیر دست پر ظلم نہیں کر سکتا ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد اور پریشور کی پرستش میں مصروف ہے کوئی کسی سے معترض نہیں.... غرض کہ یہ انصاف، یہ آسائش اور یہ آزادی اور عدم مزاحمت ہر کسی کے حال اور قال اور مذہب اور ملت سے جیسا کہ ہماری سرکار انگلشیہ کے عہد میں ہے کسی کے عہد میں نہیں ہوا.... تمہاری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اس کے سایہ حمایت کو اپنے سر پر نفل بہا سے بہتر سمجھو.... سرکار دولت دار انگلشیہ جس طرح اپنا حق محفوظ رکھتی ہے اسی طرح حقوق رعایا کی بھی حفاظت کرتی ہے۔“

یہ ضروری نہیں کہ آج بھی سرسید احمد خاں کی اس رائے سے اتفاق کیا جائے لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی یہ رائے کسی ذاتی غرض کے باعث نہ تھی کیونکہ واقعات ان کی خلوص نیت، بے لوثی، دردمندی اور ملک و قوم کی فلاح و ترقی کے خواہش مند ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

سرکشی ضلع بجنور کے مطالعہ کے بعد سرسید احمد خاں کی شخصیت ایک ایسے روشن خیال فرد کی شخصیت بن کر سامنے آتی ہے جو تعمیر کا خواہاں اور تخریب

۱۴۲۳ء بجنور ص ۱۴۲



سے گریزاں ہے۔ جس کے یہاں فرقہ واریت، تعصب اور تنگ نظری نہیں بلکہ انسانی درد مندی، خلوص نیت اور امن پسندی، حق گوئی اور ہمت و جرأت اس کا جوہر ہے۔ وہ انگریزوں کی خوش اخلاقی، تنظیمی صلاحیت اور سیاسی اہلیت کے معترف تھے اور وہی اوصاف ضلع کے دوسرے روساء اور حکمرانوں میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے احساس برتری کو بھی کسی موقع پر مجروح نہیں ہونے دیتے۔ جذباتیت سے بالکل الگ رہ کر حقائق کی روشنی میں غور و فکر کرنا ان کی شخصیت کا اہم پہلو تھا جس کا ایک ثبوت ان کی یہ تالیف بھی ہے۔ ان کا کمالِ نظریہ تھا کہ ضلع کی صورتِ حال کے پیش نظر وہ جو کچھ فیصلہ کر چکے تھے بالآخر وہی ہو کر رہا۔

سرسید احمد خاں بجنور میں صرف ۲۱ برس رہے۔ لیکن یہ مختصر عرصہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس زمانے کے واقعات اور تجربے سبق آموز تھے جن سے دور رس نتیجے نکالے گئے۔ بجنور کی سرزمین کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ یہیں انھوں نے دو قابل ذکر خواب دیکھے جس میں ان کو آئندہ ذمہ داریوں اور تابناک مستقبل کا الہام بخشا گیا اور اسی روشنی میں انھوں نے اپنے فکر و عمل کی راہیں متعین کیں۔ مولانا حالی نے سید احمد خاں کے دونوں خواب اس طرح بیان کیے ہیں :

”سید بجنور میں تھے کہ انھوں نے (خواب) دیکھا کہ ایک شخص سفید پوش آئے اور ان کو ایک قلم دان کشمیر کا بنا ہوا نہایت نفیس دے کر چلے گئے اور خواب ہی ان کو یقین ہوا کہ وہ علی مرتضیٰ تھے۔“

احیاءِ جاوید : مضمیمہ نمبر ۳ (۱۹۳۹ء)

”بجز رہی میں انھوں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ چاندنی رات ہے اور چاند نکلا ہوا ہے اور وہ اپنے مکان کے سامنے صحن چوڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سید کی نگاہ اپنے بائیں پانچ پر پڑی تو دیکھا کہ ان کے پانچ کی انگلیوں کی ایک ایک پورکٹ گئی ہے مگر کچھ درد نہیں ہے اور نہ اس سے لہو بہتا ہے مگر کٹی ہوئی پوروں کے سرے جہاں سے کٹے ہیں نہایت سرخ لہو کے مانند ہو رہے ہیں۔ سید نہایت حیران ہوئے کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں ایک بزرگ آئے اور انھوں نے ان کی کٹی ہوئی انگلیوں کے سروں پر اپنا لب مبارک لگا دیا۔ اسی وقت جن کی انگلیوں میں نو شروع ہوا اور سب انگلیاں درست ہو گئیں اور ان میں چاند سے زیادہ روشنی تھی۔ سید چاند کو دیکھتے اور ان نئی انگلیوں کو دیکھتے اور ان میں چاند سے زیادہ روشنی پاتے تھے خواب ہی میں ان کو کسی طرح یقین ہوا کہ محمد رسول اللہ صلیم تھے جنھوں نے لب مبارک لگایا تھا۔“

شرافت حسین مرزا

دہلی  
دسمبر ۱۹۶۳ء

۱۰ حیات جاوید : حصہ ۹ ضمیمہ نمبر (۳) ۱۹۳۹ء



# THE BIJNOUR REBELLION

BY

SYUD UHMUD KHAN  
SUDDER AMEEN OF BIJNOUR

سرکشی ضلع بجنور

تصنیف

سید احمد خاں، صدر امین بجنور

AGRA

PRINTED AT THE MOFUSSILITE PRESS  
1858

(مطبوعہ - الجمعية پریس دہلی)  
۸۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

الہی تو مجھ کو توفیق دے کہ یہ تاریخ میری پوری ہوا در صحیح بات اس میں لکھنے کی ہدایت کر کیوں کہ طرف داری کی تاریخ لکھنے ایسی بے ایمانی کی بات ہے کہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا ہے۔ اس کا وبال قیامت تک مصنف کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا ہے بہت سا اس میں میری آنکھوں کا دیکھا اور بہت سا اپنے ہاتھ کا کیا ہوا اور اس کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت تحقیقات سے اور بہت صحیح اور نہایت ہی سچ لکھا ہے۔

پہلے اس سے کہ واقعات ضلع بجنور لکھنے شروع کروں مناسب ہے کہ فہرست ان حکام متعہدا اور غیر متعہدا اور عمدہ عملہ کی جو ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں ضلع بجنور میں نامور تھے اور جن کو انتظام ضلع میں دخل تھا اس مقام پر لکھوں۔



# فہرست حکام متعہد اور معزز اہلکاران ہندوستانی

حکام متعہد  
جناب سرائنڈر شیکسپیر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ مع میم صاحبہ بابا صاحب  
سلہ اللہ تعالیٰ -

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جینٹ مجسٹریٹ دام اقبالہ  
جناب مسٹر کاری صاحب بہادر سنا فر

## انگریزی نویسان غیر متعہد

مسٹر لپیٹر صاحب بہادر سر دفتر کلکٹری مع میم صاحبہ اور تین لڑکوں کے  
مسٹر جالسن صاحب ملازم کلکٹری  
مسٹر مرنی صاحب ملازم فینچ داری مع میم صاحبہ اور چار لڑکوں کے  
مسٹر کیوٹ صاحب غیر ملازم  
بابو کالی چرن انگریزی نویس کلکٹری

## شفا خانہ

ڈاکٹر نیٹ صاحب بہادر مع میم صاحبہ  
بابو تارا چند رسین ہندوستانی ڈاکٹر شفا خانہ

## ہندوستانی حکام غیر متعہد

محمد رحمت اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ  
سید احمد خاں صدر امین مصنف اس کتاب کا  
پنڈت کالکا پرشاد منصف نگینہ

امداد حسین صاحب منصف و ہام پور خاندان حافظ رحمت خاں بریلی والا۔

## تحصیل داران

تیراب علی تحصیل دار بجنور  
سید قاسم علی تحصیل دار چاندپور  
مولوی سید قادر علی تحصیل دار نگینہ  
صادق علی خاں تحصیل دار دہام پور  
احمد اللہ خاں بھانجا محمود خاں تحصیل دار نجیب آباد  
برنیک نامی اپنے کام پر بحال ہوئے،  
اپنے کام پر بحال ہوئے،  
بدستور بحال ہوئے  
غیر حاضر  
باغی

## پیشکاران

میر مراد علی پیشکار بجنور  
سعد اللہ خاں ٹھکان سبی کوٹہ والا پیشکار چاندپور  
میر شہامت علی پیشکار نگینہ  
کریم اللہ خاں پیشکار دہام پور رشتہ مند محمود خاں  
منٹو لال پیشکار نجیب آباد  
باغی  
باغی  
باسب غیر حاضری برخواست  
باغی  
بحال



## عملہ خزانہ

بحال	بانکے رائے پسر لالہ مقہر داس خزانچی صدر
بحال	بشن لال گماشتہ
بحال	سدا سکھ گماشتہ
بحال	بہاری لال گماشتہ
بحال	بخشی رام تحویل دار تحصیل بخجور
بحال	گلزار لال تحویل دار تحصیل چانڈپور
بحال	سید ہمل تحویل دار تحصیل نگینہ
بحال	منگل سین تحویل دار تحصیل دہام پور
بحال	شب لال تحویل دار تحصیل نجیب آباد

## عملہ کلکڑی

دائم انجس	میر امام بخش سررشتہ دار
رو بکار نویسی پر بحال ہوا	منظہر اللہ نائب سررشتہ دار
سررشتہ دار کلکڑی ہوا	درگاہ پر شاد محافظ دفتر
بحال	بہاری لال ناظر
بحال	محمد علی پیشکار سٹرک

## عملہ فوج داری

بحال	منشی امر سنگھ سررشتہ دار
------	--------------------------

بحال  
بحال  
بحال

لالہ ہر سہائے نائب سررشتہ دار  
بنسی دھر محافظ دفتر  
پنڈت شنبو ناتھ ناظر

## تھانہ داران

غیر حاضر	حسن رضا خاں تھانہ داز بجنور
بحال	گلاب سنگھ تھانہ دار چاند پور
بحال	بدھ سنگھ تھانہ دار دہام پور
بحال	سردار سنگھ کوتوال نجیب آباد
بحال	لطافت علی تھانہ دار منڈا اور
غیر حاضر	ص ۴: رتن سنگھ قائم مقام تھانہ دار نانگل
تھانہ سیوہارہ میں بحال	گنگا پرشاد تھانہ دار بڈھ پور
تھانہ نگینہ میں بحال	محمد حسین خاں تھانہ دار افضل گڑھ
تھانہ افضل گڑھ میں بحال	پرکھولال تھانہ دار سیوہارہ
برخاست	منیر الدین قائم مقام تھانہ دار نگینہ

## جمعداران نمبر اول

بحال	بھولانا تھ جمعدار نور پور
غیر حاضر	لطف علی جمعدار کوٹ قادر
برخاست	چھیدالال جمعدار کرت پور
پھانسی پایا	عبداللہ خاں جمعدار چانڈی



## جیل خانہ

بحال  
ماعنی

موہن لال ناروغہ  
رام سروپ بھعدار

### سررشتہ تعلیم

پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر  
احسان علی سب ڈپٹی انسپکٹر تحصیل بھنور چاند پور  
رحیم اللہ سب ڈپٹی انسپکٹر نگینہ ودھام پور  
تحصیل دہرہ دھام پور  
بحال  
تحقیقات طلب

### سلامت رہنا حکام وغیرہ کا

سب سے بڑی مبارکی ہماری تاریخ کی یہ ہے کہ اللہ مقدس کی مدد سے  
ہمارے ضلع میں جس قدر حکام متہمد اور جو لوگ عیسائی مذہب کے تھے کیا مرد اور کیا عورت  
اور کیا بچے سب امن میں رہے اور جب ضلع چھوڑنا مناسب ہوا تو سب عیسائی  
مذہب والے جناب مسٹر انگلز نڈر شکسپر صاحب بہادر کی حسن تدبیر اور مردت اور  
وفاداری سے صاحب ممدوح کے ساتھ بہ عزت تمام وہاں سے نکل کر امن کی  
جگہ میں چلے آئے۔

### حالات و واقعات

ص ۵۰

میرٹھ میں جو فساد اور نمک حرامی دسویں مئی ۱۸۵۷ء کو ہوئی تھی اس کی

۱۷ مدرسہ دہلی کے اسکالران اعلیٰ کی فہرست میں ان کا نام بھی دیا ہے۔  
(قرآن السعدین صفحہ ۷۷ جلد ۳ شمارہ ۷۷ مورخہ ۲۲ فروری ۱۸۵۷ء)

جبرگیا رہیں تاریخ تک بجنور میں نہیں آئی تھی۔ بارہویں تاریخ کو یہ خبر مشہور ہوئی اور پے درپے اس کے آثار نمودار ہوتے گئے۔ یعنی کنارہ گنگا جناراہ لٹنے لگی اور آمدورفت مسافروں کی بند ہو گئی۔ بارہویں اور تیرہویں کو جو مسافر بجنور سے میرٹھ کو جاتے تھے راہ سے الٹ آئے مگر ضلع بجنور میں اب تک کوئی غدر نہ تھا۔

۱۵ بجنور۔ ضلع کا صدر مقام ہے ۲۲° ۲۹' شمالی اور ۸۰° ۴۸' مشرقی خطوط پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے ۴۸۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کی ابتدائی تاریخ واضح نہیں ہے۔ مقامی روایتوں سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یہاں کا راجہ دینایا بنیا تھا جسکی کہانیاں تمام روہیل کھنڈ اور لوہنی میں کہی جاتی ہیں۔ کبھی اپنی رعایا سے ٹیکس نہیں لیتا تھا بلکہ خود ”بجنا“ چکھے بنا کر اس خرچ کو پورا کرتا تھا۔ اس لئے اس کا نام بجنور پڑ گیا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ دجایا نگر یا بجے نگر کا بگڑا ہوا ہو۔ لیکن محض قیاس ہے موجودہ آبادی پرانی نہیں ہے لیکن قدیم اثرات کبھی کبھی ۲ میل مغرب کی طرف گنگا کے قریب پائے جاتے ہیں۔ جاٹوں کا یہاں اثر تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہاں برسوں سلم کلال اور جاٹوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار کلال عادی آئے اور صرف ایک جاٹ عورت بچی تھی اس کے ایک بیٹا داساند سنگھ DASANAND SINGH پیدا ہوا اور اس نے اپنے دشمنوں کو شکست دی۔ ایک مسلمان گورنر علی جان دہت ممکن ہے کہ ”علی جان“ جو ۱۶۰۵ء میں سنبھل پر قابض تھا کی مدد سے کلال مال دئے گئے اور جاٹ سرسبز ہوئے۔ اکبر کے زمانہ میں بجنور ایک محال کا نام تھا لیکن اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اور ۱۸۲۳ء تک اس کو کوئی اہمیت نہ ملی۔ پہلی مردم شماری ۱۸۸۱ء میں اس کی آبادی ۲۸۰۹ تھی اور ۱۹۱۱ء میں ۱۴۵۸۳ ہو گئی اب ضلع کی آبادی ۱۱۹۰۹۸۷ ہے۔ ضلع کے سرکاری دفتر ۱۸۷۳ء میں بنے اور ۱۸۷۳ء میں ان میں توسیع کی گئی کبھی یہاں کے جٹیو اور قریبی ”بجاری“ کے چاقو مشہور تھے (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے بجنور گزیٹر از ص ۲۱۲ تا ص ۲۱۶)



## کیفیت پھیلنے غدر کی بجنوریں

رفتہ رفتہ ضلع بجنور میں بھی غدر شروع ہوا۔ راہیں لٹنے لگیں۔ سولہویں مئی ۱۹۵۷ء کو درمیان موضع چھال وادینڈھہ بھٹانہ بجنور میں غارت گری ہوئی کہ گوجروں نے سسی دیہی داس بزاز کو لوٹا۔ اسی طرح شہباز پور کھڈر پرڈاکہ پڑاکہ گوجروں نے مل کر اس گاؤں کو لوٹ لیا اور یہ سب سے پہلا گاؤں ہے جو ضلع بجنور میں لٹا۔ اسی تاریخ ۱۶ سولہ ہزار روپیہ جو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور نے بابت مال گزاری کے بجنور کو روانہ کئے تھے۔ بجنور میں پہنچے اور داخل خزانہ ہوئے بعد اس کے سترہویں مئی کو سربراہ ڈاک مسٹر کاری صاحب بہادر کالی گھاٹ راوی پر لوٹا گیا۔ اگرچہ ان وارداتوں کے مجرم تدبیر اور کوشش جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر سے بتعیناتی بھٹانہ داران اور میر تراب علی

۱۷ یہ نگا خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ بلرام سنگھ نے اٹھارویں صدی کے شروع میں پرگنہ باسٹہ کے اعظم پور حصہ میں ایک بڑی ریاست حاصل کی ان کے بیٹے رام کشن نے تاج پور کے قریب علاقہ خرید لیا اور خاندان کو وہیں لے گئے جب یہ ضلع برٹش گورنمنٹ کے پاس آیا تو یہ علاقہ انہیں لوگوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۸۵۷ء میں امیر خان پنڈاری کے زمانہ میں اس خاندان نے سرکار انگریزی کی بہت خدمات کیں اس صلہ میں ان کو گویال پور کی ریاست بھی ملی تھی۔ اسی خاندان میں چمران سنگھ پیدا ہوئے ان کا جوانی میں انتقال ہو گیا اور اپنی جائداد اپنے بیٹے پرتاب سنگھ کو چھوٹی جو چودھری آف تاج پور کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ غدر میں سرکار انگریزی کی مدد اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کی اس صلہ میں راجہ بہادر کا خطاب ملا تھا اور ۱۰/۲۵۰۰ کی مالیت کے گاؤں، ۶ گاؤں کی مال گزاری کی معافی بھی ہو گئی تھی ان کی وفات ۱۸۷۷ء میں ہوئی ان کے جانشینوں کے لئے بھی آدھی معافی جاری رہی۔ ان کے بعد ان کا بیٹا بھگت سنگھ جائداد کا مالک ہوئے ۱۸۸۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (بجنور گزیٹر صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲ ۱۹۰۵ء)

تھمیل دار وافر پولیس کے گرفتار ہوئے اور کچھ مال مسروقہ بھی برآمد ہوا اور لوگوں کو ڈرا اور خوف بھی ہوا مگر گوجر اپنی بدعاشی سے باز نہ آئے علی الخصوص اس سبب سے کہ پار کے گوجروں سے اس ضلع کے گوجروں کو حر مزدنی کرنے کی بہت مدد ملتی تھی

## گوجروں کے فساد کا بیان

اگرچہ شروع فساد سے گوجروں کی نیت بد ہو گئی تھی مگر ان کو اس کا اثر ظاہر کرنے کے لئے ایک عجیب حیلہ ہاتھ آیا۔ قوم رُوہ نے جو بہت عمدہ کاشتکار اس ضلع کے ہیں اور نامردی میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں گوجروں سے چھڑکی کہ ایک گوجری مع اپنے خاوند اور نائی کے سرحد موضع شہباز پور پر گنہ منڈا اور مسکن قوم رُوہ میں جاتی تھی۔ رُوہ نے گوجری <sup>۲۷</sup> کو پکڑ لیا۔ اور اس کا خاوند مارا گیا۔ نائی تھاک کر موضع شیخوپورہ میں بساؤن پدھان قوم گوجر کے پاس گیا اور حاکم کو چھوڑ کر گوجروں کی برادری سے فریاد کی سب گوجر متفق ہوئے اور رُوہوں کا لوٹنا اور برباد کرنا مصمم ٹھہرایا۔ چنانچہ رام جی والہ میں سب گوجر جمع ہوئے اور شہباز پور اور ابوالخیر پور بن کر جو دونوں قریب قریب تھے مارا سب گھر لوٹ لئے اور اکثر جلادئے چھ آدمی قتل وزخمی ہوئے اور گوجری کو لے گئے،

## انتظام ضلع کی تدبیریں

ابتداءً سے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے مناسب تدبیریں انتظام ضلع کی کرنی شروع کی تھیں۔ رجمنٹوں کے رخصتی سوار جو ضلع بجنور میں موجود تھے ان کو

لے مراد گنگا کے دوسری طرف کے اضلاع کا علاقہ لے مطلب فساد سے ہے۔



بھی بلایا تھا اور کچھ سوار بھی نوکر رکھنے شروع کئے تھے اور تھانہ داران اور افسران پولیس کو بھی بقدر مناسب برقدار ملے۔

۱۷ برقدار :- پولیس اسٹیشن یا تھانہ کا چراسی۔ کانسٹیبل۔ عدالت کا پیغام بردار (حوالہ دیگر کثری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش بائی جون ٹی۔ پلاٹس "JOHN. T. PLATTS" ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۲) برقدار :- اُردی فوج کی وہ قسم تھی جو تنگ لے کر چلتے تھے۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں برقدار اور اُردی تعداد میں ستر ہزار تھے (ملاحظہ فرمائے دی کبرج ہٹری آف انڈیا والیوم ۲۱ صفحہ ۱۲) اور اُردی کے بارے میں جناب صلیح الدین عبدالرحمن ندوی لکھتے ہیں "سواروں کی ایک قسم اُردی بھی تھی وہ کسی منصب دار کے ماتحت نہ ہوتے بلکہ براہ راست بادشاہ کی نگرانی میں رہتے شاہی ملازمت میں داخل ہونے کے وقت وہ اپنے گھوڑے ساتھ لاتے ان گھوڑوں کے مرنے کے بعد حکومت کی طرف سے ان کو گھوڑے دئے جاتے۔ اس کے لئے وہ متعلقہ عہداروں کی سند پیش کرتے جس کو اصطلاح میں سقط نامہ کہا جاتا۔ اُردیوں کی نگرانی کے لئے علیحدہ دیوان اور بخشی مقرر کئے جاتے اور ایک عالی مرتبہ امیران کا سردار ہوتا (آئین اکبری صفحہ ۱۳) وہ بادشاہ وقت کی، متفرق خدمت انجام دیتے کسی دوسرے شعبہ میں بھی کام کرتے اور ضرورت کے وقت ہوا کی خدمت بھی بجالاتے۔ لڑائی کے زمانہ میں جنگی محاذ پر بھی بھیج دئے جاتے۔ ان کی شہسواری عام سواروں سے بہتر ہوتی۔ اس لئے وہ پانچ گھوڑے بیک وقت رکھ سکتے تھے۔ ان کی تنخواہ بھی علم سواروں سے زیادہ ہوتی (ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام از صلیح الدین عبدالرحمن صفحہ ۸۷) منصب دار فوجی نظام کا وہ طبقہ ہوتا تھا جس کو جاگیر وغیرہ اس لئے ملی ہوتی تھی کہ وہ حسب منصب، ضرورت کے وقت پر سوار ہیا کرے۔ جیسے پنج ہزاری کو ہزار سوار لانا ضروری تھا منصب دار کو شاہی خزانہ سے تنخواہ نہ ملتی تھی بلکہ یہ سب لوگ مال غنیمت وغیرہ میں شریک رہتے تھے اُردی فوج چونکہ شاہی خزانہ سے تنخواہ پاتی تھی اور جس زمانہ میں جنگ وغیرہ نہ ہوتی (اگلے صفحہ پر)

بریلے نے کوکھ بچھا تھا اور خاص شہر کی حفاظت کے لئے یہ تدبیر کی تھی کہ چودھری نین سنگھ  
 رئیس بجنور کو اجازت دی تھی کہ رات کو شہر کا گشت کیا کریں۔ چنانچہ چودھری صاحب  
 ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جناب الگزنڈر شیکسپیر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ اور جناب  
 مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بھی مناسب مناسب جگہ پر رات کو پھرتے اور خبردار ی  
 کرتے رہے اور ہم تینوں افسروں نے اپنی جمعیت ملازمین وغیرہ کے دو غول کئے  
 پہلا غول محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ کا تھا کہ وہ اپنے  
 غول کو ساتھ لے کر رات کا گشت کرتے تھے دوسرا غول مجھ عبدالعزیز اور میر سید نواب  
 علی تحصیل دار بجنور کا تھا کیونکہ ہمارے پاس نوکر کم تھے اس لئے دونوں آدمیوں نے  
 ایک غول بنالیا تھا اور یہ دونوں غول رات کے وقت علیحدہ علیحدہ شہر بجنور اور اندھیر  
 باغات کا جو متصل آبادی تھے اور جیل خانہ اور خزانہ کا گشت کرتے تھے اور سب طرف  
 پھر پھر اگر ہم تینوں افسر معاً اپنے اپنے غول کے کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر پر حاضر  
 ہو کر تمام رات کمر باندھے کرسیوں پر بیٹھے پہرہ دیتے کیونکہ شورش ضلع میں حد سے زیادہ ہوئی  
 تھی اور کوئی وقت اندیشہ سے خالی نہ تھا مگر ہم اپنے جناب کلکٹر بہادر کی مہربانی اور عنایت  
 کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ ہمارے لئے سب طرح کی آسائش کا سامان وہاں مرتب تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲) تو یہ لوگ آرام سے گزارتے تھے۔ اسی مفہوم کی رعایت سے اردو میں ایک  
 لفظ ”اُحدی“ رائج ہو گیا۔ اُحدی کے معنی یہی لئے جاتے ہیں ”کچھ کام نہ کرنے والا  
 آرام طلب شخص“

بہر حال برق انداز، رعد انداز، دیگ انداز وغیرہ مختلف فوجی دستے ہوتے  
 تھے جو مختلف قسم کی توپ استعمال کرتے تھے۔ مزید ملاحظہ فرمائے تاریخ رشیدی  
 ص ۱۳۵۴ و بابر نامہ ص ۱۳۵۴



اور بہت اچھا شامیانہ ہمارے لئے کھڑا کر دیا تھا اور ہم بہ آسائش تمام اس میں رہتے تھے

## ۲۹ پلٹن کی کمپنی کا سہارن پور سے بجنور میں آنا

اٹھارویں مئی ۱۸۵۷ء کو دفعتاً ایک کمپنی تلنگوں کی جو سہارن پور سے مراد آباد جاتی تھی، بجنور پہنچی اور مجھ کو یوں خبر ملی کہ وہ کمپنی بگڑ کر آئی ہے اور صوبہ دار اور چار تلنگہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کوکھی پر گئے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی میں گھبرا کر صاحب محمد روح کے پاس گیا وہاں معلوم ہوا کہ بطور بدلی مراد آباد جاتی ہے۔ میں نے بے ادب مدح خاں صوبہ دار کو صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ کچھ اپنا حال اور جو مقابلہ اس کا قریب الہاس گوجروں سے ہوا تھا عرض کر رہا تھا مگر اس کی بے ادبانہ گفتگو اور لاپرواہ اور مغرور نشست سے جو بدی اس کے دل میں تھی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی تھی اس دن یہ تجویز ہوئی کہ اس کمپنی کے قیام بجنور کی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ تدبیر بھی ہوئی جس سے میں بہت ڈرتا تھا مگر جب ان کی بات چیت کا جو آپس میں کرتے تھے اور نیز بازاروں میں بکتے پھرتے تھے حال معلوم ہوا تو ان کا قیام بجنور میں نہایت نامناسب معلوم رہا اور باوجودیکہ مراد آباد سے اجازت ان کے رکھ لینے کی آگئی تھی مگر ان کا چلا جانا غنیمت سمجھا جاتا۔

۱۔ تلنگا: تلنگانہ یا کرناتک کا باشندہ۔ چونکہ پہلے یہاں سے ہی ہندوستانی فوج کی بھرتی شروع ہوئی جو کہ بعد کو یورپین فوجی طریقہ پر تربیت پائے۔ لہذا تلنگا سے مطلب ”سپاہی“ ”فوجی“ لیا جاتا ہے۔ کمپنی کے زمانہ میں تلنگوں کے فوجی دستہ الگ تھے، تلنگا کے لئے بلا خط فرمائے: ۱۸۵۷ء کیلنڈر آف پرشین کارپونڈینس والیوم VII ۴-۱۸۵۷

تھا اور وہ خود بھی رہنا نہیں چاہتے تھے اس سبب سے وہ مراد آباد چلے گئے۔

## مراد آباد کے جیل خانہ کا ٹوٹنا اور اس کے سبب سے ضلع میں زیادہ

بد نظمی کا ہونا

۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مراد آباد کا جیل خانہ ٹوٹا اور یہ خبر بہت جلد ضلع بجنور میں پہنچی اور بلکہ بعض دیہات میں کچھ قیدی بھاگ بھاگ کر آ گئے اس خبر کی شہرت سے ضلع میں زیادہ بد نظمی ہوئی اور ہر چار طرف دیہات میں ہزار ہا گنوار جمع ہونے لگے اور کسی کے دل میں عملداری کی دہشت باقی نہ رہی اور ہم لوگوں کو ہر دم یہ اندیشہ ہونے لگا کہ مبادا بجنور پر ڈاکہ پڑے اور خزانہ سرکاری لٹ جاوے مگر ہم لوگ بدستور اپنی ہوشیاری سے جہاں تک ممکن تھا گتھ و گردآوری اور گنواروں کو رعب ظاہری دکھانے میں کچھ تقصیر نہیں کرتے تھے اور بجنور کی ایک بہت اچھی ہوا باندھ رکھی تھی کہ اس کے سبب گنواروں کے دلوں پر بجنور کا ایک خوف تھا

## سفر مینا کی باغی کمپنیوں کا نجیب آباد میں آنا

اشی اثنار میں سفر مینا کے تین سو سپاہیوں نے روڑ کی میں سرکشی کی اور

۱۷ دیہات کے بے پڑھے لکھے لوگ آوارہ لٹے ہوا باندھے رکھنا تھے SIPERS اور MINERS فوجی سپاہیوں کے دودستے جو فوج سے آگے راستوں کو صاف کرتے چلتے تھے۔ ”سفر مینا“ سے مطالب فوج کے وہی دستے ہیں جو انگریزی حکومت سے بگڑ گئے تھے۔ مسرید نے کتاب ہذا میں اس کلمے ”سیر مینا“ اور ”سیر مینر“ بھی استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ ”سفر مینا“ اور ”سیر مینا“ دہلی اردو اخبار ۱۵ اگست ۱۹۲۷ء میں بھی استعمال ہوا ہے۔



ایک کمپنی سفر مینا کی جو روڈ کی سہارن پور کمانڈر انچیف صاحب بہادر کے کمپوں میں شامل ہونے کو بھیجی گئی تھی رستہ میں سے روڈ کی واپس آگئی اور ان سب نے مل کر روڈ کی سے لنڈھورہ کو سفر کیا اور لنڈھورہ کی رانی سے پیغام کہا کہ وہ ان کو اپنے پاس نوکر رکھ لے اس وعدہ پر کہ وہ روڈ کی وغیرہ سب اس کو فتح کر دیں گے مگر اس نے منظور نہ کیا تب انہوں نے ارادہ کیا کہ نجیب آباد کے نواب کے پاس جا کر اپنا ارادہ پورا

۱۵۵۲ء شمال اور ۵۳ ر، مشرقی خطوط بر واقع ہے (گنہ میٹر سہارن پور ۱۳۹۰ء)  
 ۱۵۵۳ء یہ مقام ۲۹ شمال اور ۵۲ ر، مشرقی خطوط پر سطح سمندر سے ۸۷۵ فٹ بلندی پر واقع ہے  
 بجنور سے جانب شمال مشرق ۲۱ میل دور ریلوے جکشن ہے اس کو نجیب الدولہ نے آباد کیا تھا ۱۵۵۴ء  
 میں آبادی سے ۱۱ میل جانب مشرق پتھر گڑھ یا نجف گڑھ کا قلعہ بنوایا۔ یہاں نجیب الدولہ اور ان کے بھائی جہانگیر شاہ کا ۱۵۵۴ء کا بنا ہوا مقبرہ ہے۔ نواب کے فوت خانے کے کھنڈرات ،  
 نواب معین الدین کا لگا ہوا باغ اور ان کے بھتیجے جلال الدین کی یادگاریں اب تک موجود  
 ہیں۔ باغ میں ایک عمارت مبارک بنیاد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ جس دن  
 اس کی تعمیر شروع ہوئی اسی دن جلال الدین کے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ نواب ٹولہ کی بارہوی  
 کئی مسجدیں اور دوسری عمارتیں فن تیر کے لحاظ سے اہم ہیں ۱۵۵۴ء میں مرہٹوں نے اس کو  
 تباہ کیا۔ ۱۵۵۶ء میں نواب وزیر اودھ کے ہاتھوں میں چلا گیا ۱۵۵۹ء میں جب کیپٹن  
 (HARD WICKE) یہاں آیا تو اس نے اس کو برباد پایا تھا  
 نواب معین الدین نے ۱۵۵۸ء میں اس کو اپنے رہنے کے لئے منتخب کیا۔ نواب محمود خاں  
 انہیں کے بیٹے تھے۔ ۱۵۵۹ء میں جب یہ شہر انگریزی حکومت کے تسلط میں دوبارہ آیا  
 تو نواب کی جگہ برباد کر دی گئی۔ یہاں ۱۵۶۶ء میں میونسپلٹی قائم ہو گئی تھی۔ پانی کی قلت ہی  
 ہے (بجنور گزیٹر ص ۲۷۶ تا ص ۲۷۹ ۱۹۰۸ء)

کریں۔ چنانچہ وہ نجیب آباد روانہ ہوئے اور بیسیویں مئی کو نجیب آباد پہنچے،

## (تا) محمود خاں اور احمد اللہ خاں کا صوبہ داروں سے مصلحت کرنا

اتنی بات تو تحقیق ہے کہ جب یہ سپاہی نجیب آباد پہنچے تو ان میں سے کچھ سپاہی احمد اللہ خاںؒ تحصیل دار نجیب آباد کے پاس گئے اور علیحدہ مکان میں بیٹھ کر کچھ گفتگو اور مصلحت کی پھر وہاں سے احمد اللہ خاں ان سب آدمیوں کو لے کر محمود خاں کے پاس گیا اور وہاں بھی بہت دیر تک خفیہ مصلحت رہی حقیقت میں اس مصلحت کا سچا اور یقینی حال نہیں معلوم ہو سکا مگر جو سنا گیا وہ یہ ہے کہ ان سپاہیوں نے نواب کو سرکشی اور اپنی نوابی قائم کرنے اور حکام انگریزی کی مخالفت کی ترغیب کی اور ظاہر ہے کہ اس کے سوا یہ سپاہی اور کیا صلح نیتے نواب کا جواب بھی جو خفیہ تھا تحقیق نہیں معلوم ہو سکا۔ مگر یہ سنا ہے کہ نواب نے کہا کہ جب تک حکام انگریزی بجنور میں موجود ہیں ایسی جرات نہیں کر سکتا تم اس شہر میں کہ خاص میرا شہر ہے اور اس تحصیل میں جو مجھ سے متعلق ہے کچھ

۱۵ نواب احمد اللہ خاں، نواب محمود خاں کے بھانجے تھے۔ نجیب آباد کے تحصیل دار بھی رہے۔ ۱۸۵۷ء میں نواب محمود خاں کے دست راست رہے اور ان کے زمانہ حکومت میں ضلع کے نظم و نسق میں نمایاں حصہ لیا جس کا تذکرہ کتاب ہذا میں ملے گا اپنی قابلیت اور کارکردگی کی بنا پر نواب موصوف نے ان کو دارالمہام اور مختار کل جیسے معزز عہدوں سے سرفراز فرمایا۔ گزیٹر بجنور ص ۲۸۸۔ فری ڈم اسٹریکل ان اتر پردیش جلد ۵ ص ۲۳۹ اور علماء کا شان دار ماضی ص ۴۳



فساد مت کروا کر بجنور میں جا کر فساد کرو گے اور انگریزوں کو خارج کر دو گے تو پھر مجھ کو نواب ہو جانے کا بہت اچھا قابو مل جائے گا۔ ان سپاہیوں نے بجنور آنے کا اقرار کر لیا اور یہ خبر کہ وہ تلنگا بجنور کو آتے ہیں متواتر ہم کو پہنچی اور ہم کو بہت ڈرا اور خوف رہا اور ہم تینوں افسروں نے ایسی تدبیریں سوچیں کہ در صورت آجانے ان بے ایمانوں کے جہاں تک ممکن ہو سکے حکام اہل ولایت کی حفاظت میں کام آویں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کو بھی ان تدبیروں سے مطلع کیا گیا کہ ہر ایک ص: تدبیر کا پہلے نمونہ بندوبست رہے ہم اس میں کچھ شک نہیں کرتے کہ یہ وقت ہے کہ پہلی دفعہ (نا) محمود خاں اور احمد اللہ خاں کے دل میں سرکشی اور بغاوت کا بیج اگا اور اس نے اپنی حکومت کے خیالی درخت کو بہت اچھا سایہ دار سمجھا اور سرکار دولت دار انگریز کا احسانوں اور پرورشوں کو جو اُس کے اور اُس کے باپ کے ساتھ کی تھیں سب کو یک لخت بھولا۔

اسی تاریخ یعنی بیسویں مئی کو ننگینہ میں مراد آباد کا جیل خانہ ٹوٹنے کی خبر پہنچی اور ننگینہ میں بد معاشوں کی نیت بد ہوئی اور بازار ننگینہ کا بند ہونا شروع ہوا مولوی قادر علی تحصیل دار ننگینہ نے اپنے چیرا سیدوں اور میرالدین قائم مقام کھانا دار کو لے کر بازار کا گشت کیا اور دوکانیں کھلوادیں اور سب کی تسلی اور تشفی کی اور سب

۱۷ ننگینہ ۲۶ ر ۲۹ شمالی اور ۲۶ ر ۸۰ مشرقی خطوط پر بجنور سے جانب شرق ۱۹ میل دور ہے یہ ہمیشہ مسلم بتی رہی۔ ننگینہ بھی فارسی کا نام ہے۔ اکبر کے زمانہ میں بھی اس نام کا پرگنہ تھا۔ ۱۸۰۵ء میں ایرخاں پنڈاری بھی یہاں آیا تھا۔ ۱۸۱۴ء میں شمالی مراد آباد کے کلکٹر کی جائے قیام قرار پایا اور ۱۸۲۲ء میں بجنور ضلع کا صدر مقام ہوا۔ اب دہوا ابھی نہیں ہے آبنوس کا کام اچھا ہوتا ہے (گزٹیر بجنور ص ۲۶۷ تا ص ۲۷۰ ۱۸۵۸ء)

ہندو مسلمان رئیسوں کو بلا کر ہوشیار رہنے اور اپنے اپنے محلہ کا بندوبست رکھنے کی فہمائش کی نہایت تعجب ہے کہ اکیسویں تاریخ مئی کو گیارہ بجے مینرال دین قائم مقام تھانہ دارنگینہ نے مولوی قادر علی تحصیل دار کو یہ خبر سنائی کہ بجنور کا جیل خانہ ٹوٹ گیا حالانکہ اُس وقت تک جیل خانہ بجنور میں کچھ آفت برپا نہیں ہوئی تھی اس خبر سے مولوی قادر علی کو زیادہ تردد ہوا کہ کل مراد آباد کے جیل خانہ کے ٹوٹنے کی خبر برنگینہ میں جب یہ فساد برپا ہوا تھا تو اب بجنور کی خبر پہنچنے پر دیکھئے کیا فساد ہوتا ہے اس لئے جبراسیان تحصیل کو کہا کہ کمر باندھ کر مستعد رہو اور دروازہ تحصیل بند رکھا اور کھڑکی کھلی ہوئی تھی مگر تحصیل دار صاحب کو تلنگوں کی کچھ خبر نہ تھی

## سفر بنیا کی کمپنیوں کا نگینہ میں آنا اور تحصیل کا لٹنا

سنا گیا کہ بعد گفتگوئے نواب کے تلنگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بغیر کمپنیوں کے لے اتنا بڑا فساد کرنا مناسب نہیں اس لئے انہوں نے ارادہ مراد آباد جانے کا کیا اور وہ نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے کہ دفعتاً تین تلنگے براہ کھڑکی تحصیل میں چلے آئے اور تحصیل دار صاحب سے کہا کہ رسد تیار کرو اس عرصہ میں بہت سے تلنگے اندر گھس آئے اور تحصیل دار صاحب کو بیچ میں گھیر لیا اور سنگین چڑھا کر بندو قوں کو پانوں پر چڑھا لیا اور بحیران کو پتھری کے مکان میں لے گئے اور دفتر کے صندوقوں کو کندوں سے توڑ ڈالا اور پھر خزانہ کے قفل کو توڑ کر خزانہ لوٹنے لگے اُس وقت تحصیل دار صاحب کو فرصت ملی اور وہ وہاں سے بھاگتھانہ دار بھاگ کر ایک مکان میں جا چھپے جب تلنگے ان کی تلاش میں بڑھے تو وہ شہر کے باہر جا کر اور رستے سے شہر میں آئے اور ایک جگہ پوشیدہ ہو گئے اور عرضی اطلاعی بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی شہر کے بہت سے



ض: بد معاش اُن تلنگوں کے ساتھ ہو گئے اور تحصیل دار صاحب کا اسباب لوٹ لیا اور بازار نگینہ کو ٹوٹے ہوئے چلے گئے اور بد معاشوں نے بھاگرت کلال کو بھی جو بہت مال دار آدمی تھا لوٹ لیا جب سب تلنگے شہر سے چلے گئے تو تحصیل دار صاحب نے نگینہ کے ہندو مسلمان رئیسوں کو جمع کیا اور جو بد معاش شہر میں غدر مچا رہے تھے اُن کا بند و بست بفہائش اور تہ سطر رئیسان نگینہ کر دیا اس ہنگامہ میں حسب تفصیل ذیل مال سرکاری ٹٹ گیا -

## تفصیل روپیہ اور مال سرکاری جو نگینہ میں لٹا

۸۳۹۲	۱۱	۹	نقد بموجب وازخام
۵۷۴۲۲	۱۲	۵	بابت سٹرک
۳	۱۰	۶	تنخواہ چوکیدار ان سٹرک
۲	۲		طلبانہ سراسری
۹	۱۵		بابت جلد بندی
۱۰	۲		بابت ڈگری سراسری
۵۵			آمدنی افیون
۱۲۶	۱۲		قیمت اسٹامپ
۲۹	۱	۳	تنخواہ وزیران
۵۵			افیم
۸۹۷	۲		کاغذ اسٹامپ
۱۰۳۲۸	۱۲	۱۱	

۱۔ اصل نسخہ میں ۸-۱۲-۲۴۲ لکھا ہے جبکہ ۸-۱۲-۷۴۲ ہونا چاہئے۔

## بجنور کا جیل خانہ لوٹنا

نگینہ میں تو یہ آفت ہو رہی تھی اور ہم تینوں افسر بجنور میں بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاضر تھے اور درباب حفاظت خزانہ گفتگو ہو رہی تھی کیونکہ خسر یورش گنواران اور آمد آمد پلٹن سفر مینا گرم تھی اور یہ رائے قرار پائی تھی کہ کل خزانہ کنوئیں میں ڈال دیا جائے ہم اس تجویز میں تھے کہ ایک بجے سے کچھ قبل دفعتاً جیل خانہ پر بندوق فیروہ کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ جیل خانہ لوٹ گیا جناب صاحب کلکٹر بہادر اور میں صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر صاحب اور سید تراب علی تحصیل دار صاحب بندوقیں اور تلواریں لے کر جیل خانہ پر چلے اور جس طرف قیدیوں کے غول جانے کا احتمال تھا اس طرف دوڑے۔ قریب آدھے میل کے دوڑے ہوں گے کہ اس وقت یہ خیال گذرا کہ خزانہ لٹ جاوے اس لئے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ صدر امین کو اور ڈپٹی کلکٹر صاحب کو حکم دیا کہ خزانہ پر جا کر وہاں کا انتظام کرو چنانچہ ہم دونوں خزانہ پر واپس آئے اور نئی افود پہرہ اور پکٹ قائم کئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سید تراب علی تحصیل دار جیل خانہ پر تشریف لے گئے اتنے میں جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر مسیح گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور کچی خزانہ کی مجھ صدر امین کو سپرد کر کے خود مع چند سواران تعاقب قیدیان فرمایا۔ ہم کو یقین تھا کہ جیل خانہ صرف اس غرض سے لوٹا ہے کہ قیدی اور شہر کے بد معاش جمع ہو کر خزانہ پر حملہ کریں گے مگر قیدیوں نے جیل خانہ سے نکل کر دریا کی طرف بھاگنا شروع کیا تھا اور سب کے منہ دریا کی طرف تھے اور بھاگ جاتے تھے اس سبب سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یا یہ ہمارا خیال غلط تھا یا یہ کہ جب قیدیوں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر کو اور جناب جارج پامٹر صاحب بہادر



کو مستعد اور تعاقب کرتا ہوا دیکھا تو ان کو اس فاسد ارادہ کا قابو نہ ملا غرض کہ سپاہیوں کی بندوقوں سے چند قیدی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے باقی جو بچے وہ جیل خانہ میں بند کئے گئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ پر تشریف لائے اور فی الفور خزانہ نکالا گیا اور مجھ صدر امین نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کنوئیں میں ڈال دیا اور جناب سٹرجنرل پامٹر صاحب بہادر نے کھادر گنگا تک قیدیوں کا تعاقب کیا۔ جیل خانہ کا ٹوٹنا نہایت تعجب کی اور بہت غور طلب بات ہے۔ ظاہر ہے کہ باہر سے جیل خانہ پر کسی کی یورش نہیں ہوئی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ سبب شرارت یا سازش رام سروپ جمدار کے جو پہلے تلنگا کی پلٹن کا تھا جیل خانہ ٹوٹا اور کلکٹر کی جیل خانہ کی کھل گئی اور ہماری دانست میں جب بہت سے قیدی جیل خانہ سے نکل چکے تب باقی ماندہ پر بندوق سر ہو گئی جیل خانہ ٹوٹنے کا سبب شاید یہ ہو کہ رام سروپ نے اس اندیشہ سے کہ باہر سے جیل خانہ پر حملہ نہ ہو اور باہر کی یورش سے اپنا نقصان زیادہ خیال کر کے یہ کام کیا ہو مگر ایک خیال ہم کو بہت شبہ میں ڈالتا ہے کہ اگر نجیب آباد والی مصلحت صحیح ہو تو وہی دن بلکہ وہی وقت نجیب آباد سے تلنگوں کا بخنور میں آنے کا تھا اور بعد تشریف فرما ہونے حکام انگریزی کے فی الفور رام سروپ کی بہت قدر و منزلت تو اب کے ہاں ہوتی گئی اور دن بدن تقرب اس کا بڑھتا گیا حالانکہ پہلے سے کوئی وجہ اس کے ایسے تقرب کی نواب کے دربار میں نہ تھی

## برم پور کا لٹنا

اس واقعہ کے بعد گوجر پر گنہ منڈا اور میں بہت کثرت سے جمع ہوئے

۸۱ ص ۸۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

اور روے جو بہت مال دار تھے اور ان سے اور گجروں سے عداوت ہو گئی تھی اور ان کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور موضع برم پور پر گنہ کیرت پور پر جو ایک بہت بڑا گاؤں رووں کا تھا چڑھائی کی اور ہزار ہا گوجر گنگاوار گنگا پار کے جمع تھے اور کچھ موٹے بھی ان کے ساتھ تھے سب نے مل کر اس گاؤں کو آٹھ روز تک لوٹا اور گھر کھو دکھو کر مال و اسباب نکالا اور گھر جلا دئے مشہور ہے کہ تیس ہزار من کھانڈ لوٹی اور کل اسباب و غلہ اور مویشی تین لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا کیونکہ یہ گاؤں بہت بڑا تھا اور بہت سے گاؤں والوں نے امن کی جگہ سمجھ کر

دکنہ سے پیوستہ،  
 لے یہ پر گنہ تحصیل بجنور میں شمال کی طرف ہے۔ اس کا صدر مقام بھی منڈاوی ہے جو ۲۹ ر ۲۹ شمالی اور ۸۰ ر ۸۰ مشرقی خطوط پر بالن ندی کی وادی میں واقع ہے۔ پرانی جگہ اور بجنور سے ۵ میل شمال کو ہے۔ کہتے ہیں پرانا شہر بالکل برباد ہو چکا تھا۔ بارہویں صدی عیسوی میں اس کو دوار کا داس اور کتار مل میر ٹھ کے بنیوں نے آباد کیا تھا۔ ۱۹۳۲ء میں شہاب الدین غوری نے اس کو پر تھوی راج سے لیا۔ تیمور لنگ یہاں سے گزرا ہے۔ امیر خاں پنڈاری یہاں آیا۔ ۱۸۵۴ء میں یہ جگہ برباد ہو گئی تھی۔ یہاں آثار قدیمہ کی نشانیاں اب تک موجود ہیں۔ خیال ہے ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح ہیون سانگ نے اس جگہ کو دیکھا تھا۔ یہاں بودھوں کی خلفا ہیں اور استوپ تھے۔ کنڈا تال اور پروالی تال قدیم آثار کی چیزیں ہیں۔ ہدایت شاہ کا مقبرہ بھی قریب ہی ہے (بجنور گزیٹر ص ۲۵۸ تا ص ۲۶۵ ۱۹۰۸ء) تحصیل نجیب آباد میں ہے برم پور اس کی خاص تہی ہے یہ ۳۴ ر ۲۹ شمالی اور ۱۲ ر ۸۰ مشرقی خطوط پر واقع ہے۔ نجیب آباد سے ۵ میل دور۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔ (بجنور گزیٹر ص ۲۰۲) کرت پور بھی نجیب آباد تحصیل کا ایک پر گنہ ہے۔ کرت پور اس کا صدر مقام ہے۔ ریلوے اسٹیشن ہے۔ بجنور سے ۱۳ ر ۸۰ مشرقی اور ۲۹ ر ۲۹ شمالی خطوط پر ۵ میل دور واقع ہے یہ بہلول لودی کے زمانے میں بسایا گیا تھا۔ مفتی خاندان یہاں رہتے ہیں (بجنور گزیٹر ص ۲۵۱ تا ص ۲۵۳)



اپنا مال یہاں رکھا تھا جس بھاؤ سے گہروں بکتے تھے اسی بھاؤ سے اس لوٹ کی  
کھانڈ بکتی تھی

## دنا، محمود خاں کا بجنور میں آنا

اس واقعہ سے پہلے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جملہ ریسان ضلع کو بجنور  
میں طلب کیا تھا کہ مع ملک کے واسطے انتظام ضلع کے حاضر ہوں زیادہ تعجب کی  
یہ بات ہے کہ اسی روز شام کے قریب نامحود خاں نجیب آباد سے مع ساٹھ ستر  
آدمی پٹھان بندوچی کے بجنور میں پہنچا ظاہر میں تو بلاشبہ یہ بات ہے کہ پٹھان  
حسب الطلب آیا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ اپنے ساتھ خالی گاڑیاں واسطے لے  
جانے خزانہ کے نجیب آباد کو لایا تھا اور جب ڈپٹی صاحب سے ملا تو نہایت افسوس  
سے ہاتھ مل کر کہا کہ کیا غضب کیا جو خزانہ کنوئیں میں ڈال دیا میں تمہے گاڑیاں  
واسطے لے جانے نجیب آباد کے لایا تھا یہ باتیں نجیب آباد والی مصالحت کو تصدیق  
کرتی ہیں اور جیل خانہ ٹوٹنے کے سبب کو نہایت شبہ میں ڈالتی ہیں۔

اس رات بجنور میں بہت بڑا اندیشہ رہا کیونکہ تلنگوں کا ارادہ مراد آباد  
جانے کا ابھی تک کھلا نہ تھا بلکہ بجنور ہی آنے کا یقین تھا اور ہم کو کچھ امید نہ  
تھی کہ آج کی رات خبر سے گزرے گی اور بڑا اندیشہ ہم کو حکام انگریزی اور  
جناب میم صاحبہ کا تھا کیونکہ یہ نمک حرام کبخت تلنگا خاص حکام انگریزی کے  
نقصان پہنچانے کے درپے تھے ہندوستانی آدمیوں یا اہل کاروں سے خیال  
سہوکار نہیں رکھتے تھے ہم اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جناب مسٹر الگرنڈ  
شیکسپیر صاحب بہادر دام اقبالہ اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر اقبالہ  
جو جو اخلاق اور عنایت ہمارے حال پر فرماتے تھے اُن اخلاق اور عنایتوں نے

ہمارے دل میں ایسی محبت ان صاحبوں کی ڈال دی تھی کہ ان صاحبوں کی خدمت گزاری میں ہم اپنی جان کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے تھے بے مبالغہ میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ محبت کے سبب ان صاحبوں کی نسبت جو وہم دل میں آتا تھا وہ برا ہی برا دکھائی دیتا تھا اور جب اس وہم کا اثر دل پر پہنچتا تھا تو دل سے ایک محبت کا بہت بڑا شعلہ نکلتا اور وہ ان صاحبوں کو گھیر لیتا تھا اور ہمارا دلی ارادہ یہ تھا کہ خدا نخواستہ اگر بڑا وقت آوے تو اول ہم پروانہ کی طرح قربان ہو جاویں پھر جو کچھ ہو سو ہوا میں کچھ شک نہیں کرتا کہ میرے ساتھی دونوں افسروں کا بھی یہی حال تھا ہم جب اُس رات کو ٹھی پر آن کر بیٹھے ہیں تو اس ارادہ سے نہیں آئے تھے کہ ہم زندہ یہاں سے پھر اپنے گھر پر آویں گے مگر نہایت خدا کا شکر ہے کہ ہماری اس سچی نیت نے ہم کو بہت بڑا پھل دیا کہ ہمارے محبوب حکام کو بھی سب طرح اپنے فضل میں رکھا اور ہم کو بھی ہر آفت سے بچایا اور آج ص ۱۴۰ وہ دن ہے کہ اللہ کی عنایت سے ہم سب لوگ جو اس اچھی نیت میں شریک تھے مع اپنے محبوب حاکموں کے زندہ اور سلامت اٹھے ہیں اور دل کی خوشی سے خدا کا شکر کرتے ہیں آمین۔

## سفرِ مدینا کے تملنگوں کا دھام پور کو جانا

غرض کہ وہ تملنگے جو تملنگہ آئے تھے وہاں سے دھام پور کو روانہ ہوئے جو

۱۵ دھام پور ۱۸۲۹ء اور ۲۸۲۹ء مشرقی خطوط پر بجنور سے ۲۴ میل جانب جنوب مشرق اور  
سطح پر کھوہ ندی کے دائیں کنارے پر ۳۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مقام لوہے کے کام میں مشہور  
ہے ۱۸۶۶ء میں پیرس کی نمائش میں اس نے انعام حاصل کیا تھا بجنور گزٹٹر ص ۲۳۷ تا ص ۲۳۹



بدعت کہ دفعتاً نادانستگی میں انھوں نے نگینہ میں کی بھٹی اس کی خبر دھام پور  
میں جا پہنچی بھٹی تحصیل دار دھام پور نے دروازہ تحصیل بند کر لیا تھا اور سپاہی  
اندر تحصیل کے ہوشیار ہو گئے تھے اور بڑی خوبی یہ بھٹی کہ شہر کے بد معاشوں میں  
سے کوئی ان کا ساتھ نہ دے اور بہکانے والا اور بہت بندھانے والا نہ ہو بلکہ ہر سکھ  
رائے لوہیہ کے ہاں اس دن برات بھٹی اُس نے برات کا کھانا اور بہت  
اچھی اچھی مٹھائی تلنگوں کو دی اور رسد بھی شہر والوں نے جمع کر دی اس لئے  
تلنگوں نے وہاں کچھ فساد نہیں کیا اور مراد آباد چلے گئے ،

## خاص بجنور کے انتظام کی اور ضلع کے انتظام کی تدبیریں

جیل خانہ لوٹنے کے بعد ضلع میں زیادہ تر غدر ہوا اور خاص بجنور پر بھی  
ڈاکہ آنا مشہور تھا اور گنوار ہر جگہ علی الخصوص پرگنہ منڈا اور میں بہ کثرت جمع تھے  
اس لئے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے چودھری نین سنگھ کی معرفت دوسرے  
آدمی ملازم کرائے اور گرد شہر کے ناکہ بندی کر دی اور پکٹ جا بجا بٹھا دیئے اور  
رات کو ہم افسروں کا گشت روز تشریف بری جناب صاحب کلکٹر بہادر تک  
بدستور رہا اس سبب سے بجنور میں درحقیقت بہت اچھا امن ہو گیا اور تمام  
ضلع میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ بجنور میں بہت بڑا بند و نسبت ہے اور اس  
دہشت کے سبب کسی کی جرأت نہ تھی کہ بجنور پر کسی طرح کا قصد کرے مگر پرگنہ  
جات میں بدستور غدر تھا اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اس کے بھی انتظام  
میں مصروف تھے اور سواران جدید ملازم رکھے جاتے تھے اور پیدل سپاہی بھی  
بھرتی ہوتے تھے اور واسطے بھیجنے مدد اور کچھ تھوڑی سپاہ معتمد کے میرٹھ اور مراد آباد  
کو بھی لکھا تھا اور یہ انتظار تھا کہ جب یہ جمعیت جمع ہو جاوے تو پرگنہ جات کا

دورہ بھی رہے اور مفسدوں پر دوڑ بھی لے جانی جاوے ان تدبیروں کے  
 سوا انتظام اور مضبوطی پولیس سے بھی غفلت نہ تھی اور احکامات مناسب بنا کر  
 تھانہ داران اور انسپران پولیس کے جاری ہوتے تھے اور انتظام ضلع بہت بہتر<sup>۱۵</sup>  
 اچھی اچھی تدبیروں سے ہاتھ سے نہیں دیا تھا مگر ضلع بجنور جو ملحق تھا منظر  
 سے اور گنگاوار اور گنگاپار کے گوجر سب آپس میں آمدورفت رکھتے تھے اور  
 چاند پور کا پرگنہ ملا ہوا تھا دیہات پکھانڈے جاٹوں اور سیوا تیوں سے اور  
 نجیب آباد کا پرگنہ ملا ہوا تھا جنگل اور بنجاروں سے اس سبب سے شورش ضلع  
 میں بہت زیادہ ہو گئی تھی جس کا اندفع بہت اچھی فوج کی کمک اور بدون  
 دو ہلکی ضرب توپ کے ممکن نہ تھا۔

## چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پرتاب سنگھ کا بجنور میں آنا

ریشمان جو ملک کو بلائے گئے تھے اُن میں سے بد نصیب و نا محمود خاں تو  
 پہلے آچکا تھا اس کے دوسرے دن چودھری رندھیر سنگھ صاحب رئیس ہلدور<sup>۱۶</sup>

۱۵ یہ ہلدور کے چوہان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان مسلمانوں کی فتح کے زمانے سے  
 یہیں رہتا تھا اور یہ چودھری کہلاتے تھے روہیلوں کے زمانہ میں چودھری بخت مل نے کچھ نام  
 پیدا کیا۔ جب غلط نواب وزیر اودھ والے کے زیر نگیں تھا تو چودھری مان سنگھ اسی خاندان  
 کے یہاں چکھ دار تھے یہ پہلی اہم شخصیت تھی۔ برٹش کے زمانے میں ان کی جاگیر بحال رہی۔  
 رندھیر سنگھ ان ہی کے پوتے تھے ۱۸۵۶ء میں انگریزوں سے انہوں نے وفاداری کی اور نواب  
 کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس صلہ میں جاگیر کی معافی ہو گئی تھی اور راجہ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ  
 ۱۸۶۱ء میں فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بھتیجے ہاراج سنگھ مالک ہوئے (بجنور گزٹیر ص ۱۱۱)



اور اس کے بعد چودھری پر تاب سنگھ صاحب رئیس تاج پور تشریف لائے تھے اور صرف پانچ پانچ سوار ملک پر دسے تھے اور کچھ سپاہی ان کے ساتھ تھے اور احاطہ کوٹھی جناب کلکٹر صاحب بہادر میں مقیم ہوئے تھے مگر یہ قلیل ملک اس بڑے فساد کو رفع نہیں کر سکتی تھی۔

## چودھریوں کی ملک اور توپوں کے نہ ہاتھ لگنے کا ذکر

افسوس ہے کہ ان رئیسوں میں سے کسی نے توپ کے موجود ہونے سے اقرار نہ کیا اس وقت دو توپیں ہمارے ہاتھ آجائیں جیسا کہ ہمارے بعد ضلع میں نکلیں اور اچھی طرح ہماری مدد ہوتی تو کیا عجیب ہے کہ برخلاف ان حالات کے جو آب پیش آئے اور کوئی صورت ضلع میں پیدا ہو جاتی بھوپ سنگھ تعلقہ دار ریٹائرڈ پور باوصف طلب کے بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاضر نہیں ہوا اور نہ کچھ مدد دی محمود خاں جو اپنے آنے کے بارہ گھنٹے کے بعد بہت بے قرار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح میں نجیب آباد چلا جاؤں اور طرح طرح کے عذر بجنور کے رہنے میں پیش کرتا تھا مگر ہم کو اُس وقت تک چنداں شبہ اس پر نہ تھا ہم اس کے جھوٹے عذروں کو سچا سمجھتے تھے اور ہر طرح سے اُس کی خاطر کرتے تھے کہ بجنور میں مقیم رہے کیونکہ ہم کو اس سے بڑی توقع ملک کی تھی مگر اب ہم خیال کر سکتے ہیں کہ یہ بے قراری اس کی عرف اس سبب سے ہو گئی کہ بجنور میں اس کا منصوبہ پورا نہ ہوا تھا یعنی نہ تلنگے آئے تھے اور نہ خزانہ لے جانے کا اس کو قابو ملا تھا اس لئے وہ

لے اردو کے شہور ادیب و انشا پرداز ڈاکٹر ندیر احمد کی جائے پیدائش -

گھبراتا تھا اور چاہتا تھا کہ بجنور سے نجیب آباد جا کر اور کوئی نیا منصوبہ کرے  
غرض کہ دور وز بہ مشکل ٹھہرا اور پھر نجیب آباد چلا گیا۔

## چند نامی دیہات کے لٹنے کا ذکر

غرض کہ جہاں تک ممکن تھا انتظام کیا جاتا تھا مگر یہ گنوار ضاد سے باز نہ  
آئے اور دیہات لوٹتے رہے پرتاب پور پر گنہ نجیب آباد پر ڈاکہ چڑھا وہاں لڑائی  
ہوئی اور چند ایدھان زخمی ہوا اکبر آباد کے مردھوں اور قصائیوں نے بہت  
بڑا غول بنایا پہلے اکبر آباد کے پٹواریوں کو لوٹا پھر سکندر پور کے جاٹوں کو  
جا مارا پھر حاجی پور پر چڑھا آئے حاجی پور پر مقابلہ ہوا اور کئی آدمی حاجی پور  
کے معبدھا مقدم الاہیری والا کے جو حاجی پور والوں کی مدد کو آیا تھا مارے گئے  
پھر رام پور کو جالوٹا بعد اس کے سبب جاٹ آپس میں متحد ہوئے انہوں نے  
اکبر آباد کو جا مارا سب گھر لوٹ لئے اور جلادے اور پھر تماشا یہ تھا کہ یہ گنوار  
جو اپنا بدل لینے کو جمع ہوئے تھے اور لام باندھتے تھے صرف یہی نہ تھا کہ اسی  
گاؤں کو لوٹیں جس سے عداوت ہے بلکہ جب لام تیار ہو گیا جس کو چاہا اھ  
جس کو کمزور دیکھا لوٹ لیا۔

## انتظام ضلع کو سپرنٹنڈنٹوں کا مقرر ہونا

انہی خرابیوں کے سبب سے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کے یہ  
مناسب تجویز فرمائی تھی کہ چند ذی عزت آدمی جن کا دباؤ ضلع میں ہوا بلور

۱۵ ضلع بجنور کا ایک موضع



سپرنٹنڈنٹ ضلع مقرر کئے جاویں اور وہ جمعیت مناسب ساتھ لے کر ہر ایک گزہ  
 میں گشت کرتے رہیں اور جہاں گنواروں کی لام بندی نہیں ان کو متفرق  
 کر دیں چنانچہ شیخ اللہ خاں بھائی احمد اللہ خاں بد ذات کا اور مصطفیٰ خاں  
 رشتہ منڈ محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں رئیس بڑہ پور کا جو سابق میں تھانہ دار  
 نگینہ تھا اس کام کے لئے نامزد کئے گئے کیونکہ یہ لوگ ذی عزت تھے اور ان  
 کے ساتھ بہت پٹھان اچھے سپاہی ساتھی اور برادری کے تھے اور بڑی  
 منفعت یہ بھی تھی کہ یہ نالایق سرکار کو اپنے حال پر متوجہ دیکھ کر شکر سرکار کا  
 ادا کریں گے اور خیر خواہی سرکاریں بدل مصروف رہیں گے اور اس کا نتیجہ  
 بہت اچھا پادیں گے اور جو کہ یہ لوگ ضلع میں فساد مچا سکتے تھے ان کو اپنی  
 طرف کر لینے سے فساد نہ ہونے کی بھی توقع تھی درحقیقت یہ تدبیر ایسی  
 پسندیدہ تھی کہ اگر آدمی اچھے ملتے تو بہت اچھا انتظام ضلع میں رہتا نگینہ کے  
 ہندو مسلمان سب رئیسوں نے مل کر یہ درخواست کی کہ گشت و گردآوری  
 نگینہ کے لئے نیکھے خاں جو کلڑیوں کی تجارت کا کام کرتا تھا مع قدرے جماعت پٹھان  
 کے مقرر کیا جاوے شاید اگر وہ ایسی درخواست نہ کرتے تو نیکھے خاں اس  
 وقت سرغنہ معسداں بن کر فساد شروع کرتا چنانچہ ان رئیسوں کی درخواست  
 منظور ہوئی اور نیکھے خاں کے نام حکم گشت و گردآوری جاری کیا گیا ان  
 سب حالات سے ظاہر ہے کہ ہمارے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کسی  
 وقت تدبیر سے غافل نہیں رہے اور جو جو تدبیر انہوں نے کی ایسی پسندیدہ  
 اور مستحکم تھی کہ اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی تھی،

## چاندپور پر ڈاکہ پڑنے کا ذکر

چھبیسویں مئی کو عید کے دن بہت سے میواتی اور بچپانہ جاٹ چاندپور پر چڑھ آئے اور ڈاکہ ڈالنا چاہا شہر والوں نے کمال مستعدی سے ان کا مقابلہ کیا اور کئی آدمی طرفین کے مارے گئے اور زخمی ہوئے اور شہر لٹنے سے بچ گیا بعد اس کے پھر بہت سے گنوار دوبارہ چاندپور پر ڈاکہ ڈالنے کو جمع ہوئے جناب صاحب محبٹرٹ بہادر نے نجف علی نائب رسالہ دار خستی جنٹ کو انسر کر کے پچیس سوار واسطے اعانت پولیس کے روانہ چاندپور کئے وہ سوار وہاں پہنچے اور دو روز مقام کیا جب ڈاکہ والے متفرق ہو گئے۔ بجنور میں واپس آئے جناب صاحب محبٹرٹ بہادر کو فی الجملہ سستی اور ڈرپو کی تھکانہ دار چاندپور کی واضح ہوئی تھی اس لئے گلاب سنگھ تھکانہ دار کو طلب فرما کر تنبیہ اور چشم نمائی فرمائی پھر اس نے وہاں جا کر بمعیت بھولانا تھ جمعدار کے موضع پھیلی کو جو دیہات مفسدوں میں سے تھا جلادیا اور اس تا دیب سے فی الجملہ پرگنہ میں امن ہوتا گیا۔

## ملازمین جدید رکھنے سے کچھ فائدہ نہ تھا

مگر جس قدر سپاہی اور سوار بڑھائے جاتے تھے کچھ ہماری دلجمعی نہ ہوتی تھی اور درحقیقت کچھ دلجمعی کی بات نہ تھی کیونکہ اس زمانہ میں یا یہ کام تھا کہ اگر اتفاقاً کوئی فوج ضلع میں آ جاوے تو اس کا مدافع کیا جاوے یہ بات ان آدمیوں سے کسی طرح ممکن نہ تھی یا یہ کہ ضلع میں اگر کوئی نامی آدمی بگڑ جاوے تو اس کا

۱۵ "عید" ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو بروز منگل تھی۔ یہاں تاریخ لکھنے میں سہو ہوا ہے۔



علاج کیا جاوے مگر ان آدمیوں سے اس امر کا بھی انسداد ممکن نہ تھا بلکہ اس وقت یہ سب آدمی بغل کے دشمن ہوتے کیونکہ تمام ضلع کی نظر محمود خاں پر تھی البتہ گنواروں کا انتظام اس جمعیت سے ممکن تھا مگر یہ جب ہوتا جب میں ان دونوں باتوں سے طمانیت ہوتی اس لئے جناب صاحب کلکٹر بہادر ترائید واسطے طلب ملک کے تحریر فرماتے تھے۔

## چند سواروں کا برتلی سے اور تلنگوں کا مراد آباد سے آنا

آخر کو فوج کی کمک سے ناامیدی ہوئی مگر جناب مسٹر رابرٹ الگزنڈر صاحب بہادر کشن نے جو پچیس سوار جدید ملازم رکھ کر بریلی سے بھیجے تھے۔ اٹھائیسویں مئی کو اور مراد آباد سے چالیس تلنگے اسی پلٹن کے جو بگڑ کر پھر چند روز کے لئے سیدھی ہو گئی تھی بجنور کو روانہ ہوئے تھے، اسیسویں مئی کو بجنور پہنچے۔

## جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا منڈا اور کو جانا

تیسویں مئی کو ات کے وقت جناب جارج پامٹر صاحب بہادر اور سید تراز علی تحصیل دار بجنور ان تلنگوں کو مع بیس سوار کے جن کا افسر بہادر علی خاں مرسلہ جناب صاحب کشن بہادر تھا تشریف فرمائے منڈا اور ہوئے کیونکہ پرگنہ منڈا اور میں گوجروں وغیرہ گنواروں کا بہت زور تھا اور انہوں نے محمد پور اور منڈا اور پرڈاکہ ڈالنے کو بہت بڑا لام باندھا تھا۔

# احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں کی بدیتی سے کام کرنا

جناب صاحب کلکٹر بہادر کے سامنے بھی احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اس کے بھائی نے جو کام کئے اگر خوب غور سے دیکھا جاوے تو وہ بھی خود سری اور خود مختاری کے شبہ سے خالی نہ تھے بنجارہ بارادہ فاسد جنگل میں جمع ہوئے تھے ان پر شفیع اللہ خاں دوڑ لے گیا اور ان کو مارا اور ان کا اسباب جو مشہور ہے کہ بسین پچیس ہزار روپیہ کی مالیت کا تھا لوٹ لیا اور چند بنجاریوں کو بطور لونڈیوں کے اپنے گھر پکڑ لایا تھا جب بنجاریوں نے ایسا کیا اور بہت بنجارہ جمع ہوئے تب ان عورتوں کو ایک ہفتہ کے بعد چھوڑا اسی طرح احمد اللہ خاں بھاگو والہ پر جہاں بنجارہ جمع تھے دوڑ لے گیا اور ان میں سے چند بنجاریوں کو پکڑ لیا تھا اور یہ بات سنی گئی تھی کہ کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دیا اور یہ بھی مشہور ہوا تھا کہ ایک بنجارہ کو مار کر درخت میں لٹکا دیا تھا اور دوڑ لے جاتے وقت راہ میں جب کنک پور پہنچا تھا ایک پدھان کو زخمی کیا تھا اور کس ہزار روپیہ کا اسباب لوٹ لیا تھا بوڑھ گری کے جاٹوں نے چند دیہات لوٹے تھے شفیع اللہ خاں ان پر دوڑ لے گیا اور مقابلہ کے وقت ان سے بھاگایا وہ زمانہ ہے کہ دنا محمود خاں بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر نجیب آباد سے بجنور آتا تھا اور بمقام کرت پور مقیم تھا شفیع اللہ خاں محمود خاں کے پاس کرت پور میں گیا اور اس کو جماعت ہم راہیان بوڑھ گری پر لایا گاؤں کو لوٹ لیا اور پھونک دیا اگر ان باتوں پر لحاظ کیا جاوے تو خود سری کی بو سے خالی نہ نکلیں گی



## دنا، محمود خاں کا دوسری دفعہ بلا طلب بجنور میں آنا

دنا، محمود خاں باوجود یکہ پہلی دفعہ ہرگز بجنور میں نہ رہنا چاہتا تھا اب کی دفعہ بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر کے نجیب آباد سے بجنور کو آنا خالی شبہ سے نہ تھا چنانچہ یکم جون کو وہ بجنور میں پہنچا اور احاطہ کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر میں اُس نے ڈیرہ کیا اب کی دفعہ علامتیں بغاوت کی اس کے چہرہ سے ظاہر تھیں اور وہ اپنے دل کو اپنی حکومت کے خیال سے خوش کرتا تھا اور اس کے عشق میں چور تھا اور ڈپٹی صاحب کے سامنے اُس نے ایسی باتیں کیں جن سے صاف ارادہ فاسد اس کا ظاہر ہوتا تھا ڈپٹی صاحب نے مجھ کو بلا کر محمود خاں کی فاسد نیت سے مطلع کیا میں نے کہانی الفور جملہ حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کرنا چاہئے چنانچہ اس کی باتوں سے جو فساد اس کی نیت کا ہم کو معلوم ہوا تھا ہم نے جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ ”دنا“ کو بجنور سے رخصت کیا جاوے اب اس کا جانا مشکل معلوم ہوتا تھا مگر حکمت اس کو یہ بہانہ دورہ پر گنہ چاند پور روانہ کیا مگر وہ چلتا ہوا دارانگر چلا گیا۔

لے دارانگر، پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ۱۴۹۲ شمالی اور ۷۸۲ مشرقی خطوط پر گنگا کے اونچے کنارے پر بائیں طرف واقع ہے۔ بجنور سے ۶ میل جنوب کی طرف اس میں دو آبادیاں شامل ہیں ایک دارانگر خاص یہ بہت قدیم آبادی ہے اور یہاں ”وڈرجی“ کے نام سے ایک کٹی ہے اب اس یاد کو قائم رکھنے کے لئے یہاں ایک درس گاہ ایک بڑی لائبریری اور ایک ٹی بی سینی ٹوریم کا افتتاح ہو چکا ہے صدر جمہوریہ ہند اور نائب صدر جمہوریہ ہند کے (باقی صفحہ ۱۲۳ پر)

# جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا منڈا ورین مفسدہ نکتہ تنبیہ کرنا

اکتیسویں مئی ۱۸۵۷ء کو جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر مع اپنے لشکر کے بمقام منڈا ور پہنچے اور جہاں جہاں گوجروں کی لام بندی کا شبہ تھا وہاں کی خبریں منگوائیں اور چار بجے خود مع سید تراب علی تحصیل دار اور لطافت علی تھانہ دار سوار ہوئے اور آسوکھیری تک جو گنگا کے کنارہ پر ہے تشریف لے گئے اور دو خدائیں اس گاؤں میں سے لے آئے دوسرے دن یکم جون کو خبر ملی کہ موضع فضل پور میں گنواروں نے لام پانہ رکھا ہے جناب صاحب ممدوح نے تینتیس سالنگے اور بیس سوار اور میر سید تراب علی تحصیل دار بخور اور میر لطافت علی تھانہ دار منڈا ور کو ساتھ لیا اور میر محمد علی پیشکار سرک رئیس منڈا ور اور تخینا ایک ہزار آدمی ساکنان منڈا ور بھی ساتھ ہوئے اور سبھی بساؤن پدھان شیخ پورہ کو مع اس کے دو بیٹوں بیٹوں کے ساتھ لیا قریب موضع فضل پور کے باغ میں بہت شے آدمی تخینا چار ہزار کے قریب مجتمع معلوم ہوئے جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر نے سب سے پہلے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور سواروں کو ساتھ لے کر دائیں طرف سے ان پر حملہ کیا اور میر تراب علی تحصیل دار اور لطافت علی تھانہ دار اور میر محمد علی پیشکار سرک

(بقیہ صفحہ ۱۲۲) یہاں تشریف لانے کا اس بستی کو فخر ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۱ء میں حاصل ہو چکا ہے دوسری بستی گنج ہے جو EVISCINE ۹۸۹۹ نے بنائی تھی۔ یہاں نجیب الدولہ کے بوائے ہوئے مدرسہ کی عمارت اور ایک مسجد و گنواں اب تک موجود ہیں مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائے۔ بجنور گز بیٹری ص ۲۳۲ و ص ۳۳۳۔  
۱۲۳  
۱۲۳



تلگوں کے ساتھ ہو کر آگے بڑھے گنواروں نے ہلہ دیکھ کر بندوقوں کا فیر کیا اور  
تلواریں کھینچ کر بمقابلہ پیش آئے جب اس طرف سے بندوقوں کی باڑ چلی تو  
وہ بھاگ نکلے مگر ان پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو گھیر لیا اور موضع فضل  
میں آگ لگادی اور لوٹ لیا پندرہ بیس آدمی جان سے مارے گئے اور بہت  
سے آدمی زخمی ہوئے اور تینتیس آدمی ہتھیار بند گرفتار ہوئے اور بہت سے  
آدمی لہسی ندی اور گنگا میں ڈوب کر مر گئے اور فضل پور کے سوا جہاں گیر پور  
اور بھو جپور اور شیخوپورہ اور عسین پور نرائن پور اور امین پور بھی جلانے لگے کہ  
ان گاؤں کے لوگ بھی شریک تھے۔

## پچاس ہزار روپیہ کا بجنور سے میرٹھ کو جانا

اس اثناریب دوسری جون کو جناب کپتان گف صاحب بہادر جن چند  
سواروں کے میرٹھ سے خزانہ لینے کو بجنور میں تشریف لائے اور پچاس ہزار  
روپیہ کنوئیں میں سے نکال کر صاحب ممدوح کے سپرد کئے گئے باوجودیکہ صاحب  
پاس سوار بہت کم تھے اور ڈاکو والوں کے ہر طرف غول کے جمع تھے مگر صاحب  
موصوف نے بہ کمال دلاوری خزانہ ہاتھوں پر لے لیا چوتھی جون کو براہ گھاٹ  
دارانگر میرٹھ کو لئے چلے گئے جس دلاوری سے صاحب خزانہ لے گئے ہیں ہر  
شخص اس کو دیکھ کر اور سن کر عرش عرش کرتا تھا دوسری تاریخ کو جناب مسٹر  
جارج پامر صاحب بہادر نے قیدیوں کو جو پرگنہ منڈا اور میں گرفتار ہوئے تھے  
روانہ بجنور کیا اور گردونواح کے گوجر طلب کئے اور تیسری تاریخ کو بہت سے

لے صلح بجنور کی ایک چھوٹی سی ندی جو مالن کے قریب بہتی ہے۔

گوھر حاضر آئے اور ان سے چلکے مناد نہ کرنے اور ہتھیار حاضر کر دینے اور لوٹ  
کا مال واپس کر دینے کا لکھوایا اور اس تنبیہ سے نہایت ڈر اور انتظام ضلع میں  
ہو گیا اور ایسا خیال کیا جاتا تھا کہ شاید تمام ضلع میں شورش جاتی رہے۔

## بریلی کا بگڑنا اور مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا بجنور میں الپس آنا

مگر افسوس ہے کہ اس انتظام سے پہلے یعنی ۱۸۵۷ء کو بریلی اور مراد آباد  
بگڑ چکا تھا اور سب صاحب لوگ وہاں سے تشریف لے گئے تھے اگرچہ یہ خبر کچھ  
کچھ مشہور ہوئی تھی اور ہم اس کے اخفا کے درپے تھے مگر تیسری تاریخ کو شام  
کے وقت بذریعہ چٹائی مستبر خبر بگڑ جانے بریلی اور مراد آباد کی پہنچ گئی تھی اس لئے  
جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا ایسی حالت میں تلنگوں کے ساتھ رہنا  
کسی طرح مناسب نہ تھا اس لئے صاحب موصوف کو لکھا گیا کہ بلا غدر بجنور میں  
چلے آویں چنانچہ اسی رات صاحب موصوف بجنور میں تشریف لے آئے اور  
صبح کو سید تراب علی تحصیل دار مع تلنگوں کے بجنور میں پہنچے اور دوسرے روز  
تلنگے تانگے روانہ مراد آباد ہوئے۔

## بریلی بگڑنے کے بعد بجنور کا کیا حال تھا

کئی روز سے ڈاک بریلی کی بند تھی اور پار کی ڈاک بھی منظم نہ تھی اور  
اس سبب سے ہم لوگ نہایت متردد اور فکر مند تھے اور ظاہر ہے کہ ہم سب  
کی بلکہ بہت سے اضلاع کی نظر بریلی پر تھی اور جبکہ بریلی اور شاہ جہاں پور  
اور سیلی بھیت اور بدایوں اور مراد آباد سب اضلاع روہیل کھنڈ کے بگڑ چکے  
تھے قواس بجنور کے ضلع کے قائم رہنے کی کیا توقع تھی جو پہاڑ اور جنگل اور



گنگا کے کھادر سے ملا ہوا ہے اور جس میں کسی طرح کا سامان حفاظت اور  
مقابلہ یا معتمد تھوڑی سی فوج بھی جناب کلکٹر بہادر کے ہاتھ میں نہ تھی اور نہ  
ہاتھ آنے کی توقع تھی اور جس میں مسٹر کولبرگ صاحب بہادر <sup>۱۸۱۲</sup> سال میں  
ایک بہت بڑا کانٹوں دار درخت بوگئے تھے یعنی بسا گئے تھے اور اچڑے  
ہوئے اور جلا وطن ہوئے ہوئے بھنبو خاں بابا محمود خاں کو نجیب آباد  
میں جس کے سبب گویا یہ گھر برباد ہوا خاندان بھر لوگوں کی نظر میں سما  
گیا تھا اور اسی سبب سے ہر شخص ضلع کا اپنے تئیں قدیم متوسل اور پرانا نمک  
خوار اور شیشینی تالبدار محمود خاں کا سمجھتا تھا اور ایسے تزلزل کے وقت میں ہر  
ایک کی نگاہ اس پر پڑتی تھی اور درحقیقت روہیل کھنڈ کے بگڑنے کے بعد کون  
مصاحت دے سکتا تھا کہ حکام انگریزی ایسی حالت پر بھی ضلع نہ چھوڑیں مگر  
ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے ان حالات پر بھی استقلال کو ہاتھ سے  
نہیں دیا اور بدستور ضلع کے انتظام پر کمر باندھے رہے اور جناب صاحب <sup>۱۸۱۲</sup> سال  
کی حسن تدبیر سے ہم سب کو امید تھی کہ شاید ایسے وقت میں بھی ضلع قائم رہے  
۳۳ ص بشرطیکہ اور کوئی آفت پیدا نہ ہو مگر اس آفت نے ہم کو نہ چھوڑا جس کا داغ  
ہمارے دل پر سے کبھی نہیں جانے کا۔

## دنا، محمود خاں کا تیسری دفعہ بارادہ فساد بجنور میں آنا

دنا، محمود خاں جو دارانگر کی جانب گیا ہوا تھا اس کو کسی نے خبر بھیجی کہ جناب  
صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور کو روانہ کرتے ہیں ہلدور والوں کا خاندان ضلع  
میں ایک بڑی دہشت والا مشہور تھا اور محمود خاں کو اگر کچھ اندیشہ تھا تو اسی  
خاندان سے تھا اس نے یہ خیال کیا کہ اگر یہ معاملہ اسی طرح پر ہوا تو شاید اس

کے دلی ارادوں میں زیادہ دقت پیش آوے یہ خبر سنتے ہی اس نے اپنی بدلی ہوئی نیت کا ظاہر کرنا اور اس کا اثر دکھانا اپنے دل میں ٹھکان کر دینا سنا تو جون ۱۸۵۷ء کو مع اپنے ساتھی بیٹھانوں کے بجنور میں چلا آیا اور شام تک کچھ اور بیٹھان نجیب آباد سے بھی آگئے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس رات دنا، محمود خاں کے پاس دو سو ڈھائی سو بیٹھان اچھے بند و فوجی مع ساز و سامان موجود ہوں گے ہم نے جو بیٹھان اور آؤر لوگ نئے نوکر رکھے تھے ان کا بلکہ پرانے نوکروں کا بھی دل محمود خاں کی طرف پاتے تھے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ سب لوگ دنا، محمود خاں سے ملتے تھے اور بیٹھی بیٹھی باتیں اس سے کرتے تھے اور کیا تعجب ہے کہ کسی راز میں بھی شریک ہوں اُس زمانہ میں بجنور میں یہ آفت ہو گئی تھی کہ ہر ایک شخص کے دل میں جم گیا تھا کہ سرکار کی عملداری اٹھ جاوے گی اور بے شبہ دنا، محمود خاں مسند حکومت پر بیٹھے گا اس لئے ہر ایک شخص اس ضلع کا رہنے والا اس سے راہ و رسم رکھنی ضروری سمجھتا تھا اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب ہمارے نوکر بھی دنا، محمود خاں کے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم کو ہرگز توقع نہ تھی کہ بُرے وقت پر یہ لوگ ہمارا ساتھ دیوں گے بلکہ ہم یقین جانتے تھے کہ یہ سب دنا، محمود خاں کے ساتھ ہو جاویں گے،

## دنا، محمود خاں کے اس ارادہ کا ذکر کہ اس کو فساد کرنا،

اس تاریخ چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور کے پاس مفصل خطوط حالات بگڑنے بریلی اور مراد آباد کے آگئے اور خان بہادر خاں کی بے ایمانی اور نمک حرامی کی بھی مفصل خبر آگئی اور انھوں نے وہ سب خط جناب صا ص ۳۳ کلکٹر بہادر کو دکھا دیئے اور کثرت اللہ محمود خاں کو بھی بد ذات خان بہادر کی خبر

آٹھ ابن ذوالفقار خاں بن حافظ رحمت اللہ خاں۔ صد الصدور بریلی اور نواب روہیل کھنڈر۔



نہی چکی تھی۔

اور درحقیقت اسی خبر سے اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ خان بہادر  
خاں کی پیروی کرے اور رات کا وقت اپنا ارادہ پورا کرنے کا ٹھہرا چکا تھا  
مگر اس وقت تک ہم کو اس بد ذات کے ارادہ کی خبر نہیں ملی صرف اتنی  
بات ہوئی تھی کہ جب محمود خاں آیا تو جناب صاحب کلکٹر بہادر نے دود فو اس  
کے سخت کو بلایا اور وہ نہ گیا اور جب گیا تو اس کی بات چیت میں خود جناب  
صاحب کلکٹر بہادر نے بے رخی دیکھی اور اس کی پیشانی پر اس کے دلی ارادہ  
کا اثر پایا رات کو آٹھ بجے محمد سعید خاں محرر کلکٹری ساکن نجیب آباد نے مجھے  
خبر دی کہ محمود خاں کا ارادہ آج رات کو فساد کرنے کا ہے کیونکہ اس بات  
کے سننے سے کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور بھیجتے تھے نہایت برہم  
ہے کچھ عجیب نہیں کہ رات کو کشت و خون ہو جاوے میں نے محمد سعید خاں سے  
کہا کہ تم ابھی جاؤ اور تدبیر کرو کہ فساد نہ ہو اور خود اور ولی محمد کی معرفت میری  
طرف سے نواب کی خاطر جمع کر دو کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور نہ وہاں جانے  
کی صلاح ٹھہری ہے اور اسی وقت میں نے سعید اللہ خاں بڑہ والا کو بلایا  
اور اس کو بہت سمجھایا کہ تم فساد کو روکو اور نواب کو سمجھاؤ اور کہہ دو کہ اگر بالفرض  
خدا نخواستہ دوا نگر نیر مارے بھی جاویں گے تو کیا فائدہ ہوگا اور بدنامی اور نمک  
حرامی جدا ہوگی اور خدا کے ہاں جدا منہ کالا ہوگا اور اس بات کا میں ذمہ دار ہوں  
کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کوئی ایسی بات نہیں  
کریں گے جس سے نواب صاحب کی سرداری اور اعتبار پر دوسرے کو ترجیح  
ہو پھر فساد کرنے اور بدنامی اٹھانے اور خون ریزی ہونے سے کیا فائدہ ہے پھر  
میں اور سید تراب علی تحصیل دار اسی وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کے پاس حاضر

ہوئے اور ڈپٹی صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے بعد گفتگوئے مضامین اُن  
 خطوط کے جو دھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور پاس آئے تھے یہ سب حالات  
 میں نے جناب صاحب کلکٹر بہاد سے عرض کئے اور در باب قیام اور عدم قیام  
 حکام اور انتظام ضلع در صورت تشریف بری حکام کے بہت سی گفتگو اور مصلحت  
 اسی دن مراد آباد سے یہ بھی خبر آئی تھی کہ کچھ باغی فوج اور دو توپیں بجنور کو روانہ  
 ہونے کو ہیں اگرچہ اس وقت ہم کو اس خبر کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور  
 عقل بھی اس بات کو قبول کرتی تھی کہ نمک حرام فوج کو بڑی غرض خزانہ لوٹنے  
 سے اور اس سے زیادہ مطلب حکام انگریزی کے نقصان جان کا تھا پھر بجنور  
 کو ان آفتوں سے خالی چھوڑنا بہرگز قیاس میں نہیں آتا تھا مگر کئی دن بعد ہم کو  
 بخوبی تحقیق ہو گیا کہ یہ خبر بالکل سچ تھی اور منشاء اس کا یہ ہوا تھا کہ جب وہ چالیس  
 تلنگے بجنور سے روانہ ہو کر مراد آباد پہنچے تو سپاہیان پلٹن نمک حرام نے مراد آباد کے  
 خزانہ کا جو روپیہ لوٹا تھا اس میں سے ان کو حصہ نہ دیا اور کہا کہ تم بجنور کا خزانہ  
 کیوں چھوڑ آئے اور وہاں کے حکام کو کیوں زندہ چھوڑا اس لئے ان تلنگوں  
 نے ارادہ کیا کہ اور تلنگہ اور توپ خانہ اپنے ساتھ لے کر پھر بجنور میں آویں اور اپنا  
 ارادہ پورا کریں غرض کہ بلاشبہ یہ ان کا ارادہ پکا قرار پا چکا تھا اس لئے رات کو  
 مصلحت کے وقت اس بات میں بھی کہ فوج باغی کے آنے پر کیا تدبیر کی جاوے گی  
 گفتگو ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں کا حال دیکھ کر میری یہ رائے تھی کہ جب  
 سب لوگوں کو یقین ہو جاوے گا کہ فوج آتی ہے اور رستہ میں ہے تو جتنے لوگ  
 یہاں ہیں کوئی بھی ہمارا ساتھ نہیں دینے کا اور ہم کو ایک ایسا چوہا تک بھی میسر  
 نہیں آنے کا جو حکام انگریزی کی رفاقت کر کے گنگا پار کسی امن کی جگہ تک ان  
 کو پہنچا دے اور بے شبہ میری رائے بہت صحیح اور نہایت پکی تھی اور ہمارے



جناب صاحب کلکٹر بہادر اور آؤر عقل مند آدمی بھی اس کو تسلیم کرتے تھے۔  
 غرض کہ بہت سی مصالحت کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ آج ہی رات کو  
 جناب میم صاحبہ اور عیسائی عورتیں اونچے اور کچھ مرہ بمبیت جناب مسٹر کمری صاحب  
 منظر نگر اور وہاں سے رڑ کی روانہ ہو جائیں اور صرف جناب الگزنڈر شکسپئر  
 صاحب بہادر اور جناب مسٹر پامر صاحب بہادر جنور میں تشریف رکھیں بارہ  
 بجے رات کو یہ صلاح پکٹی ہو گئی اور جناب میم صاحبہ کی روانگی کی تیاری ہونے لگی۔  
 اس وقت محمود خاں کی اُن بذمتیوں کے سبب جواب بخوبی کھل گئی تھیں یہ رائے چھ  
 ٹھہری کہ بلا اطلاع ان محمود خاں میم صاحبہ کے روانہ کرنے میں مبادا کچھ فساد ہو جاوے  
 لہذا ہر اس سے بھی صلاح لے لی جاوے

## رات کے وقت سید احمد خاں کا محمود خاں کی فہمائش کو جانا

چنانچہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کے حکم سے اُسی وقت رات کو محمود خاں  
 کے پاس ہوا احاطہ کو بٹھی میں مقیم تھا میں گیا اور میں نے اس کو پٹھانوں کے غول  
 میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے اس سے غرض کیا کہ مجھ کو علیحدہ آپ سے کچھ عرض کرنا ہے  
 اول تو اس نے ایک عجیب غرور سے کہا کہ یہاں کون غیر ہے سب بھائی  
 پٹھان ہیں کہو مگر میرے اصرار پر اٹھ کر آیا میں نے اس سے اول یہ بات کہی  
 کہ آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے کہ خزانہ ہلدور جاتا ہے یہ بات بالکل جھوٹ ہے  
 اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ خزانہ نہیں جانے کا اس نے جواب دیا کہ میرا منہ کالا  
 ہونے میں اب کچھ باتیں نہیں میرے ساتھ کے پٹھان مجھ کو گالیاں دیتے ہیں اور  
 بہت بُرا بھلا کہتے ہیں کہ خان بہادر خاں اپنی موروثی گدی پر بیٹھا اس کم سخت  
 کو کیا ہوا جو چپکا بیٹھا ہے اور میں نے انگریزوں کا تمک کھایا ہے میں نہیں

چاہتا کہ کوئی انگریز مارا جاوے اور میرا منہ کالا ہو اگر انگریزوں کو اپنی جان بچانی ہے تو یہاں سے نکل جاویں اگر کوئی پٹھان مار دے گا تو میں کیا کروں گا۔ علاوہ اس گفتگو کے جس طرز اور انداز پر اس نے مجھ سے باتیں کیں جس کی کیفیت بات چیت کرنے میں مشکل اور مخاطب ہی خوب جانتا ہے اور سمجھتا ہے اور بیان میں نہیں آسکتی اس سے مجھ کو بخوبی یقین ہو گیا کہ یہ کم بخت فساد کرنے پر بالکل مستعد اور بہہ تن بلکہ بہہ جان آمادہ ہے اس وقت جو میرے دل پر کیفیت تھی میں ہرگز بیان نہیں کر سکتا کیونکہ مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج حکام انگریزی کی جان کو ضرور نقصان پہنچے گا میں نے اس سے کہا جو بات بغیر فساد کے حاصل ہو اس میں فساد کرنا اور بدنامی اٹھانی نہیں چاہئے اگر آپ کی صلاح ہو تو ہم ایسی تدبیر کریں کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر سے کہہ کر آج رات کو جناب میم صاحبہ اور صاحبوں کو یہاں سے روانہ کر دیں دو ایک روز میں جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب محبٹر بیٹ بہادر خود چلے جاویں گے مگر تم لو اب ہو ہی ہو بغیر فساد اور بدنامی کے تمہارا مطلب حاصل ہو جاوے گا اور اسی قسم کی اور باتیں جو مناسب وقت کے تھیں اس سے کہیں جن سے اس کے دل میں یہ بات پڑی کہ حکام انگریزی کی جان کو نقصان نہ پہنچے اس نے جواب دیا کہ یہ کہاں کا بکھڑا ہے کہ آج جناب میم صاحبہ جاویں اور پھر حکام جاویں اگر جانا ہے تو آج سب چلے جاویں ورنہ میرا منہ کالا ہو گا یعنی کوئی مارا جاوے گا اس وقت تک تو میں نے پٹھانوں کو روک رکھا ہے پھر میرے قابو سے باہر ہو جاویں گے حال یہ ہے کہ نجیب آباد میں محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے بہت سے آدمی لو کر رکھ لئے تھے اور بہت سے پٹھان ان کے ساتھی وہاں جمع تھے ایسا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے کہ اُس نے اُس گروہ کو نجیب آباد سے بلایا



تھا اور منتظر تھا ان لوگوں کے آجانے کا اس کی دلیل، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسی رات بہت سے آدمی نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے اور جب ہم کوٹلہ بھاگ جاتے تھے تو بہت سے غول نجیب آباد سے آتے ہوئے ہم کو ملے تھے اور مجرد تشریف فرما ہونے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے ایک مقول جمعیت محمود خاں کے پاس جمع ہو گئی تھی پھر اگر یہ بات نہ تھی جو ہم خیال کرتے ہیں تو اسی طرح سے دفعتاً نجیب آباد سے آدمیوں کا بخجور میں جمع ہونے کا کیا سبب ہوگا غرض کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ محمود خاں نے فساد کرنا بخجوبی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے اور وہ کسی طرح باز نہیں آنے کا اُس وقت میں نے کہا کہ چلو ہم اور تم چل کر جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کریں کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں اس نے کہا میں تو نہیں جاتا اور میں صاحب کلکٹر سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں نہ رہیں اور جو شرط نمک حلائی کی تھی اُس سے میں ادا ہوا اب چاہیں جاویں چاہیں بجایوں یہ کہہ کر اپنے پٹھانوں میں جا بیٹھا

## دنا، محمو خاں کی بدیتی معلوم ہونیکے بعد انتظام ضلع اور تشریف بری حکام میں مشورہ ہونا

لاچار میں نے آن کر یہ سب حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور اس وقت درباب سپردگی ضلع اور تشریف بری حکام کی پھر مصلحت ہوئی ایسے حال میں کہ مراد آباد سے فوج باغی کے آنے کی خبر گرم تھی اور کوئی آدمی ملازما جدید و قدیم میں سے قابل اطمینان کے نہیں تھا اور دشمن قوی بغل میں ظاہر ہے کہ ہم میں آدمی بجز اس کے کہ اپنی جان دیدیتے اور کیا کر سکتے تھے کچھ چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ حکام انگریزی سر دست حفظ جان کا کریں اور ضلع چھوڑ دیں

چنانچہ ہم سب کی یہی رائے قرار پائی اور ہمارے حکام نے بھی اس کو پسند کیا کہ اگرچہ اول اول ڈپٹی صاحب کو اس میں تاثر تھا مگر پھر یہی رائے ان کے نزدیک بھی مستحسن نظر آئی اگرچہ اس وقت کوئی اور مصلحت نہ تھی بجز اس کے کہ ضلع کم نجات محمود خاں کے ہاتھ میں چھوڑا جاوے

## چودھریوں کا انتظام ضلع سے الٹا کرنا

ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے بہ نظر دور اندیشی اور اس خیال سے اور کوئی کام کی بات نکل آوے چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدورا اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تلج پور سے پوچھا کہ تم ضلع کا انتظام کر سکتے ہو انھوں نے مجبوری اپنی اور نہ ہو سکتا اس کام کا اپنے سے بیان کیا اور درحقیقت ممکن نہ تھا کہ ضلع کے آدمی محمود خاں کو چھوڑ کر اور کسی کی حکومت قبول کرتے ہیں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے روبرو چودھری رندھیر سنگھ سے یہ بات بھی کہی تھی کہ ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ بروقت آجانے پلٹنے باغی کے جب تک کہ وہ ضلع سے جلی جاوے حکام انگریزی کی حفاظت رہے چودھری صاحب نے اس امر کا ہونا بھی غیر ممکن بیان کیا غرض کہ یہ سب باتیں رات کے دو بجے ہوئیں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے بھی روانگی کی تیاری کی۔

میں تعریف نہیں کر سکتا اپنے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی مروت اور اخلاق اور ہر ایک اپنے متوسل کی پرورش کے خیال کا کہ ایسے نازک وقت میں جناب ممدوح نے سب عیسائی مرد اور عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لیا اور ہم سے پوچھا کہ تم کیا کرو گے ہم نے عرض کیا کہ ہم بھی بھاگیں گے



ڈپٹی صاحب کے اہل و عیال سب ہلدور جا چکے تھے سید تراب علی تحصیل دار  
 کے اہل و عیال اور چھوٹے چھوٹے بچے اور لڑکیاں سب بخنور میں تھیں۔  
 صاحب نے سید تراب علی سے فرمایا کہ ہم سب کو مثل اپنے سمجھتے ہیں اور سب  
 کی حفاظت جان اپنے ساتھ چاہتے ہیں اگر تمہاری عورتوں اور بچوں کو ہمارے  
 ساتھ چلنا ہو تو ہم سب کو لے چلیں گے مگر یہ امر بہت مشکل تھا ہم نے عرض کیا  
 ص ۳۶ کہ بالفعل کوئلہ جاویں گے اور وہاں سے جہاں امن ملے اور جو الفاظ ہماری  
 دل جوئی اور پردہ پوش اور مہربانی کے ہم پر فرمائے ان کا ہم شکرا ادا نہیں کر سکتے  
 غرض کہ اُس وقت میں اور سید تراب علی اجازت لے کر عورتوں کے اور  
 بچوں کی روانگی کے سامان کو لے کر کوٹھی سے باہر نکلے اور محمود خاں سے میں  
 نے کہا کہ اب سب صاحب جاتے ہیں تم ان صاحبوں کی حفاظت میں اب  
 بہت کوشش کرو کیونکہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا ارادہ ہے کہ پارہینچ کر  
 گورنمنٹ کو رپورٹ کریں کہ یہ تمام ضلع تم کو مل جاوے اور اسی قسم کی مصالحت  
 آمیز باتوں سے اس کو خوش کیا اور بخوبی اپنی خاطر جمع کر لی کہ کچھ اب فساد  
 نہیں ہونے کا اس وقت میں اور سید تراب علی تحصیل دار مکان پر آئے  
 اور فی الفور عورتوں کو اور بچوں کو سوار کر کے تین بجے رات کے جناب صاحب  
 کلکٹر بہادر کی کوٹھی کے احاطہ کے پاس لا کر کھڑا یا اور خود ہم دونوں جناب  
 ممدوح کے پاس حاضر ہوئے اور سواروں کے افسروں سے کہا کہ کچھ سوار  
 ہمراہی کو چلیں سمجھو ہماری بات کو سب چپکے ہو رہے مگر قطب الدین سالار  
 اور جوئے سوار بریلی سے آئے تھے اور ابھی ان کا میل جول محمود خاں سے  
 نہیں ہوا تھا ہمراہی کو مستعد ہوئے اور بہادر علی جمعدار اور تین چار سوار  
 پرانے آمادہ ہوئے ہاتھی سب تیار ہوئے اور سوار بھی تیار ہو کر کوٹھی پر حاضر ہوئے

اس وقت تراب علی تحصیل دار کو بھیج کر محمود خاں کو بلوایا گیا اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے فرمایا کہ ہم جاتے ہیں اور ضلع تمہارے پاس چھوڑتے ہیں تم بخوبی انتظام رکھو اور ہمارے اہلکاروں سے کام لو اور آرام سے رکھو محمود خاں نے کہا کہ مجھ کو خط لکھ دو جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ کو حکم دیا کہ لکھ دو میں نے اس وقت خط لکھا اگرچہ نقل اس خط کی نہیں ہے مگر جو مضمون مجھ کو یاد ہے لکھتا ہوں امید ہے کہ لفظوں میں بھی فرق نہ ہو گا۔

## تحریر ہونا خط سپردگی ضلع کا بنام محمود خاں

مضمون خط موسومہ محمود خاں از طرف جناب صاحب کلکٹر بہادر مرقومہ

شب ماہین ہفتم و ششم جون  
جو کہ بالفعل انتظام ضلع بجنور کا جب تک کہ سرکار کی مرضی ہو آپ کے چٹے سپرد ہوتا ہے آپ کو چاہیے کہ ضلع کا بخوبی انتظام کرو اور جس قدر اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جینٹ مجسٹریٹ بہادر کا کوکھی میں ہے اور جس قدر مال و اسباب و دفتر سرکاری ہے اس کی بخوبی حفاظت رکھو مرقوم ساتویں جون ۱۸۵۷ء

## تفصیل روپیہ و مال سرکاری کی جو خزانہ میں اس وقت موجود تھا

جس وقت یہ کاغذ تحریر ہوا اس وقت حسب تفصیل ذیل روپیہ خزانہ میں اور کنوئیں میں موجود تھا۔

پائی آنہ روپیہ

۴ ۲ ۹۹۰۹۹

باقیات خزانہ لغایت ساتویں جون ۱۸۵۷ء



۲۲۰۰	۰	۰	بابت شفا خانہ ٹیگنہ و نجیب آباد
۳۵۰۰			بابت تنخواہ اہلکاران مفصل
۵۹۳	۵	۱	آمدنی کارخانہ جیل خانہ
۱۵۰			میزان ناظر
۶۷۷	۱	۱۱	بابت حساب خزانچی

۱۰۹۴۳۹

### اسٹامپ و ایفون

۳۸۰۰۰	۰	۰	کاغذ اسٹامپ
۳۵۰	-	۰	ملکٹ ڈاک
۳۹۴۰	-	۰	ایفون بحساب خرید سرکار
۳۹۴۰	-	۰	بابت اضافہ قیمت نرخ فروخت ایفون

۴۶۲۷۰

### روانہ ہونا حکام کا بجور سے

یہ خط بعد دستخط محمود خاں کو دیا گیا اور وہ بد نصیب اس کو لے کر آیا جناب صاحب کلکٹر بہادر نے کلمات رخصت ہمیشہ سے فرمائے اور جو رنج اور درد جدائی کا ہمارے دل پر بکھرا وہ ہم نے طاہر کیا تھوڑی دیر بعد سب صاحب سوار ہونے کو کوٹھی کے برآمدہ میں آئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب محبٹر بہادر نے بہ کمال عنایت مجھ کو اور سید تراب علی تحصیل دار کو رخصت کیا

کہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر چلے جاویں ہم رخصت ہوئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سب صاحب سوار ہو کر تشریف فرما ہوئے ڈپٹی صاحب مع چودھری رندھیر سنگھ ہلدور کو چلے گئے سمجھو اس بات کو کہ وہ سب نمک حرام پرانے سوار مع بہادر علی جمعدار کے گنگا کے کنارہ پر نئے محمود خاں کے پاس بھاگ آئے مگر نئے سوار رڑ کی تک ساتھ رہے اور وہاں پہنچ کر بگڑ گئے ان کا کوٹ ہوا جناب صاحب کلکٹر بہادر کی عنایت سے ان کی جان بخشی ہو گئی محمود خاں نے سورج کو بھی اچھی طرح بکھنے نہیں دیا کہ بخور میں اپنے نام کی منادی ان الفاظ سے کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم نواب محمود خاں بہادر کا بیٹا دی اور نواب بن بیٹھا۔

## نواب محمود خاں کے خاندان کا پچھلا حال

مناسب ہے کہ اس مقام پر تھوڑا سا حال نواب محمود خاں کے خاندان کا بیان کروں نواب محمود خاں پوتا ہے نجیب خاں کا جو احمد شاہ کے وقت میں یعنی ۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۷ء کے درمیان خاں کا نوکر تھا اور اس کی طرف سے پرگنہ دارانگر کی تحصیل کرتا تھا

۱۷۵۷ء نواب دوندے خاں ابن حسن خاں یوسف زئی، حافظ الملک حافظ رحمت خاں، الی روہیل کھنڈ کے چچا زاد بھائی اور نواب نجیب الدین کے خسر تھے ۱۷۵۷ء میں تحصیل بسولی کا علاقہ ان کی جاگیر میں آیا جنگ پانی پت میں بھی وہ شریک تھے۔ شاہ ابراہیم نے عزت الدلا اور الملک بہرام جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ غلعت واسپ و نوبت و علم اور غلج شکوہ آیا بطور جاگیر عطا کئے ۱۷۵۷ء میں بسولی میں ان کا انتقال ہوا۔

نواب دوندے خاں ضلع مراد آباد کے مشہور حشتی، صابری بزرگ (باقی صفحہ پر)



اس نے بہت سے لوگ اپنے ساتھ جمع کئے اور ان پر گنہ جات پر جواب ضلع بجنور میں ہیں  
قبضہ کر لیا پھر دوندے خاں کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی اس سبب سے مستقل  
ملک اس ملک کا ہو گیا اور بادشاہ کے دربار تک بھی رسائی کر لی۔

جب عالمگیر ثانی تخت پر بیٹھا یعنی ۱۶۵۷ء میں تو نجیب خاں نے جیت سنگھ  
دھکیٹ کو مار کر کچھ گنگاپور کا علاقہ بھی جواب ضلع سہارن پور میں شامل ہے اپنے ملک میں  
لایا اور بادشاہ کے دربار سے اُس کو نجیب الدولہ امیر الامرا کا خطاب ملا اور ۱۶۵۷ء میں  
اُس نے قلعہ پتھر گڑھ بنایا اور نجیب آباد بسایا۔

جب نجیب الدولہ ۱۶۷۷ء میں مر گیا اُس کا بیٹا ضابطہ خاں اس کی جگہ بیٹھا تو  
ص ۳۱ شجاع الدولہ لکھنؤ والہ نے سبب ندادا ہونے روپیہ معاملہ مرہٹوں کے جس کا ضامن  
شجاع الدولہ ہو گیا تھا ضابطہ خاں کو ۱۶۷۷ء میں اس ملک سے خارج کر دیا تھا  
خاں نے نواب عبداللہ کی سفارش سے ۱۶۷۷ء میں باونی سہارن پور کی سند بادشاہ  
سے حاصل کی اور غوث گڑھ میں رہنا اختیار کیا۔

اُس کے مرنے کے بعد غلام قادر خاں اُس کا بیٹا اس کی جگہ بیٹھا اور اس نے  
شاہ عالم کو اندھا کیا مہاراجہ ٹیل نے اس جرم میں اس کو بعد مقابلہ گرفتار کیا اور لوہے

(بقیہ صفحہ ۱۳۷) سید شاہ عبدالہادی صاحب سے عقیدت رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے  
دوندے خاں کو نصیحت کی تھی کہ وہ کوشش کر کے شاہ عالم ثانی کو جوالہ آباد میں انگریزوں کے  
زیر اثر رکھے اپنی معیت میں دہلی پہنچا دیں لیکن دوندے خاں کا جلد ہی انتقال ہو گیا اور بالآخر  
شاہ عالم مرہٹوں کی مدد سے دہلی آئے شاہ صاحب کی تجویز نہایت اہم اور صحیح تھی۔ حقیقتاً  
وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مغل بادشاہ کسی صورت سے مرہٹوں کے زیر اثر آجائے لیکن بد قسمتی سے  
آخر کار ہوا یہی۔ سندھیا اپنے ہمراہ شاہ عالم کو دہلی لایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا دربار اس  
کے زیر اثر آ گیا سرکشی بجنور ص ۳۰۱ مرتبہ ڈاکٹر طبعین الحق

کے بچہ میں قید کر کے اور ایک ایک عضو جدا کر کے مار ڈالا معین الدین خاں عرف  
بھنبو خاں غلام قادر کا بھائی بھاگ کر پنجاب چلا گیا۔

جب سرکار دولتمدارانگریزی نے اضلاع دہلی کو فتح کیا تب بھنبو خاں کو  
بلا کر بہت خاطر کی اور پانچ ہزار روپیہ مہینے کی پنشن مقرر کر کے بریلی میں رہنے کا حکم  
دیا اور پھر سٹرکوں پر صاحب بہادر کی رپورٹ سے ۱۸۱۲ء میں نجیب آباد میں آباد  
ہوا اس کے مرنے کے بعد سرکار دولتمدارانگریزی نے بنظر ترحم محمود خاں اور  
جلال الدین خاں اس کے بیٹے اور بیٹوں کے لئے ہزار روپیہ ماہواری پنشن  
مقرر کی اور ہر ایک شخص کو اس خاندان میں سے بہت بڑے بڑے معزز عہدے  
عطا فرمائے کہ تمام خاندان بہ کمال عزت اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ بھنبو خاں نے  
اس زمانہ میں جب کہ ایک جلی غلام قادر خاں دہلی میں اکبر بادشاہ کے  
دربار میں آیا تھا بادشاہ کے ہاں رسائی پیدا کی اور اپنے  
بیٹوں کے نام خطاب حاصل کیا اب اس عذر میں اس  
خاندان نے سرکار دولتمدارانگریزی سے نمک حرامی کی  
اس مقام پر کرسی نامہ اس نمک حرام خاندان کا لکھا  
جاتا ہے ۱۲۴۰

یعنی ۱۲۴۰  
ہجری مطابق  
۱۸۲۱ء کے  
؟

جب کہ ہم رخصت ہو کر کوٹلہ کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ہم کو  
بہت سے غول سپاہیوں کے چھنجیب آباد سے بجنور آتے ہوئے ملے اور  
کوٹلہ میں شفیع اللہ خاں بھانجا محمود خاں کا ملا جو نجیب آباد سے بجنور کو  
آتا تھا کہ یہ سب باتیں رات والے ارادہ کو بخوبی تصدیق کرتی ہیں ہم نے  
دو تین روز کوٹلہ میں قیام کیا اور ہم اس فکر میں تھے کہ یہاں سے کدھر  
جاویں اور کیونکر جاویں کہ اس درمیان میں متواتر احکام محمود خاں کے ہماری

۱۰ ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ متن نمبر الف



طلب میں پہنچے آخر کو سوار آن کر ہم کو بجنور لے گئے اور سید تراب علی تحصیل دار  
کے قبائل نگینہ روانہ ہو گئے اور ڈپٹی صاحب بھی حسب الطلب بجنور میں آئے  
ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین او میر تراب علی تحصیل دار کا بجنور میں  
آنا اور محمود خاں سے ملنا

ہم سب نے محمود خاں سے ملاقات کی مگر جیسا کہ وہ چاہتا تھا اس کو  
نذریں نہیں دیں تھوڑی دیر بعد اُس نے ہم کو رخصت کیا اور یہ بات کہی  
کہ بدستور اپنا کام کرو ہم نے بجنور میں دیکھا کہ رام سروپ کا بہت عروج  
ہے اور اس کی معرفت باغی تلنگے نواب کے پاس نوکر ہوتے جلتے ہیں اور  
نویں یا دسویں جون سے باغی تلنگوں کی ملازمی شروع ہوتی ہے۔

عظمت اللہ خاں کا نائب اور احمد اللہ خاں کا ڈپٹی کلکٹر اور  
کلن خاں کا سپہ سالار اور حبیب اللہ خاں کا بخشی مقرر ہونا  
اس کے دوسرے دن نئے محمود خاں نے نیا بندوبست شروع کیا  
عظمت اللہ خاں منصف بٹھا کر دواہ کو اپنا نائب اور احمد اللہ خاں  
تحصیل دار نجیب آباد کو ڈپٹی کلکٹر متعہد اور مجسٹریٹ مقرر کیا مگر احمد اللہ خاں

لے بڑے بہادر اور نامور فرد تھے۔ ٹھا کر دواہ ضلع مراد آباد میں عہدہ منصف پر سرفراز تھے  
ان میں بھی روہیلہ خون تھا یہ بھی جنگ آزادی میں شریک ہوئے اور نواب محمود خاں  
کے ہم نوا ہو گئے نواب نے ان کو اپنا نائب مقرر کیا د سرکشی بجنور مرتبہ ڈاکٹر  
معین الحق ص ۳۳

نے ایسی مداخلت بہم پہنچائی اور نواب کو بالکل ایسا اپنے قابو میں کر لیا کہ تمام نظام فوج اور ملک اور مال و عدالت کا اسی کو اختیار تھا اور درحقیقت نواب صرف بڑا خوش رو گیا تھا فوج سوار اور پیادہ کے رکھنے کو قلم جاری کر دیا اور جو جو لوگ پرانے عہدہ دار نواب کے خاندان کے تھے وہ اپنے پرانے عہدوں پر مامور ہونے کو طلب ہوئے اور احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار اور حبیب اللہ خاں بخشی فوج مقرر ہوا ہم اس خیال کو دیکھ دیکھ کر بہت گھبراتے تھے علی الخصوص اس بات سے کہ جو کوئی نواب کے سامنے حکام انگریزی کا نام لیتا تھا تو وہ بہت ناراض ہوتا تھا۔

## صدر امین اور تحصیل دار نے اپنی کارروائی کی کیا تدبیر کی

جب کہ نواب نے ہم کو کہا کہ تم سب اپنا اپنا کام کرو اس وقت میں نے سید تراب علی تحصیل دار اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے باہم مشورہ کیا اور آپس کی ایک کمیٹی بنائی اور یہ تجویز کی کہ ہم میں سے کوئی شخص کوئی کام نہ کرے اور جب تک باہم کمیٹی اس کی صلاح نہ ہو لے چنانچہ اسی وقت کام کرنے کے باب میں یہ رائے ٹھہری کہ میر سید تراب علی تحصیل دار بجنور جو ضروری حکم نواب کا پہنچے اس کو لاچار تعمیل کریں اور باقی احکام سب ملتوی پڑے رہنے دیں اور باقی مال گزاری بجز اس قدر روپیہ کے جس سے تنخواہ عملہ تحصیل و تھانہ تقسیم ہو جاوے اور کچھ وصول نہ کریں چنانچہ انھوں نے ایسا <sup>۳۳</sup> عمل ہی کیا اور بخشی رام تحویل دار کی معرفت کہ وہ خیر خواہ سرکار اور ہمارا ہم راز تھا جو مال گذار آیا اس کو فہائش کی گئی کہ روپیہ مت دے اس تساہل تحصیل سے نواب ناراض ہوا اور احکام سخت بھیجنے لگا اور کلمات ناملائم پروانہ بجات



میں تحریر ہونے لگے اور نسبت اجراءے کار دیوانی یہ پھیری کہ جب تک ہو سکے  
میں صدر امین بموجب آئین سرکار دولتمدارانگریزی کام کرتا رہوں اور کسی  
طرح کا تعلق نواب سے اس کام کا نہ رکھوں چنانچہ مجھ صدر امین نے ایسا ہی  
کیا اور جو رو بکاریاں اور رپوڑ میں قابل ارسال بحضور جناب صاحب جج بہا  
تھیں ان میں علی الاعلان کچھری میں بھی حکم تحریر ہوتا رہا کہ بحضور جناب  
صاحب جج بہادر بھیجاویں اس میں فائدہ یہ تھا کہ عوام یہ سمجھتے تھے کہ  
حکام انگریزی کا تسلط بدستور ہے البتہ نواب کو یہ امر بہت ناگوار تھا اور ایسی  
باتوں سے اُس کی دشمنی ہمارے ساتھ زیادہ ہوتی جاتی تھی مگر ہم کو توقع تھی  
کہ ہمارے حکام بہت جلد پھر ضلع میں تشریف لاتے ہیں۔

**مراد آباد سے بجنور میں فوج باغی کے آنے کی خبر کا مشہور**  
ہونا اور محمود خاں کا اُن سے سازش کی تدبیر کرنا

فوج نمک حرام باغی جو مراد آباد میں مقیم تھی ان کے ساتھ سازش کرنے  
کی محمود خاں کو بہت فکر تھی اور خبر آندا فوج مراد آباد کی بجنور میں بہت گرم  
تھی اور خطوط بھی مراد آباد سے درباب مقصد روانگی فوج کے جانب بجنور کو لے  
تھے اس لئے محمود خاں نے رام سروپ محمد ارجیل خانہ اور مصاحب علی ذوق  
سواران کو مع چند اپنے معتمدوں کے دھام پور روانہ کیا اور مراد آباد میں خطوط  
بھیجے کہ فوج کو سمجھا دیں کہ صاحبان انگریز یہاں سے مع کل خزانہ کے چلے گئے  
اب یہاں نہ خزانہ ہے نہ حکام انگریزی پھر یہاں آنا بے فائدہ ہے اور اگر  
بہ ارادہ ملازمی میرے پاس آویں تو ان کا گھر ہے جب یہ خبر فوج والوں کو  
ہوئی تو انھوں نے آنا بجنور کا ملتی کیا اور رام سروپ وغیرہ دھام پور سے واپس

آئے چند روز بعد نواب کو کسی طرح معلوم ہوا کہ فوج باغی کا ارادہ ہے کہ گھاٹ دارانگر سے گنگا پار اتریں اس لئے اس نے درباب فراہمی رسد احکام بنام تحصیلداران جاری کئے اور تعلقہ داران کے نام بھی پروانہ رسد رسانی کے لکھے چنانچہ جو پروانہ بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور لکھا تھا اس کی نقل یہاں لکھا ہوں :

### نقل پروانہ دستخطی نواب محمد دغاں

صفحہ ۳۲

رفعت و غوالی مرتبت عزیز القدر چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور بھیریت رہو جو بہ اطلاع آبد پلٹن مراد آباد کے پروانہ جات بنام تحصیلدار چاند پور و دھام پور وغیرہ دربارہ انتظام و فراہمی رسد وغیرہ مقام فرود گاہ لشکر پر جاری ہوئے ہیں لہذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم بھی جس قدر ہو سکے دربارہ انتظام دیدینے رسد وغیرہ کے ممد و معاون ان کے رہو تاکہ جالو مرقوم ۱۸۵۴ء

### مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کا موقوف کرنا

اس عرصہ میں نواب کے پاس بہت سے رشتہ مند اس کے جمع ہو گئے اور اس کو اپنے رشتہ داروں کی پرورش منظور ہوئی اور یہ بھی اس کو خیال تھا

لہ دارانگر میں گنگا پل ۱۸۵۴ء میں بندہ گیا تھا جیسا کہ عبارت ذیل سے ظاہر ہے :  
 ” واضح ہو کہ مقام دہارا نگر دوارانگ میں گنگا کا پل بندہ کر تیار ہو گیا ہے اس میں شک نہیں کہ تیار ہو جانا اس پل کا واسطے رجنٹوں کے جو کہ اودھ سے کوچ کریں گی بہت مفید اور مناسب ہوگا“ (دہلی اردو اخبار ص ۲۷ کالم ۱۲) مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۵۴ء جلد ۲ نمبر (۱۹۵)



کہ یہ معزز عہدہ دار بسبب خیر خواہ ہونے سرکار کے میری مرضی کی موافق کام نہیں کرنے کے اس لئے سترویں جون ۱۸۵۷ء کو پہلی بسم اللہ اس نے مولوی قادر علی تحصیل دار نگینہ کو برخواست کیا اور عباد اللہ خاں اپنے رشتہ مند کو جو پیشکار تحصیل کاشی پور ضلع مراد آباد تھا تحصیل دار نگینہ مقرر کیا جب مولوی قادر علی برخواست ہو کر بجنور میں آئے تو اب کچھ متوجہ نہ ہوا اُنھوں نے اپنی اس برخواستگی کو غنیمت سمجھا ان آفات سے علاحدہ ہو جانا بہت اچھا جانا اب ہم اس مقام پر پروانہ بخوانا مولوی قادر علی کو بعینہ نقل کرتے ہیں۔

### نقل پروانہ دستخطی محمود خاں

رفت و عوالی مرتبت عزیز القدر مولوی قادر علی تحصیل دار نگینہ بغایت باشند جو بنظر انتظام حاضر ہونا تمہارا حضور میں ضرور ہے لہذا حسب الحکم رو بکار امروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم کا مفوظہ اپنا سپرد برادر عزیز القدر گرامی شان محمد عباد اللہ خاں کے کر کر حاضر حضور ہوا اور تم اپنے دل میں کچھ ہراس نہ کرو کہ تم سے حضور میں کار سرکار لیا جاوے گا مرقوم ۱۸ جون ۱۸۵۷ء۔

### دنا محمود خاں کا صدر امین سے مشورہ کرنا اور صدر امین کا اس کی خواہش سے انکار کرنا

اسی تاریخ دنا محمود خاں نے رات کے وقت مجھ صدر امین کو اپنے پاس بلایا اور محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے تخلص میں مجھ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور تم ہم سے ہمارے شریک ہونے پر حلف کرو اور ص ۳۵ جو جاگیر چاہوں لا بعد لا اب ہم سے کھیرالو اور ہم سے حلف لو کہ ہم ہمیشہ

وہ جاگیر بحال رکھیں گے اول تو مجھ کو بڑا ڈر ہوا کہ کیا جواب دوں پھر میں نے اپنے دل کو اس بات پر مستقیم کیا کہ سچی اور سیدھی بات کہنی ہر وقت اچھی ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ نواب صاحب میں اس بات پر حلف کر سکتا ہوں کہ میں ہر حال میں تمہارا خیر خواہ رہوں گا اور کسی وقت تمہاری بدخواہی نہ کروں گا الا اگر تمہارا ارادہ ملک گیری اور انگریزوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا ہے تو میں تمہارے شریک نہیں ہوں اور میں نے کہا کہ خدا کی قسم نواب صاحب میں تمہاری خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ تم اس ارادہ کو دل سے نکال دو حکام انگریزی کی عملداری کبھی نہیں جائے گی اگر فرض کرو کہ تمام ہندوستان سے انگریز چلے گئے تو بھی حکام انگریزی کے سوا کوئی عملداری ہندوستان میں نہ کر سکے گا اور میں نے کہا کہ تم اطاعت سرکار اپنے ہاتھ سے مت دو اگر بالفرض انگریز جاتے رہے جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو تم نواب بنے بنائے ہو تمہاری نوابی کوئی نہیں چھینتا اور اگر میرا خیال سچ ہے تو تم خیر خواہ سرکار ہو گے اور سرکار کی طرف سے تمہاری ترقی اور بہت قدر ہووے گی اور اگر تم مجھ کو انتظام ملک میں شریک کیا چاہتے ہو تو جناب صاحب کلکٹر سے اجازت منگا لو اور یہ اقرار کر لو کہ کوئی کام نہیں کرنے کے جب تک کہ پہلے اس کی منظوری جناب صاحب کلکٹر بہادر سے حاصل نہ کر لیں اگر محمود خاں میں عقل ہوتی تو سمجھتا کہ یہ سب باتیں اس کی بھلائی کی تھیں مگر جو جبلت اس کی بدی پر تھی وہ ان باتوں سے ناراض ہوا اور چین بچھین ہو کر مجھ کو رخصت کر دیا اور ہر طرح ہماری دشمنی کے درپے ہو گیا اور جان لیا کہ یہ لوگ رفاقت سرکار انگریزی سے باز نہ آویں گے پھر ہم پر زیادہ تر زیادتی شروع کی میرے خاص رہنے کے مکان کو بجز مجھ سے چھین لیا اور اپنی فوج کے افسروں کو دے دیا جو اسباب



میرا اس میں بند تھا وہ سب فوج والوں نے لے لیا سید تراب علی تحصیل دار کا گھوڑا  
 بہ تعیناتی تیس سپاہیوں کے بحیرہ چین لیا اور ہر طرح سے درپے ہمارے آزار کے  
 ہو گیا ہم دن رات اس فکر میں تھے کہ کسی طرح نواب کے پنجے سے نکل جاویں  
 مگر ممکن نہ تھا جناب صاحب کلکٹر بہادر بجنور ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ علاقہ  
 جنگل کپتان ریڈ صاحب بہادر میں بیلداران متعینہ بکسار نے فساد کرنا چاہا تھا اس  
 لئے مسٹر اسٹن صاحب کانڈاکٹر مع اپنی میم صاحب کے اور مسٹر برٹن صاحب  
 سارجنٹ بکسار سے نجیب آباد میں آگئے تھے اور خاص مجموعہ خاں کے مکان میں رہتے  
 تھے ان دنوں میں ایک گروہ سواروں کا رڑکی سے آیا اور ان دنوں صاحبوں  
 اور میم صاحب کو سخت یہاں سے لے گئے اور رڑکی میں پہنچا دیا۔

## خزانے کا نجیب آباد روانہ ہونا اور خزانچی پر پھرہ کا مقرر کرنا اور جودھری غن سنگھ کا نواب سے مقابلہ پر آنا

اسی عرصہ میں احمد اللہ خاں نے خزانہ سرکاری جو کنوئیں میں تھا نکالنا شروع  
 کیا اور کچھ اٹس میں سے احمد اللہ خاں نجیب آباد لے گیا اور مجموعہ خاں نے ہر ایک رئیس  
 سے بھی مخالفت شروع کی جمعیت سنگھ برہمن رئیس بجنور کے گھر پر واسطے تلاشی مسمات  
 پنا پاتر کے سوائے سنگھ جاٹ کو مع جمعیت کثیر چڑھا بھیجا جودھری جودہ سنگھ رئیس بجنور سے  
 جو اسباب مسٹر لمبیٹر صاحب کا اٹس کے پاس امانت تھا طلب کیا ہائے خزانچی  
 بجنور نے کچھ اسباب اپنا خفیہ بلور روانہ کیا تھا اس سبب سے اور نیز اس باعث  
 سے کہ کسی شخص نے مخبری کی کہ جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا ایک بکس محمولہ  
 اشرفی وجوہ خزانچی کے پاس امانت ہے خزانچی کے مکان پر رہا فیسری و تعیناتی  
 رام سروپ جمعدار مع چند باغی تلنگوں کے جو معرفت رام سروپ ملازم ہوئے تھے

اکیسویں جون ۱۸۵۷ء کو پہرہ متعین کر دیا اور رام سروپ نے طرح طرح کی مصیبتیں تکلیفیں پائے رائے خزانچی اور اس کے بھائی بہاری لال کو دیں اور کچھ روپیہ بھی رام سروپ نے لے لیا جب یہ باتیں ہونے لگیں تو چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ رئیسان بجنور نے نواب سے ارادہ مقابلہ کیا اور دیہات سے آدمی جمع کئے ہزار ہا آدمی گنواں بجنور میں جمع ہو گئے نواب نے چودھریوں سے مصالحت چاہی چنانچہ ایک دن رات کے وقت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ رئیسان بجنور واسطے صلح کے نواب کے پاس کوکھٹی پر گئے مگر اس وقت ملاقات نہ ہوئی جب وہاں سے پھرے تو دونوں چودھری تحصیل میں آئے اور مجھ سے اور ص ۳۰ سیر تراث علی تحصیل دار سے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے کہ لڑ کر نواب کو اٹھادیں ہم نے جواب دیا کہ ہم اس میں کچھ صلاح نہیں دے سکتے کیونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ یہ امر حکام انگریزی کی مرضی کے موافق ہو گا یا نہ ہو گا تمہارا جودل چلے سو کر و مگر یہ سمجھاؤ کہ تمام اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب محکمہ بیٹ بہادر کا اور خزانہ سرکاری اور دفتر اب تک موجود ہے اور اگر اس پر کچھ آفتابہنچی اور لٹ گیا تو بلاشبہ باعث نارضا مندی حکام انگریزی ہو گا۔

## مینیر خاں جہادی کا بجنور میں آنا اور چودھریان بجنور اور نواب سے صلح کا ہونا

یہ سنگامہ ہنوز زیر پاتھا کہ دفعتاً مینیر خاں نامی ساکن کنج پورہ نگینہ سے جہادی بن کر جمعیت چار سو آدمی کے بجنور میں داخل ہوا اور احمد اللہ خاں جو نجیب آباد گیا ہوا تھا اس فساد کی خبر پاکر بجنور میں آیا اور احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار اور نادر شاہ خاں رسالہ دار رخصتی رحمت ملتان جو بجنور میں آگیا تھا درمیان میں پرکھ



اور آپس میں نواب کے اور چودھریوں کے صلح ٹھہری احمد اللہ خاں اور دونوں  
چودھری صاحب تیسویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو کچہری تحصیل میں آئے اور  
بہت سی گفتگو کے بعد صلح ٹھہری چودھری صاحبوں نے گنگا جل اٹھایا کہ ہم نواب  
کے تابع دار اور مطیع رہیں گے اور احمد اللہ خاں نے اسی جلسہ میں کلام اللہ پرمہر کی  
کہ ہم چودھریوں کے ساتھ برائی نہیں کریں گے اور محمود خاں اور غلامت اللہ خاں  
نے کوٹھی پر سے کلام اللہ پرمہر کی بھجادی اور آپس میں صلح ہو گئی چوبیسویں  
جون سنہ ۱۸۵۷ء کو بانکے رائے خزانچی سے چار ہزار روپیہ لینے ٹھہرے اور  
وہ بکس جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کا بھی جو خزانہ میں تھا لے لیا اور خزانچی  
کے مکان پر سے پہرہ اٹھ گیا۔

## مینر خاں جہادی کا صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر اور تحصیلدار ڈپٹی انسپکٹر کاتنگ کرنا اور مولوی سلیم اللہ سے گفتگو ہونا

مینر خاں جہادی نے بجنور میں بہت غلغلہ مچایا اور مجھ صدر امین اور رحمت  
خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور میر سید تراب علی تحصیلدار بجنور پر یہ الزام لگایا کہ انہوں  
نے انگریزوں کی رفاقت کی ہے اور ان کو زندہ بجنور سے جانے دیلے اور اب بھی  
انگریزوں سے سازش اور خط و کتابت رکھتے ہیں اس لئے ان کا قتل واجب  
ہے اور درحقیقت ہماری خفیہ خط و کتابت جناب مسٹر جان کری کرافٹ ولسن پرنس  
صاحب بہادر سے جاری تھی اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ہمارے ساتھ  
فساد کرنے میں نواب کا بھی اشارہ تھا کیونکہ اس میں بڑی حکمت یہ تھی کہ جہادیوں  
کے ہاتھ سے ہم لوگوں کے مارے جانے میں نواب کی کچھ بدنامی نہ ہوتی تھی اور  
کام نکلتا تھا اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کی نسبت علاوہ اس الزام کے

یہ بھی جرم لگایا گیا تھا کہ عیسائی مکتب ہر جگہ بٹھاتا پھرتا تھا غرض کہ منیر خاں نے ہم پر زیادتی کی اور بھروسہ حکومت ہم کو طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر حاضر نہ ہو گے تو بہتر نہ ہوگا اور بڑی مشکل یہ ہوئی کہ چند چیراسیان تحصیل ہم سے مخالف اور جہادپوں سے جلے تھے اس لئے لاچار میں اور سید شراب علی تحصیل دار اس کے پاس گئے منیر خاں نے مجھ سے درباب مسئلہ جہاد گفتگو کی میں نے اس سے کہا کہ شرع کی بموجب جہاد نہیں ہے اور اسی قسم کی گفتگو کے بعد ہم وہاں چلے آئے اس کے دوسرے دن منیر خاں مذکور مولوی علیم اللہ رئیس بجنور کے پاس گیا اور درباب مسئلہ جہاد ان سے گفتگو کی تحقیق سنا کہ مولوی علیم اللہ نے بہت دلیری سے اُس کے ساتھ گفتگو کی اور بہت دلیلوں سے اس کو قائل کیا کہ مذہب کی رو سے جہاد نہیں ہے مگر اس گفتگو پر بہت دنگہ ہوا اور منیر خاں کے ساتھیوں نے مولوی علیم اللہ کے قتل کو تلوار نکالی مگر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچا دیا اُس کے دوسرے دن منیر خاں مع اپنے ساتھیوں کے بجز ان چند آدمیوں کے جنہوں نے ان گفتگوؤں کے بعد ساتھ چھوڑ دیا تھا دھلی چلا گیا اور وہاں جا کر لڑائی میں مارا گیا۔

**خزانہ اور اسباب حکام انگریزی کا نجیب آباد کو روانہ ہونا**  
 اور ڈاک کا بند کرنا اور مسودہ عرضی موسومہ بادشاہ کا تحریر ہونا  
 بعد اُس کے احمد اللہ خاں نے کچھ روپیہ خزانہ سے نکالا اور بہت سے آدمی  
 ملازم رکھے اور بہت سا اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور انگریزی نوٹیوں کا  
 روانہ نجیب آباد کر دیا اور ڈاک سب کاری جس کی تمام چٹھیوں کو، ارجون سے، کھول کر  
 پہلے پڑھ لینا شروع کر دیا تھا اور جس کو چاہتا تھا پھاڑ ڈالتا تھا اور جس کو چاہتا تھا  
 مکتوب الیہ کو دینے کو حکم دیتا تھا بالکل بند اور سدود کر دی کہ بائیسویں جون سے



۳۹ روایتی ڈاکٹر بجنور بند ہو گئی اس عرصہ میں غلغلہ ہوا کہ خان بہادر خاں نے فرمان حکومت ملک کٹہر کا بادشاہ دہلی سے حاصل کیا اور کٹہر کا تمام اسکو ملک مل گیا محمود خاں کو بڑا نرزد ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ملک کٹہر میں ضلع بجنور بھی شمار میں آجاوے اور حکومت اس ضلع کی بھی خان بہادر خاں کو مل جاوے اس لیے ان سب نے آپس میں مل کر تجویز کی کہ ایک عرضی بادشاہ دہلی کو بھیج کر اس ضلع کی سند محمود خاں کے نام پر بادشاہ سے حاصل کی جاوے چنانچہ ان سب نے باہم مشورہ کیے کہ ایک مسودہ عرضی مرتب کیا اور عمدو خاں کے ہاتھ اس کا بھیجنا تجویز ہوا۔

## احمد اللہ خاں کا دورہ کواٹھنا

بعد مرتب کرنے اس مسودہ کے احمد اللہ خاں نے دورہ کا ارادہ کیا بڑی غرض اس دورہ سے اپنی حکومت کا بٹھانا اور روپیہ تحصیل کرنا تھا چنانچہ دسویں جولائی ۱۸۵۷ء میں کوئٹہ سے بجنور سے نجیب آباد کو کوچ کیا اور۔

## عمدو خاں کا دہلی کو مع عرضی روانہ ہونا

تیرھویں تاریخ کو عمدو خاں عرضی موسومہ بادشاہ دہلی بجنور سے لے کر روانہ دہلی ہوا اسی تاریخ احمد اللہ خاں نجیب آباد سے ننگینہ آیا اور چودھویں کو دھام پور پہنچا وہاں جانے سے مطلب یہ تھا کہ امام بخش عرف مارٹے بد معاش شیر کوٹ نے جو روپ چند مہاجن کو لوٹا تھا اور لاکھ باروپیہ کا مال لے لیا تھا اس کا تدارک کرے

۱۵ امل نام امام بخش تھا۔ مارٹے خاں کی عرفیت سے مشہور تھے۔ شیر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ ایک معمولی خاندان سے ان کا تعلق تھا مگر ہمت اور جرات خداداد تھی۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

اور جو کچھ روپیہ اُس نے لوٹا ہے وہ اس سے چھین کر اپنے قبضہ میں لاوے۔

## ماڑے کا احمد اللہ سے مقابلہ کو مستعد ہونا

ماڑے نے بھی اپنے پاس سامان لڑائی درست کیا تھا اور آدمی جمع کئے تھے اور شیرکوٹ میں مستعد مقابلہ بیٹھا تھا اس لئے احمد اللہ خاں نے دھام پور میں کئی دن مقام کیا۔

## ماڑے کا بچھا حال

ماڑے قوم کا شیخ اور قدیمی بد معاش آدمی ہے نصف قصبہ شیرکوٹ کا اس کے بڑوں کی زبرداری میں تھا اس سبب سے اس کے بڑے چودھری کہلاتے تھے مگر

(صفحہ ۵۰) اکابقر حاشیہ جماعتی نظم و نسق کا بھی اچھا سلیقہ تھا۔ جب (انگریزی) نظام حکومت ختم ہو گیا تو قصبہ کے سربراہ اور وہ صاحبان نے قصبہ کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔ امام بخش صاحب نے رضا کاروں کا دستہ تیار کیا جس نے چند ہی روز میں ایک باضابطہ فوج کی شکل اختیار کر لی۔ اور نہ صرف قصبہ شیرکوٹ میں بلکہ پورے ضلع میں ان کی دھاک بیٹھ گئی جب نواب محمود خاں کی حکومت ہوئی تو ان کی طرف سے ان کے بھانجے احمد اللہ خاں مال گزاری وغیرہ کے لئے یہاں پہنچے تو ماڑے خاں نے اپنے ہتھیار کھول کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ احمد اللہ خاں نے اسلحہ ان کو واپس کر دیئے اور ضلع کی فوجوں کا کمانڈر بنا دیا۔ یہ آخر تک پوری ہمت اور جرات اور نہایت پامردی سے فرائض انجام دیتے رہے (حالات قلمی ماڑے خاں) عمار کا شان دار ماضی صفحہ ۴۳۲ و صفحہ ۴۳۳



یہ شخص بہت مفلس اور بد معاش ہو گیا تھا چودھری پر تاپ سنگھ اس کی ماں کو ڈیڑھ روپیہ مہینہ دیتے تھے مارے بد معاش مارچ ۱۸۵۵ء عیسوی میں بہاجلاس مسٹر چارلس وینگفلڈ صاحب بہادر کے بعلت بد معاشی بہم عداد ایک سال قید ہوا تھا۔

## ۴۴ وزن انگریزی کی تبدیل اور پاٹوں کا چھاپہ بلفظ مہر شاہی ہونا

جیکہ نا محمود خاں عرضی موسومہ بادشاہ دہلی کو بھیج چکا تو اس کے دل میں یہ خط سما یا کہ اس ضلع میں کچھ کچھ نشانات بادشاہی عملداری کے جاری کئے جاویں اور خاص علاقہ حکومت گورنمنٹ کو مٹایا جاوے اس ارادہ پر اٹھارویں جولائی ۱۸۵۷ء کو اُس نے یہ تجویز کی سیر بوزن اُستی روپیہ

کے جو بحکم  
سرکار انگریزی  
جاری ہوا ہے  
موقوف ہو اور  
بجائے اُس کے  
سیر قدیم بہ وزن  
سوروپہ کے اس  
صورت کا جاری  
ہو اور اُس پر ٹھپہ  
لگایا جاوے  
جس میں لکھا  
ہو مہر شاہی



چنانچہ واسطے

تعمیل اس کے، احکام عام جاری ہوئے اور تحصیل نجیب آباد و ننگینہ میں شاذ و نادر کہیں کہیں یہ سیر بھی تیار ہوئے الا تحصیل بجنور میں زمانہ قیام سید تراب علی تنک اس کی تعمیل مطلق نہیں ہوئی تھی مگر بعد اس کے اس تحصیل میں بھی بنے۔

## مارٹے سے احمد اللہ خاں کی صفائی اور ملاقات کا ہونا

احمد اللہ خاں کے دھام پور میں پہنچنے کے بعد سب ہندو اور مسلمان اس کے ساتھ متفق تھے اور چودھری ان شیر کوٹ نے بھی ہر طرح سے اطاعت احمد اللہ خاں کی اختیار کی تھی اور بمقام دھام پور ان کو انیسویں جولائی ۱۸۵۷ء کو احمد اللہ خاں سے بطور ملازمت ملاقات کی تھی اور زمینداران شیر کوٹ بھی احمد اللہ خاں کے شریک تھے کیونکہ ہر شخص مارٹے کا فساد رفع ہونا دل سے چاہتا تھا مگر اس وقت تک احمد اللہ خاں سے مارٹے کچھ کم زور نہ تھا اس لئے احمد اللہ خاں

۱۵ شیر کوٹ کھوہ ندی کے بائیں کنارے پر اونچائی پر بسا ہوا ہے۔ ۱۶/۱۹ اور ۳۴/۸۸ مشرقی خطوط پر بجنور سے جانب جنوب مشرق ۲۸ میل کی دوری پر ہے۔ یہ نام شیر شاہ کے زمانہ کا ہے شیر شاہ اور اکبر کے دور میں ایک برگزیدہ کا صدر مقام رہا ہے ۱۷۲۷ء میں اس کو صدر جنگ نے فتح کیا پھر نواب وزیر کے ہاتھ میں ۱۷۷۲ء میں آ گیا۔ بعد کو ۱۸۰۵ء میں امیر پنڈای نے اس کا محاصرہ کیا جبکہ یہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں تھا ۱۸۴۲ء میں تحصیل کا صدر مقام دھام پور ہو گیا ۱۸۵۷ء میں یہاں انگریزوں کے وفادار ہندوؤں اور مسلمانوں (باغی) کے درمیان جھڑپیں رہیں ( بجنور گزٹیر ص ۳۰۵ تا ص ۳۰۷ )



نے مارٹے سے صلح کرنی چاہی اور اپنے معتمدوں کو نیٹج میں ڈالا بڑی منفعت اس صلح بدھ  
میں احمد اللہ خاں کو یہ تھی کہ ایک پکا بد معاش اس کے ہاتھ آتا تھا اور صلح میں طرح  
طرح کے فساد برپا کرنے کو ایک بہت اچھا چلتا اوزار ملتا تھا۔

چنانچہ یہ حکمت اس کی چل گئی اور مارٹے صلح بدھ راضی ہو گیا اور بائیسویں جولائی  
سنہ ۱۸۵۷ء کو ہاتھی پر بیٹھ کر بغزت تمام دھام پور میں آیا اور احمد اللہ خاں سے  
ملازمت کی اور چار اشرفیاں اور کچھ روپے نذر دیئے اور تلوار کھول کر احمد اللہ خاں  
کے آگے رکھ دی احمد اللہ خاں نے بہت خاطر کی اور وہ تلوار اپنی طرف سے اس کی  
کمر میں باندھ دی اور اسی دن شیر کوٹ کو رخصت کیا۔

## احمد اللہ خاں کا شیر کوٹ میں جانا

تیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں شیر کوٹ میں گئے مارٹے نے استقبال کیا  
اور احمد اللہ خاں کی اور تمام لشکر کی دعوت کی۔ احمد اللہ خاں نے اس کا سو روپیہ  
مہینہ مقرر کیا اور اہتمام رسد و انتظام لشکر اس کی سپرد ہوا جو لوگ کہ مارٹے کے ہاتھ سے  
مظلوم تھے انھوں نے مارٹے کے نصیب کو یاد اور اپنے سے زمانہ کو برگشتہ دیکھ کر  
روئے اور بولے کہ

من زیاراں چشم باری داشتیم خود غلط بود انجہ ما پنداشتیم  
جو بیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں چودھری امر او سنگھ کے گھر میں گئے چودھری  
صاحب نے پانسو روپیہ ان کے پیش کش کئے اور ہر طرح تا بعداری سے ملے۔

چودھری امر او سنگھ سے بہ سختی باقی کا مطالبہ کرنا

احمد اللہ خاں جو بدنتی اور فساد کا ایک پتلا تھا اور دوسرا ان کا بھی استاد

نواب مارٹے خاں بہادر مدد معاش اُن کے ساتھ ہوا فساد ایک درجہ سے گیارہ درجہ ہو گیا اور چودھری امراؤ سنگھ کو جو غلج میں بہت نامی مال دار اور سب سے زیادہ کم زور مشہور تھا سونے کی چڑیا سمجھ کر بے سبب فساد شروع کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ زر مال گذاری جو قریب بارہ ہزار روپیہ کے تھا فی الفیاد ادا کرو اور محمود خاں نے بجنور سے شفیع اللہ خاں اور عظمت اللہ خاں نے نجیب آباد سے سپاہ اور رسد وغیرہ سامان جنگ احمد اللہ خاں (کے) پاس روانہ کرنا شروع کیا اور جو توپ کہ نگینہ سے معرفت نٹھو خاں ص ۴۲ بجنور میں آئی تھی وہ بھی میگزین روانہ شیرکوٹ ہوئی اور ستائیسویں جولائی کو شیرکوٹ میں پہنچ گئی۔

## چودھریان بجنور وغیرہ کا واسطے صفائی معاملہ شیرکوٹ کے ہلدور و تاجپور کو روانہ ہونا

اگرچہ یہ فساد صرف چودھری امراؤ سنگھ شیرکوٹ والا سے تھا مگر محمود خاں اور اس کے صلاح کاروں کو چودھریان ہلدور کی بڑی دہشت دل پر تھی اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور کو بھی ایک جتھہ اور کھوک کا آدمی سمجھتے تھے ان کو یہ خیال ہوا کہ مبادا یہ لوگ چودھری امراؤ سنگھ کی امداد کریں اس بات کے بند کرنے کو محمود خاں نے ستائیسویں جولائی ۱۸۵۷ء کو نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور چودھری نین سنگھ اور چودھری جودا سنگھ رئیسان بجنور کو ہلدور و تاج پور روانہ کیا کہ ہماری اور چودھری امراؤ سنگھ کی صفائی ہلدور اور تاج پور کے چودھری صاحب پنج میں پروردادیں۔

### فرمان بادشاہی کا آنا

ان لوگوں کے روانہ ہونے کے بعد اٹھائیسویں جولائی ۱۸۵۷ء کو محمود خاں جو محمود خاں کی عرضی لے کر بادشاہ (کے) پاس دہلی گیا تھا مع فرمان شاہی موسومہ



ان محمود خاں بجنور میں آیا اور اس کے ساتھ لالہ متھرا داس پدیر لالہ بلکے رائے خزانچی بھی  
دہلی سے بجنور میں آئے اور عمدہ خاں نے وہ فرمان محمود خاں کو دیا چنانچہ اُس کی نقل  
اس مقام پر لکھتے ہیں

## نقل فرمان

نقل فرمان بادشاہی مورخہ ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۲۱ جلوس مطابق ۲۱ جولائی  
سنہ ۱۸۵۷ء

۱۲ ۵۳  
محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی  
ابو ظفر سراج الدین سنہ احد

فدوی خاص لایق العنایت والا حسن امیر الدولہ ضیاء الملک محمد محمود خان  
بہادر مظفر جنگ مویرد تفضلات بودہ بداندہر ضد اشت ارادت سمات آں فدوی  
خاص مشہر ظہور ابتری و بے نظمی در کل یہ گنات و زیہات آں ضلع از شورش و مناد  
غارنگراں و معسداں و تدبیر انتظام آں بہ فراہمی جمعیت سوار و پیادہ بقدر تاب و

لہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی کی تحت نشین ہے یہ سن جلوس شروع  
ہو تلہے جیسا کہ مہر سے ظاہر ہے سنہ ۱۲۵۳ھ سے اس کا آغاز ہوا۔

میں: نواں و عرض احوال رسوخ عقیدت و وثوق ارادت موروثی دربار گاہ خسروی بادشاہ  
 بذل تو جہات شاہی در خصوص انتظام آل ملک بدستور سلف بملاحظہ قدسی گذشت و  
 کاشف معروضات گشت فی الواقع آب و اجداد آن فدوی خاص ہمہ مورد نوازشات  
 سلاطین پیشین انار اللہ برہانم بوده اند و مخصوص آل لایق الغایت والاحسان در  
 رضا جوئی و خدمت گذاری قرہ باصرہ خلافت مرزا شاہرخ بہادر مرحوم د قیقتہ  
 فرو گذاشت نکرده باعث رضا مندی خاطر دریا مقاطر گردید بود  
 نظر بران مستحق رعایت و عنایت است و لیکن در اے خدمات  
 سابقہ اگر فی الحال مصدر حسن خدمتی خواہد گشت مورد مزید الطاف  
 بادشاہی خواہد گردید و درخواست آل فدوی خاص کہ عبارت  
 از اجازت انتظام کلی آل ضلع است بر تہہ پذیرائی خواہد رسید  
 پس تا وقتیکہ از پیشگاہ قدسی سند مستند شرف اجرا بنیاد جملہ محاصل  
 ملکی را بعد وضع مصارف فوج و عملہ تحصیل بطریق امانت تصور  
 باید کرد و بار سال آن در حضور فیض گنجور باید پرداخت و نیز زر خطیر خزائن کلکتری و اسباب

۱۵ شہزادہ مرزا شاہرخ بہادر، بہادر شاہ کے لڑکے اور دارا بخت ولی عہد کے حقیقی بھائی  
 تھے۔ بہادر شاہ ان کو بہت چاہتے تھے۔ ان کو شکار کا بہت شوق تھا۔ نواب محمود خاں سے  
 گہرے تعلقات تھے۔ مرزا عبداللہ بہادر ان کے خلف تھے اپریل ۱۸۴۷ء میں ان کا  
 انتقال ہوا، مرزا شاہرخ کے بیٹے مرزا عبداللہ، ان شہزادوں میں تھے جن کو ”ہڈسن“  
 نے اپنی گولی کا نشانہ بنایا۔ مرزا شاہرخ اکثر بجنور کے علاقے میں ہردوار میں شکار کھیلنے  
 آیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر دہلی اردو اخبار میں کئی جگہ ملتا ہے۔

(دہلی اردو اخبار ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵)



اسپانیش کہ بعد فرار انگریزاں بہ قبضہ خود در آورده ہمہ مع فرد و اعلیاتی آن بہ معیت  
مختفرا داس و دو سوار ملازم ہا دشا ہی کہ در آنجا میرسند زود تر روانہ نمایند تا نقد فدویت  
وارادت آن فردی خاص بہ محک امتحان کامل برآید و ظہور این گونہ دو تنخواہی و خیر  
اندیشی وسیلہ ترقی مدارج و مراتب گردد فقط زیادہ تفصلات شناسد المر قوم ۲۸ بقعدہ  
سنہ ۲۱ معلیٰ -

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مختفرا داس کو بادشاہ دہلی کے دربار میں کچھ رسائی یا  
تعلق نہ تھا کیونکہ وہ مدت سے دہلی کے رئیسوں میں نہیں گنا جاتا تھا ہمیشہ باہر رہتا تھا  
جب عمر و خاں دہلی گیا اور اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ خزانہ اور مال انگریزوں کا مطالبہ  
کرتے ہیں کچھ غیب نہیں کہ اس نے مختفرا داس کا نام لکھوایا ہو کہ وہ مختفرا داس کو ہر  
طرح دبانے کا اور اس پر جبر کرنے کا قابو رکھتا تھا ورنہ خود نواب سے اور مختفرا داس سے  
رنجش تھی اور مختفرا داس کو کمال اضطراب تھا کہ اس کے بیٹے نواب کے پنجہ میں سے نکلیں  
چنانچہ جب مختفرا داس بجنور میں آیا تو اس نے مجھ سے اور سید تراب علی سے یہ حال  
کہا اور اس کا دلی ارادہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس تدبیر میں تھا کہ کسی طرح پھل  
نواب پر دباؤ ڈال کر اپنے بیٹوں کو نکال لے جاوے اور اخیر تک ہماری سمجھ  
میں کسی طرح کا لگاؤ اس کا نواب سے نہیں پایا گیا -

## احمد اللہ خاں کا امر او سنگھ کو زیادہ تنگ کرنا اولاکھ پیہ کا مانگنا

اسی تاریخ یعنی اٹھائیسویں جولائی کو یہ لوگ جو بجنور سے واسطے صفائی  
کے روانہ ہوئے تھے نانچ پور پہنچے اور شیرکوٹ میں احمد اللہ خاں نے زیادہ تقاضا  
ادائے باقی کا کیا یہاں تک کہ اولاً چودھریوں نے کچھ وعدہ کیا جب نامنظور ہوا  
تو کچھ نقد دینا قبول کیا جب وہ بھی منظور نہ ہوا تو کل روپیہ یک مشت دینا ٹھہرا

چنانچہ وہ روپیہ گڑھی میں سے ہاتھیوں پر لد کر باہر بھی نکلا مگر اس خیال سے کہ روپیہ بھی جاوے گا اور فساد رفع نہ ہوگا احمد اللہ خاں کے سامنے پیش نہ ہوا کیونکہ احمد اللہ خاں اب لاکھ روپیہ مانگتا تھا۔

یہ بہت اچھا موقع ہے اس بات کے بیان کا کہ محمود خاں اور اُس کے کارپردازوں کو درحقیقت باقیات مال گزاری وصول کرنے کا منصب اور اختیار نہ تھا کیونکہ جو سند کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی طرف سے اُس کو دی گئی تھی اُس میں اس قسم کی اجازت مندرج نہ تھی اور کیوں مندرج ہوتی اس لئے کہ اگر محمود خاں نیک نیتی سے اور سرکار کی تابعداری اور خیر خواہی اور اطاعت سے انتظام ضلع کا کرتا تو جو روپیہ خزانہ میں نقد اُس کے پاس چھوڑا تھا وہ کافی تھا اُس اگر درحقیقت چودھری امراؤ سنگھ نے ادائے باقی سے انکار بھی کیا ہوتا تو کبھی کبھ بے جا بات نہ تھی حالانکہ جب چودھری صاحب اڈے باقی پر مستعد تھے اور اس وقت بھی احمد اللہ خاں فساد سے باز نہ آیا تو صریح دلیل اس بات پر ہے کہ خود احمد اللہ خاں کی نیت بد تھی اور چودھریوں کا بگاڑنا اس کو منظور خاطر تھا۔

## شیرکوٹ کی پہلی لڑائی

غرض کہ اسی تاریخ چودھری امراؤ سنگھ نے گھاسا سنگھ اپنے چچا کو صلح کا پیغام لے کر بھیجا احمد اللہ خاں نے اس کو گرفتار کر لیا اور کچھ صورت صفائی کی نہ ہوئی بلکہ فساد زیادہ ہوا اور نوبت مقابلہ کی پہنچی چودھری امراؤ سنگھ گڑھی میں مع اپنی سپاہ کے جو قریب چار سو آدمی کے تھے اور اکثر ان میں بندوچی تھے اور گڑھی میں میگزین اور سامان رسد بھی بہت تھا محصور ہو گئے احمد اللہ خاں نے چودھری پر ۴۵ شیوراج سنگھ اور پچیس سنگھ زمینداران شیرکوٹ کی حویلی پر توپ لگادی اور



اس کے ساتھ مارٹے مع ساکنان محلہ کوڑہ مشرک ہوئے اور ان چودھریوں کی حویلی کو لوٹ لیا شیوراج سنگھ جو باموں تھا چودھریاں ہلدور کا مع اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کی بیوی کے مارا گیا اور فتح چند مکھن لال کو بھی لوٹا اور فتح چند مع کئی آدمیوں کے مارا گیا اور بہت سے گھر جلا دیئے اور بہت ہندو اور کچھ عورتیں ماری گئیں، جب گڑھی پر حملہ کیا تو گڑھی والوں نے خوب بندوقیں ماریں اور احمد اللہ خاں کے لشکر کا بہت نقصان ہوا چار بجے کے قریب تھوڑی سی بارود میں جو بسنت سنگھ کے قریب تھی آگ جا پڑی اور اُس کے اڑنے سے چودھری بسنت سنگھ جل گیا شام کے قریب لڑائی ختم گئی

ہم نے بجنور میں یہ بات سنی تھی کہ بندوق کے توڑے کا پھول اتفاقیہ بارود میں جا پڑا تھا اور شاید یہی بات سچ ہو مگر چودھری امراد سنگھ نے میرٹھ میں ہم سے بیان کیا کہ بنی بخش ان کے نوکر نے قصداً آگ ڈال دی اگر یہ بات یونہی ہوتی تو شاید وہ بڑے ذخیرہ میں بارود کے آگ ڈالتا بہر حال رات کے وقت اکثر ملازمان چودھری امراد سنگھ جو کوڑہ کے رہنے والے تھے مارٹے سے سازش کر کر بھاگ گئے اور ایک تزلزل عظیم گڑھی میں پڑ گیا۔

## لالہ مسٹر اداس کا واسطے صفائی کے تاجپو جانا

یہ خبر انیسویں تاریخ بجنور میں پہنچی اور محمود خاں نے یہ تجویز کی کہ لالہ مسٹر اداس بھی واسطے صفائی کے روانہ تلج پور ہوں۔ چنانچہ اسی تاریخ رات کو لالہ مسٹر اداس بجنور سے روانہ تاج پور ہوئے۔

یہ دانائی محمود خاں کی بڑی قابل تعریف ہے کہ صفائی کے لئے کن لوگوں کو بھیجا ہے جو کمال دوست دار محمود خاں کے تھے کیونکہ چودھری نین سنگھ اور جودہ سنگھ

وہی دونوں آدمی ہیں کہ انہی محمود خاں سے لڑنے کو مستعد تھے اور ہزاروں پھیلے  
 اُن کے دل میں پڑے ہوئے تھے اور مقرر اس وہ شخص ہے جس کے بیٹوں پر ابھی  
 نواب نے پہرے بٹھائے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں ان کو دی تھیں۔

## چودھری امر اوسنگھ کا گڑھی میں بھاگنا اور سنت سنگھ کا گرفتار ہونا

غرض کہ مقرر اس تلج پور میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ اُسی تاریخ یعنی انتیسویں  
 جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری امر اوسنگھ گڑھی میں سے نکل بھاگے اور تانچ پورہ  
 پہنچے عورتیں بھی اُسی ہنگامہ میں نکل کر گاؤں میں جا جھپیں مگر چودھری سنت سنگھ  
 میں چلنے کی طاقت نہ تھی وہ محلہ کوڑہ میں کسی مخفی جگہ تھا احمد اللہ خاں کے ہاتھ آگیا  
 اور گڑھی میں احمد اللہ خاں داخل ہوا اور شکست فتح اور نقارہ مبارکباد ہونے لگے مشہور  
 ہے کہ جب احمد اللہ خاں گڑھی میں داخل ہوا تو مندر جو گڑھی کے پاس تھا اُس کو بھی  
 کچھ نقصان پہنچا جب احمد اللہ خاں کو خبر ہوئی تو اُس نے بہ نظر مسالحت کہ مبادا تازہ فساد  
 برپا ہو اُس پر ایک پہرہ متین کر دیا کہ مندر کو کوئی نہ توڑے اس فتح کے بعد احمد اللہ خاں  
 اور نواب مارٹے خان بہادر کا غرور بہت بڑھ گیا تیسویں تاریخ کو یہ خبر بجنور میں  
 پہنچی اور محمود خاں نے بھی بہت خوشی کی اور اسی تاریخ یعنی تیسویں کو لالہ مقرر اس  
 تانچ پور میں پہنچے۔

اس گڑھی میں جس قدر میگزین اور ہتھیار اور سامان رسد جمع تھا وہ سب  
 احمد اللہ خاں کے ہاتھ آیا اور قیاس چاہتا ہے کہ نقد روپیہ اور زیور جو چودھری  
 امر اوسنگھ کا اور لوگوں کا وہاں تھا وہ بھی سب احمد اللہ خاں کے ہاتھ آیا ہو کیونکہ کئی دن

لے چند بندو قوں کی آواز جو یکبارگی سر ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔



تک بے مزاحمت دیکھے احمد اللہ خاں کا داخل گڑھی میں رہا اور احمد اللہ خاں نے کچھ نقد و جنس ہاتھوں پر لے کر نجیب آباد بھی بھیجا اور یہی بات ہم سے چودھری امراؤ سنگھ نے بھی بیان کی مگر بعض معتمد لوگ بیان کرتے ہیں کہ اوپر کا اسباب اور جو نقد و جنس اوپر تھا وہ احمد اللہ خاں کے ہاتھ لگا مگر پرانا خزانہ جو بہت مخفی اور گڑھی کے بڑجوں اور مکانوں میں دبا ہوا تھا وہ بچ رہا حق یہ ہے کہ اس بات کی سچی حقیقت سوائے چودھری امراؤ سنگھ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

## جملہ چودھریوں کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا

جب یہ سخت حادثہ ضلع کے ایک بڑے رئیس پر گذرا تو اور رئیسوں کو بھی بڑا فکر اور تردد ہوا اور پہلے سے آپس میں گفتگو ہوئی رہی تھی سب آپس میں متفق ہوئے اور احمد اللہ خاں سے گڑھی کے پھین لینے کا ارادہ کیا اور دھام پور لام بندی کی جگہ قرار پائی چنانچہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پٹیل بدھ سنگھ رئیسان ہلدور سے دو عزم توپ اور چودھری پرتاب سنگھ مع ایک عزم جزائل اور چودھریان کانٹ (کانٹھ) مع ایک عزم توپ دھام پور میں جمع ہوئے اور دیہہ : دیہہ گنوا ری بگل یعنی ڈھول واسطے جمع ہونے اور لام باندھنے کے بجنے لگا اور بعض گھاسا سنگھ اور سبت سنگھ کے چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور ثابت علی خاں کو جو رشتہ دار محمود خاں اور پیشکار دھام پور تھا پکڑ لیا اور دو سوار نواب کے جو ان کے ساتھ گئے تھے ان کو مار ڈالا۔

لے چودھریان کانٹھ کی کچھ جائیداد ضلع بجنور میں بھی تھی۔ اس لئے یہ لوگ بھی اس ضلع کے چودھریوں کے ساتھ تھے۔

جب یہ لام بندی ہوئی تو لواب پر زمانہ تنگ ہوا اور جس طرف لواب کے لازم جاتے تھے پکڑے جاتے تھے اور مارے جاتے تھے چنانچہ چند سپاہی موضع ناگل میں مارے گئے اور جو خطوط احمد اللہ خاں کے پاس روانہ ہوتے تھے اکثر اُن میں سے پکڑے جاتے تھے ایک خط محمود خاں کا جس پر بلاشبہ دستخط محمود خاں کے تھے اور بجنور سے روانہ ہوا تھا اور دوسرا خط عظمت اللہ خاں کا جو بلاشبہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا میں نے چودھری امراؤ سنگھ کے پاس دیکھا ان میں سے وہ فقرہ جو اس لڑائی سے متعلق ہے بجنسہ لکھتا ہوں۔

## انتخاب خط محمود خاں جو پکڑا گیا

انتخاب خط دستخط محمود خاں مورخہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء وقت دوپہر گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ اور اگر امراؤ سنگھ حاضر آیا ہو اسے بھی اپنے ہمراہ حضور میں لو اسے لاؤ اور وہاں چھوڑنا ان کا لچھ ضرور نہیں ہے اور اگر تم نے قصور بھی اُن کا معاف کیا ہو تو بھی اپنے ہمراہ لے آؤ کس واسطے کہ ہنوز فساد رفع نہیں ہوا۔

قریب پچاس آدمی کے آن ہر خوردار نے جو اپنی ہمراہی سے رخصت کر کے بجنور کو بھیجے تھے ان کو باشندگان موضع ناگل نے کہ متصل ہلارور کے واقع ہے روک کر ان میں سے پانچ چھ آدمی جان سے مارے اور آٹھ آدمی مجروح کرے اس لئے تدارک ان مفسدوں کا ضرور ہے۔

اطلاع اس کی بھی تم کو کرنی ضرور تھی لازم ہے کہ جس قدر روپیہ اور ہتھیار شیرکوٹ سے تمہارے ہاتھ آئی ہے وہ سب اپنے ہمراہ لو اٹے لاؤ چھوڑنا ان اشیاء میں سے کسی صورت میں مناسب نہیں کس واسطے اب فقط بسبب تکرار شیرکوٹ کے



یہ جا بجا فساد ہوا ہے۔ گھاسا سنگھ وغیرہ کو چھوڑنا کسی حالت میں مناسب نہیں  
مکرر آنکھ میری صلاح یہ ہے کہ میں اب بدون تصفیہ اس فساد کے ہرگز  
باز نہ رہوں گا بلکہ مناسب ہے کہ گڑھی بھی شیر کوٹ کی بالکل مسمار و منہدم کرادو کہ  
آئندہ انھیں حوصلہ لڑائی کا نہیں رہے اور جس جگہ پر خدافتح دیے مسمار کرنا ملتا  
اُن کے کا پر ضرور ہے۔

## انتخاب خط عظمت اللہ خاں جو پکڑا گیا

منتخب اس خط کا جو عظمت اللہ خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے بلاتاریخ -  
آئندگان شیر کوٹ کی زبانی معلوم ہوا کہ آن لورالابصار نے گھاسا سنگھ  
کو واسطے لائے امر او سنگھ کے بھیجا ہے سو حال یہ ہے کہ گڑھی لڑتی ہے اور فتح ہوتی  
ہے اور آدمی مارے جاتے ہیں تو اس گڑھی کا اسباب بالکل ضبط ہوتا ہے اور یہ بھی  
سلف سے مشہور ہے کہ زن زمین پر آدمی سر دیتا ہے اور جل شانہ نے تجھ کو گڑھی  
اور اسباب مع روپیہ کے دیا ہے تجھ کو چاہئے کہ پھر قلم جاری کر اور کچھ اندیشہ  
ان مفسدوں کا مت کر رب جل شانہ واسطے تیرے بہتر کرے گا۔

اب مجھ کو یقین ہے کہ آدمی تیرے پاس قریب دو ڈھائی ہزار کے  
ہوں گے تو اس صورت میں نظر بخدا رکھو اور اطراف میں خط لکھ کر آدمی  
جمع کرو اور دوسو سپاہی بھیجے ہیں پہنچے ہوں گے یا نگینہ میں ہوں گے او  
آج اور بھیجوں گا۔

ہندو اور مسلمانوں میں عداوت قائم ہونے کی وجہ  
اس لڑائی سے پہلے ضلع میں درمیان ہندو اور مسلمان کے کچھ تنازعہ رہا

عداوت یا مذہبی تکرار نہ تھی بلکہ چودھری صاحبوں کے ہاں اکثر مسلمان لوگ نوکر  
 تھے اسی طرح نواب کے ہاں سپاہ وغیرہ میں ہندو ملازم تھے لیکن اس لڑائی  
 میں ہندو مسلمان میں عداوت ہو جانی ایک ضروری ہونے والی بات تھی کیونکہ  
 ایک طرف جملہ سردار مسلمان تھے اور ضروری بات تھی کہ ہندو سرداروں نے جس  
 قدر اپنی کمک جمع کی وہ سب ہندو تھے اور نواب نے جو کمک جمع کی وہ سب  
 مسلمان تھے پس ہندو اور مسلمان میں تکرار کا قائم ہونا ضرور ہوا علاوہ اس کے  
 دم بدم ایسی باتیں ہوتی گئیں جن سے مذہبی عداوت کا ہونا بڑھتا گیا مثلاً شیرکوٹ  
 کے مندر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نقصان پہنچا یا چھتا اور سواہی پڑی کی مسجدوں  
 میں ہندوؤں کے ہاتھ سے نقصان پہنچا یا ہندوؤں کے ہاتھ سے بالتخصیص مسلمانوں  
 کا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے بالتخصیص ہندوؤں کا مارا جانا چنانچہ یہ سب حالات  
 آگے آئیں گے پھر اس عداوت نے ایسی ترقی پکڑی کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جہاں  
 اُن کا قابو ملا ہندوؤں کا بچنا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے جہاں ان کا قابو ملا مسلمانوں  
 کا بچنا ممکن نہ تھا اور یہ عداوت ایسی ہو گئی تھی کہ ہندوؤں کی نسبت جو باتیں مسلمان  
 کہتے تھے یا مسلمانوں کی نسبت جو باتیں ہندو کہتے تھے قابل اعتبار کے نہ تھیں اور ضلع  
 کا اصلی حال دریافت کرنا جو عداوت سے خالی ہو نہایت مشکل تھا میں کہہ سکتا ہوں  
 کہ ہلدور کی پہلی لڑائی تک چودھری بڈھ سنگھ کی نیت بہت اچھی معلوم ہوتی تھی  
 اور وہ دل سے ضلع میں امن چاہتے تھے بلکہ جب ہم ہلدور ہی میں تھے کہ بہت سے  
 ہندو ہلدور کی مسجد توڑنے بڑھ گئے تھے چودھری بڈھ سنگھ خود وہاں گیا اور اس فساد  
 کو رنج کیا اور آگے جو حال ہم بیان کریں گے اس سے بھی نیک نیتی چودھری بڈھ  
 سنگھ کی اس زمانہ تک ظاہر ہوتی جاوے گی۔



# میر صادق علی اور رستم علی رئیسان چاندپور کے پاس بادشاہی (باشاہی) فرمان کا آنا

دھام پور اور شیرکوٹ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا جو ہم بیان کر رہے ہیں اور چاندپور میں میر رستم علی اور صادق علی رئیسان چاندپور کی بے وقوفی نے گل کھلایا یعنی جو عرضی انھوں نے بادشاہ دہلی (کے) پاس روانہ کی تھی اس کے جواب میں فرمان بادشاہی پہلی اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چاندپور میں پہنچا اور انھوں نے بہت خوشی کی چنانچہ اس فرمان کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں۔

## نقل فرمان

نقل فرمان بادشاہی مورخہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۵ جلوسی مطابق ستائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء سیادت پناہ نجات دستگاہ سید رستم علی و سید صادق علی مورد تفضلات منہ بودہ بداندند۔ غرضی آن فدویان مشعر بحال خذلان و تباہی و بربادی دیہات و قریات و قصبہ چاندپور از تعدی و ظلم و غارتگری و استعلائے اعانت و امداد سرکار دولت مدار و اجازت نو ملازم و اشتن سپاہ سوار و پیادہ بنا بر اجرائے تحصیل و مجرایا فتن تنخواہ آں ہا از آمدنی علاقہ مذکور و ارسال زر باقیات مع کاغذ جمع خرچ در حضور پرنور بملاحظہ قدسی گذشت کاشف معروضات گشت چوں انسداد فتنہ و فساد بنا پر آسائش رعایا و برآیا منظور خاطر است لہذا حکم محکم شرف اصدا دی یابد کہ آن فدیان چند سوار و پیادہ بقدر ضرورت ملازم داشتہ نمبرداران و قانون گویان و پٹواریان و دیگر عزت مندان و ساکنان آن جا را با خود متفق ساختہ در مراتب بند و لہ یہ تعلقہ اس جرم میں ضبط ہو گیا تھا کہ ان کی عرضی بادشاہ دہلی کے دفتر سے برآمد ہوئی تھی یہی خدمات غدر کے صلے میں سرسید کو دیا جا رہا تھا جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔

فروگذاشت نسا زند و آنچنان انتظام نمایند کہ احدے زبردست قوی پنجہ برسیج کس  
 زیر دست و غریب نوع تشدد و تعدی نمودن نتواند و سرچشمہ تحصیل جاری گرد و وز  
 واجب الطلب بسہولیت وصول گردد و کشکار زراعت افزونی پذیرد و بعباریصا  
 زر فصلی مرقومہ مصارف تنخواہ ملازمان و سپاہ و عملہ تحصیل وضع کردہ زربا قیات مع  
 کاغذ جمع و خرچ بحضور فیض گنجور رسانند ہر آئینہ ظہور این معنی موجب اثبات حسن خدمت  
 آن فدیانت بذل توجہ خسروی نسبت بحال آن فدیان خواہد رسید زیادہ تفصیلات  
 شناسند مرقومہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۲۱ جلوسی -

## رستم علی اور صادق علی کا پچھلا حال

رستم علی صادق علی دونوں حقیقی بھائی ہیں اگرچہ صادق علی کو بھی ذی عقل  
 کہنا نہایت نادانی ہے لیکن رستم علی سچ مح کا بھولا آدمی ہے اس کو اس قسم کے  
 معاملات میں بلکہ امورات خانگی سے بھی کچھ سروکار نہیں رہتا جو کچھ کرتا ہے صادق  
 علی کرتا ہے یہ لوگ سادات بارہ سے ہیں اور اولاد میں ہیں سید محمود کی جس کو  
 کہ اکبر کے عہد میں بادشاہی دربار میں منصب ملا تھا اس کے بعد شجاعت خاں  
 کو شاہجہاں نے تخت پر بیٹھنے سے پہلے اپنا بہت بڑا رفیق اور امیر بنایا تھا اور  
 اس کے نام پر اس نے جہاں آباد بسایا تھا جو اب تک گنگا کے کنارہ پر موجود

لے جہاں آباد - ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو ۲۹ شمالی اور ۷۸ مشرقی خطوط پر گنگا کے بائیں  
 کنارے پر پورے ۱۹۰۰ میں اس کی آبادی ۱۵۸۴ تھی ۱۵۵۰ء میں انگریزی سرکار نے اس کا کچھ حصہ  
 وفاداری کے صلہ میں ہلدور والوں کو دے دیا تھا۔ یہاں فو اب سید محمد شجاعت خاں (باقی صفحہ ۱۶۸ پر)



ہے اور اس کی قبر بھی وہیں ہے جبکہ شاہجہاں اور اس کے باپ جہانگیر میں  
 ص ۱۰ لڑائی ہوئی تو شجاعت خاں جہانگیر سے آلا اس لئے شاہجہاں کے زمانہ بادشاہت  
 میں ان کی قدر کم ہو گئی اور اس نے اور اس کی اولاد نے زمینداری اور تعلقہ دار  
 اس ضلع میں پیدا کر کے جہان آباد میں اور پھر چاند پور میں سکونت اختیار کی کہ  
 اب بھی چند دیہات زمینداری کے ان کے پاس ہیں اور رئیس کہلاتے ہیں۔  
 ان لڑائیوں میں رستم علی صادق علی نواب کے شریک نہیں ہوئے کیونکہ  
 بسبب جدا آ جانے فرمان بادشاہی کے شاید نواب کے برخلاف ڈیڑھ اجڑ کی  
 مسجد جدا بنانی چاہتے ہوں مگر چودھریوں کے بھی شریک نہیں ہوئے اور علاحدہ  
 اپنی جگہ بیٹھے رہے اور چودھری صاحب بدستور دھام پور میں اپنے کام میں مصروف  
 رہے۔

## دھام پور اور شیرکوٹ میں لام بندی کی کیفیت شیرکوٹ میں محمدی جھنڈا کھڑا ہونا صحیح نہیں

غرض کہ جب چودھری صاحبوں کا لام دھام پور میں جمع ہوا تو احمد اللہ  
 خاں نے بھی آدمی اور جمع کئے اور دوسری توپ جو نجیب آباد میں تیار ہوئی تھی وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴) کا ایک مقبرہ ہے۔ یہ اورنگ زیب کے زمانے کے ایک رئیس تھے۔ یہ بارہ سادات  
 کی شلخ کنڈلی والی سے تھے اور سید محمود کی اولاد سے ہیں۔ اس جگہ کا پہلا نام گوردھن نگر تھا۔  
 شجاعت خاں نے اس کا نام شاہجہاں کے نام پر جہاں آباد رکھا۔ یہ علاقہ شاہجہاں نے بنگال کی  
 فتح کے بعد دیا تھا ۵۸۵ھ میں یہ جائداد ضبط کر لی گئی۔ مقبرہ ۹۴۶ھ میں بناتھا بھورے سرخ اور سفید  
 پتھر کا بنا ہوا ہے۔ بہت خوبصورت ہے قرآن کی آیتیں کندہ ہیں۔ بلغ میں جس میں یہ مقبرہ ہے  
 ایک بڑا دروازہ بھی ہے۔ جو مرت طلبک (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے بخنور گزٹیرس ۲۴۸ ص ۱۲۴۹)

بھی آگئی ہندو میان کر کے ہیں کہ احمد اللہ خاں نے مسلمانوں کے جمع کرنے کو محمدی جھنڈا کھڑا کیا کچھ عجب نہیں جو انھوں نے ایسا کیا ہو مگر ہم اس کو معتبر نہیں سمجھتے البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح ہندو جمع ہوئے تھے اسی طرح احمد اللہ خاں نے بھی آدمی بھیجا اور خط لکھ کر آدمی جمع کئے چنانچہ یہ بات عظمت اللہ خاں کے خط سے بھی جو ابھی ہم نے اُس کی نقل لکھی ہے ثابت ہوتی ہے جو غول ہندو خواہ مسلمان کے آن کر جمع ہوتے تھے ہر ایک غول کے ساتھ نشان اور باجا ہوتا تھا چودھری صاحبوں کی طرف قریب بیسیں ہزار آدمی کے جمع ہو گیا تھا اور احمد اللہ خاں کی طرف جمعیت اس سے بہت کم تھی عظمت اللہ خاں کے خط میں اس کی تعداد دو ڈھائی ہزار لکھی ہے شاید لڑائی کے وقت کچھ زیادہ ہو گئی ہو۔

## نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کا واسطے صلح کرانے کے چھوٹنا

اس ہجیم کو دیکھ کہ احمد اللہ خاں گھبرایا اور چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کو احمد اللہ خاں کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ اگر تم گھاسا سنگھ اور بنت سنگھ کو چھوڑ دو اور جو مال و اسباب گڑھی میں سے لیا ہے پھیر دو اور یہاں سے چلے جاؤ تو ہم کو تم سے کچھ پر خاش نہیں اور احمد اللہ خاں نے بھی صلح کا پیغام کیا اور گھاسا سنگھ کو بھیج دیا اور نادر شاہ خاں نے جو خط وہاں پہنچ کر لکھا چودھری صاحب پر تاب سنگھ پاس موجود ہے وہ یہ ہے۔

نقل خط نادر شاہ خاں جو صلح کی باب میں گھاسا سنگھ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا

نقل خط نادر شاہ خاں موسومہ چودھری پر تاب سنگھ بلا تاریخ چودھری



مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ بعد اشتیاق ملاقات کے ظاہر  
 ہو جو کہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا حسب وعدہ اپنے کے مسمی گھا سا سنگھ کو  
 روانہ خدمت (کا) کیا اور خاطر داری ہندوؤں کی از حد کی گئی اور تسلی اور تشفی  
 بسنت سنگھ کی بدرجہ غایت کی اور کرائی اور جملہ مال و اسباب اس کا حوالہ اس کے  
 کر دیا بلکہ جو کچھ نقصان اُس کا وقوع اس معاملہ میں ہوا تھا اُس کی عیوض میں دو گانو  
 جاگیر کے عنایت کئے اب ہمارے وعدہ کے ونا میں صرف ایک چلا جانا محمد احمد اللہ  
 خاں کا نجیب آباد کو باقی ہے وہ اب اس طور سے منحصر ہوا ہے کہ تم سب صاحب  
 اپنے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور راستہ خالی ہو جاوے تو یہ بھی چلے جاویں گے  
 اور مجھ کو معلوم ہے کہ اُس طرف بھی آدمی بہت اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس طرف  
 بھی اطراف سے جماعت کثیر جمع ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے اس صورت میں  
 اگر فساد ہوا تو ہزار ہا مخلوق کا خون ہووے گا اب کہ خدانے تمہارے آنے کی  
 شرم رکھ لی ہے اور صورت صفائی میں بھی کچھ نقص واقعہ نہیں ہے تم کو چاہئے  
 کہ شکرانہ کر کے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور اس قدر میرے قول کی تصدیق  
 ہوگی باقی بروقت پہنچنے بجھور کے کہ تم سے اور اور وعدہ ہیں و فکے جاویں گے  
 اور بلکہ زیادہ اُسے کہ تمہارے بزرگوں کے واسطے اس خاندان سے رعایت ہوئی  
 تھیں رعایت کرائی جاویں گی بلکہ بعد ہو جانے صفائی کے جو جو مہم اہم ہوں گی  
 وہ تمہارے ہاتھ سے لے جاویں گی جیسے کہ تم سے راستہ میں تذکرہ تھا آئندہ  
 تم کو ہر طرح کا اختیار ہے سبب ان عنایات کے جو تم نے میرے حال پر کریں ہیں  
 یہ خط خفیہ نواب صاحب سے لکھا ہے اور جوابات کہ اس میں لکھی ہیں ان کے  
 تذکرہ کا نتیجہ ہے۔ نادر شاہ

## نادر شاہ کا حال

نادر شاہ خاں رہنے والا رام پور یا مراد آباد کا تھا احمد اللہ خاں اُس سے کچھ اپنی دور کی رشتہ داری بھی بیان کرتے تھے اور مدت سٹے سرکاری پٹنہ رمنٹ میں رسالہ دار اور کار آزمودہ اور نہایت متفنی اور رمنٹ ملتان سے رشتی ہو کر روانہ ہوا تھا کہ اس غدر میں بعد تشریف لے جانے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے بھنور میں پہنچا اور نواب نے اپنا نوکر کر لیا بعد شکست پانے احمد اللہ خاں کے شیر کوٹ سے بھاگ گیا پھر کسی نے اس کی صورت نہیں دیکھی

## ثابت علی خاں کا واسطے رہائی بسنت سنگھ چودھریوں کی قید سے چھوڑنا

بعد اس کے چودھری صاحبوں نے ثابت علی خاں کو جو چودھری صاحبوں کی قید میں تھا واسطے صلح اور چھڑا لانے چودھری بسنت سنگھ کے بھیجا اور چودھری بسنت سنگھ پاکی میں پڑ کر چودھری صاحبوں کے لشکر میں آیا بہ مجرد پہنچنے بسنت سنگھ کے یعنی پانچویں اگست ۱۸۵۷ء کو لڑائی شروع ہوئی۔

## چودھری بسنت سنگھ کا چھوڑنا شیر کوٹ کی دوسری لڑائی اور احمد اللہ خاں کی شکست

احمد اللہ خاں اسی گڑھی میں جس میں چند روز پہلے اُس نے بے گناہ اپنے دشمن کو گھیر لیا تھا محصور ہوا اور کچھ سپاہ اس کی باہر گڑھی کے رہی اور میدان کارزار گرم ہوا اور شیر کوٹ کے گھر لٹنے اور جلنے شروع ہوئے اور کوٹرہ کا



محلہ بالکل برباد ہوا اور بہت سے مسلمان اور کچھ عورتیں بھی ماری گئیں احمد اللہ خاں کی ایک توپ پھٹ گئی اور دوسری پکڑ پھینک سے اتر پڑی اُس پر بھی اُس کے سواروں نے جو سرکاری تعلیم یافتہ تھے بہت دلاوری کی اور چودھری صاحب بھی خوب لڑے آخر سپاہ احمد اللہ خاں مغلوب ہوئی اور بھاگ نکلی اور میدان چودھری صاحبوں کے ہاتھ رہا اُس دن لڑائی ختم ہوئی اور احمد اللہ خاں گڑھی میں گھرا ہاربات کے وقت احمد اللہ خاں مع چند آدمیوں کے جو اس کے پاس تھے اور اپنی ٹوٹی ٹوپوں کو ہاتھی پر رکھ کر براہ نگینہ نجیب آباد بھاگ گیا اور چودھری صاحبوں کی فتح ہوئی اور گڑھی اُن کے ہاتھ آگئی۔

## مہاراج سنگھ کا بجنور پر چڑھائی کرنا

اسی تاریخ یعنی پانچویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری مہاراج سنگھ ہلدوار والہ نے جو ہلدور میں موجود تھا بشارت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ ریسان بجنور کے جودھام پور سے براہ ہلدور جہالو میں آگئے تھے بجنور میں محمد خاں پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور رات کو ہلدور سے روانہ ہوئے اور مع ایک ضرب توپ اور کئی جزائیل تخمیناً چار ہزار آدمی کی جمعیت سے چھٹی اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو دو فتنہ ساز بھائی بجنور کے قریب آگئے کہ ان کے پیچھے اور تاشہ کی آواز بجنور میں آنے لگی اور اُنچے مکانوں پر سے اُن کے لشکر کے نشان دکھائی دیتے تھے اس وقت محمود خاں کے ہاں نواح ہو رہا تھا وہ خواب غفلت سے چونکا اور ہر شخص کو بوجھتا تھا کہ یہ کیا ہے اور کون ہے اور کیوں آتے ہیں افسوس اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو کہتا کہ حضور اب معلوم ہو جاتا ہے۔

## بجنور کی لڑائی اور محمود خاں کی شکست

اُسی وقت نواب کے ہاں سپاہ کی کمربندی ہو گئی اور سعد اللہ خاں منصف امر وہہ جو نواب سے ملنے آیا ہوا تھا ہاتھی پر سوار ہو کر اور کچھ سپوار اپنے ساتھ لے کر دیکھنے گیا اور اس نے اپنی آنکھ سے چودھریوں کو دیکھ کر محمود خاں سے ان کو کہا کہ چودھری چڑھ آئے محمود خاں کا رنگ زرد ہو گیا اور ہوش جاتے رہے اتنے میں چودھری مین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ گھوڑوں پر سوار بجنور کے بازار میں آئے میں اور سید تراب علی اس وقت تحصیل کے دروازہ پر کھڑے تھے میں نے چودھری جودھ سنگھ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اُس نے باواز بلند یہ بات کہی کہ نواب نے اپنے ہاتھوں نوابی پر خاک ڈال دی اب تھوڑی دیر میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

## بجنور کے نہ لٹنے کے لئے ناکہ بندی ہونا

اور اُسی وقت چودھری مین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ نے شہر کی ناکہ بندی کر لی اور آدمی متعین کر دیئے کہ کوئی شخص شہر میں نہ آنے پائے اور شہر کو نہ لوٹے درحقیقت یہ بند و بست ایسی ہوشیاری سے کیا تھا کہ اس دن شہر کا بچانا صرف اُن دونوں چودھریوں کا کام تھا شہر کے مسلمانوں نے بھی اس دن کوئی بات نہ کی۔ اعانت اور مدد نواب کی برخلاف چودھریوں کے نہیں کی جبکہ یہ معاملہ پیش آیا تو نواب بھی لاچار جبراً و قہراً ہاتھی پر چڑھ کر اور جو سپاہ اس وقت قریب چار سو آدمی اور تیس چالیس سوار کے موجود تھی ان کو لے کر میدان میں آیا بخارٹے کے باغوں پر دونوں کا مقابلہ ہوا اول ایک بار بندوق کی طرف سے پہلے لے بجنور کی پرانی آبادی سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ایک بستی جو اب شہری آبادی سے ملتی ہے۔



چلی چار آدمی چودھریوں کی طرف سے زخمی ہوئے اور ایک مارا گیا نواب کی طرف  
 کا کوئی آدمی میں نے زخمی نہیں دیکھا اور نہ کسی کی لاش دیکھی لوگ کہتے ہیں کہ ادھر  
 کے آدمی بھی مارے گئے اور زخمی ہوئے اتنے میں نواب کی طرف سواروں نے متفرق  
 ہو کر توپوں پر حملہ کرنا چاہا تھا کہ دفعتاً ایک فیر توپ کا اور ایک ایک فیر جزائلوں کا  
 چودھریوں کی طرف سے سر ہوا نواب نے توپ کی آواز سنتے ہی ہاتھی پھیر دیا اور  
 کوٹھی پر آن کر اپنے چھوٹے بیٹے کو ہاتھی پر بیٹھا بھاگ نکلا بڑا بیٹا اس کا غضنفر علی  
 خاں ننگے پاؤں گھوڑے پر بیٹھ بھاگ گیا سپاہ تمام اس کی اور سوار تتر بتر ہو گئے اور  
 شکست (فاحش) ناش نواب کو نصیب ہوئی محمود خاں اور سعد اللہ خاں مع  
 بہت قلیل جماعت کے براہ منڈ اور نجیب آباد پہنچا اور تھوڑی دیر پہلے اس سے  
 احمد اللہ خاں جو شیر کوٹ سے بھاگا تھا نجیب آباد پہنچ چکا تھا سب بھاگے ہوئے  
 نجیب آباد میں جمع ہو کر اور آپس میں گلے گلے کر خوب روئے۔

## کوٹھیوں اور سرکاری دفتر کا جلنا اور خزانہ اور افیون اور اشٹام اور اسباب کا لٹنا

اس فتح کے ہوتے ہی تینوں چودھری صاحب اس کوٹھی پر جس میں جناب  
 صاحب کلکٹر بہادر رہتے تھے اور اب محمود خاں اس میں رہتا تھا جا بیٹھے اور گنواروں  
 نے جن کا قابو میں رکھنا ناممکن تھا اور درحقیقت لوٹ کی توقع پر جمع ہوئے تھے یورش  
 کی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے بنگلہ اور سواروں کے لئے جو محمود خاں  
 نے پھولس کی بارگین بنائی تھیں ان میں آگ لگا دی اور لوٹنا شروع کیا جس قدر  
 اسباب ڈاکٹر نیٹ صاحب بہادر اور لمیٹر صاحب کا کہ نجیب آباد کے جلنے سے  
 باقی رہ گیا تھا اور اس ملک کی پیدائش عیسائیوں کا اسباب جو چھکڑوں پر واسطے

جلانے نجیب آباد کے لداکھڑا تھا اور جو اسباب نامعلوم درختوں کا اور جملہ کتابیں اور باجا اور متفرق اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر کا جو کوٹھی میں تھا اور جس قدر انیم اور کاغذ اسٹامپ اور ٹکٹ ڈاک جو کچھ کہ خزانہ میں باقی تھا اور تمام اسباب حمل خانہ اور شفا خانہ کا اور جس قدر روپیہ کوٹھی میں تھا جس کی تعداد لوگ سترہ ہزار بیان کرتے ہیں اور غالب ہے کہ اس کے قریب ہوسب لٹ گیا۔

## لمیٹر صاحب کی کوٹھی کا پتہ

مگر لمیٹر صاحب کی کوٹھی جو اسباب سے خالی ہو گئی تھی جو دھری جودہ سنگھ کی تدبیر سے جلنے اور خراب ہونے سے بچ گئی مشہور ہے کہ گنواروں سے وعدہ ہو گیا تھا کہ شہر کو اور لمیٹر صاحب کی کوٹھی کو نہ لوٹیں گے مگر دفتر سرکاری اور مال و اسباب سرکاری اس وقت تک کسی کو قدر نہ تھی پھر ان ہی بے قابو گنواروں نے پچھری کی ۵۶ کوٹھی پر حملہ کیا اور انگریزی دفتر کی کتابیں اور سروریری نقشہ جات کی کتابیں اور جو اسباب لوٹنے کے قابل تھا لوٹ لیا اور کلکٹری اور فوج داری کے دفتر میں چھپیر ڈال کر آگ لگا دی اور متفرق سب سے جو اور کمروں میں تھے نکال نکال کر اسی جلتی آگ میں ڈال دیئے چند کمرے پچھری کی کوٹھی کے جل کر گر پڑے اور ایسا آراستہ دفتر فوج داری اور کلکٹری اور صدر امینی اور رجسٹری دست آویزات کا جو ابھی نہ تھی الف اور ب سے مرتب ہو چکا تھا خاک ہو گیا۔

## محکمہ پتے باغ کا جلنا اور لٹنا

اُسی ہنگامہ میں پتے باغ کا محلہ جو آبادی بجنور سے علاحدہ اور جیل خانہ کے قریب تھا دو دن تک لٹا لٹتا رہا اور گھر بھی جل گئے۔



## چودھریوں کے نام سے بجنور میں منادی ہونا اور اُس کی عجائبات

اور اس دن بجنور میں چودھری صاحبوں کے نام سے ان الفاظ سے منادی ہوئی کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم چودھری نین سنگھ اور چودھری بودہ سنگھ بجنور والوں اور ہلدو کے چودھری صاحبوں کا ڈھم ڈھم ڈھم ان الفاظ کے سننے سے خدا کی قدرت یاد آتی تھی جب میں نے یہ منادی سنی تو کہا سبحان اللہ ہم تو کتا بوں میں یہ بات پڑھتے آتے تھے کہ دو بادشاہ درآلیئے گنجہ یہاں یہ تماشا ہے کہ بیخ بادشاہ دریک ضلع میگنجر نہیں نہیں ان کی تمثیل یوں کہتی چاہئے کہ وہ درویش دریک گلی بجنپندر غرض کہ اس ہنگامہ میں آبادی بجنور پر کسی طرح کا صدمہ نہیں پہنچا ایک بجے کے قریب چودھری مہاراج سنگھ کا سوار مجھ کو اور سید تراب علی تحصیل دار کو کہ ہم دونوں تحصیل کے مکان میں دروازہ بند کئے بیٹھے تھے بلانے (بولانے) آیا ہم دونوں وہاں گئے اور دفتر کے کمروں میں سے آگ کے شعلے نکلے ہوئے دیکھ کر ہمارا دل بھڑک اٹھا اور سرکاری اہم جو اس وقت لٹ رہی تھی اس کو دیکھ کر ہماری جان تلخ ہو گئی تھوڑی دیر ہم وہاں ٹھہر کر واپس آئے چار بجے سب چودھری صاحب تحصیل میں آئے اور چند منٹ ٹھہر کر چودھری مہاراج سنگھ مع اپنے ساتھی ملک کے روانہ ہلدور ہوئے اور چودھری نین سنگھ اور بودہ سنگھ نے حفاظت آبادی بجنور اور انتظام وہاں کا اپنے قبضہ میں رکھا۔

کھاری کا جلنا اور جولا ہوں کا مارا جانا  
شام کے قریب اکثر غول گنواروں کے اپنے اپنے گھر پھر گئے جاتے وقت کسی

غول نے کھاری کے جولاہوں کو جو مسلمان تھے لوٹ لیا اور کئی جولاہے مار ڈالے۔

**سواہیٹری کے مسلمانوں کا مارا جانا اور مسجد کا لوٹنا**  
سواہیٹری کے جاٹوں نے وہاں کے مسلمان بساٹیوں کو جو مال دار تھے  
لوٹا اور مسجد سواہیٹری کو توڑ ڈالا۔

## چھتاور کی مسجد کا لوٹنا اور مسلمانوں کا مارا جانا

ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چھتاور کے جاٹوں نے اعنغر علی کو جو معزز  
آدمی تھا اور اس سے اور جاٹوں سے عداوت چلی آتی تھی مار ڈالا اور اس کی ٹانگ  
میں رستی باندھ کر گھسیٹا اور مسجد چھتاور توڑ ڈالی خاص بجنور میں مردھوں کے  
خاص بجنور میں تکرار کا ہونا

محلہ میں مسلمانوں اور گوجروں میں تکرار ہوئی اور ایک آدمی مارا گیا اور ظریفین میں  
کچھ زخمی ہوئے گوجروں نے اُس محلہ کو اور نیز محلہ قاضی پاڑہ کو لوٹنا اور مسلمانوں کو  
مارنا چاہا مگر چودھری نین سنگھ خود گیا اور فساد رفع کیا اس قسم کی باتیں پے درپے  
ایسی ہوتی گئیں کہ ہندو اور مسلمان کی عداوت کا درخت جس کا بیج شیر کوٹ کی  
لڑائیوں میں بویا گیا تھا بہت بلند ہو گیا جس کا جرے سے اکھڑنا ناممکن تھا مگر  
چودھری نین سنگھ اور چودھری جودہ سنگھ بہت اس بات کے درپے تھے کہ  
ہندو و مسلمان کی تکرار نہ بڑھے اور مسلمانوں کی طمانیت اور ہندوؤں کو فہمائش  
کرتے تھے مگر کوئی آئینی فوج نہ تھی جو چودھریوں کا حکم مانتی بلکہ وہ گنوار چودھریوں  
کی کیا حقیقت سمجھتے تھے۔



## چودھری امراؤ سنگھ کا اپنی گڑھی میں پھر بیٹھنا

ان فتوحات کے بعد چودھریان ہلدور ہلدور میں اور چودھری صاحب تاج پور تاج پور میں چلے آئے اور چودھریان بجنور بجنور میں رہے اور آٹھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری امراؤ سنگھ اور سبنت سنگھ اپنی گڑھی میں کھڑے ہوئے۔

## طرفین کی سپاہ اور گولہ اندازوں کا حال

میں کچھ نامناسب نہیں سمجھتا اگر اس مقام پر طرفین کی سپاہ کا کچھ حال بیان کروں تو اب کی سپاہ میں سب لوگ ملازم تنخواہ دار تھے اور اکثروں کے پاس بندوقیں تھیں اور وہ لوگ بندوق لگانی بھی جانتے تھے بلکہ بہت سے پٹھان بہت اچھے بندوقچی تھے اور تھینا چالیس تھلکے تک حرام فوج کے جس کا انصرام تھو جمعدار جیل خانہ تھا بہت عمدہ سپاہی قواعداں تھے اور باقی دھننے جولاہے تھے جنہوں نے سوت کے تار کے سوا کبھی تلوار نہ پکڑی تھی سوار بھی نواب بہت کے بہت اچھے تھے علی الخصوص چند سوار سرکاری رہنمائیوں کے جو وہاں موجود تھے وہ ہر طرح کی لڑائی جانتے تھے اور انہوں نے بہت سے سواروں کو اگر قواعداں نہ بنایا تھا تو سپاہی تو ضرور کر لیا تھا چودھری صاحبوں کی طرف مانگی پکار تھی کہ جب گنواہی بگل گاؤں میں پٹ پٹا پٹا تھا سب گنواہی جمع ہو جاتے تھے چودھری صاحب جوان کو اکٹھا کرتے تھے دونوں وقت پوریاں اور کھانا پکا کر دیتے تھے اس سبب سے چودھری صاحبوں نے بہت زیرباری اکٹھا کی چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور کے ہاں مدت تک ہزار ہا گنواہی جمع

رہے اور پانچ پانچ چھ چھ ہزار آدمی کو انھوں نے کھانا دیا شیر کوٹ کی چڑھائی میں  
 چودھری پرتاب سنگھ کے سبب بہت آدمی جمع ہوئے تھے اور درحقیقت دھام پور  
 میں لام کا اس کثرت سے جمع ہونا اور چودھریاں کانٹ، کانٹھ کا مع اپنی جمعیت  
 کے آنا صرف چودھری پرتاب سنگھ کا سبب تھا اور اسی جہت سے نہایت زیرباری اُن لوگوں  
 کے کھانا دینے میں چودھری صاحب نے اٹھائی علیٰ ہذا القیاس چودھریاں ہلدور  
 بھی مدت تک ان گنواروں کے کھانا دینے میں زیر بار رہے میں نے اپنی آنکھ  
 سے ہلدور میں دیکھا کہ دن رات چودھریاں ہلدور کے ہاں ان گنواروں کو  
 کھانا دیا جاتا تھا کوئی وقت دن رات میں ایسا نہ تھا کہ دو دو سو تین تین سو  
 آدمیوں کا غول بیٹھا کھانا نہ کھاتا ہو چودھریاں بخنور نے بھی جہاں تک اُن  
 سے ہو سکا اس قسم کی زیرباری اٹھائی پھر ان گنواروں کے غول کا یہ حال تھا  
 کہ صرف لوٹ کے لالچ سے جمع ہوتے تھے اور لوٹنے کے سوا اور کچھ مطلب اور دلی  
 مقصد اُن کا نہ تھا اطاعت کا یہ حال تھا کہ جو اپنا دل چاہتا تھا وہ کہتے تھے اور کسی  
 چودھری کی بات نہ مانتے تھے بلکہ بارہا چودھریوں کے سامنے سخت کلامی اور بدبانی  
 سے پیش آتے تھے لاچار چودھریوں کو خود دینا پڑتا تھا بہادری کا یہ حال تھا کہ جہاں  
 کسی کے غول میں سے کوئی آدمی زخمی ہو کر یا مر کر گیا اور سارا غول بھاگا پھر اگر کسی  
 باندھ کر کینچو تو نہ تھمتے تھے بہتیرا کہتے تھے کہ ارے بھائیوں پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر  
 لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ہو کوئی نہ سنتا تھا ہتھیار (ہتیار) اور سامان کا یہ  
 حال تھا کہ بڑے سے بڑے غول میں آٹھ سات دس بندوقوں کے سوا نہ ہوتی تھیں :  
 باقی اکثریوں کے پاس برچھی اور ٹوٹی تلوار یا گنڈا سے اور بعضوں کے پاس نری لاکھی  
 نتیجہ اس بیان کا یہ ہے کہ نواب کی دونوں جگہ شکست ہوئی ایک اتفاقیہ بات  
 تھی دونوں طرف کے فوجوں کا سچا سچا حال سن کر کوئی عقل مند اس بات پر رائے



نہیں دیتے کہ یہ گنواروں کی بھیڑ نواب کی فوج پر فتح پاتی اصلی سبب ان دونوں  
 جگہ کی فتح کا یہ ہوا کہ اُس زمانہ میں نواب کے پاس توپیں صرف دو تھیں اور  
 وہ دونوں شیرکوٹ پر گئی تھیں ان میں سے ایک توپ پھٹ گئی اور ایک  
 گر پڑی احمد اللہ خاں نے صرف اس دہشت کے مارے کہ توپوں کا جو  
 چودھریوں کے پاس ہیں مقابلہ نہ ہو سکے گا اور آدمیوں کی کثرت سے ڈر کر  
 رات کو گرگھسی میں سے بھاگ گیا بجنور میں محمود خاں کے پاس کوئی توپ نہ  
 تھی جب اس کے کان میں چودھریوں کی توپ کی آواز پہنچی اُسی ڈر سے  
 نواب بھاگ گیا کیونکہ اُس زمانہ تک توپ کا ڈر بہت تھا اور یہ بات پیچھے  
 تجربہ میں آئی ہے کہ ہندوستانی توپ سے کوئی آدمی نہیں مر سکتا اب بے  
 اختیار دل چاہتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا توپوں کا بھی حال لکھوں طرفین کی توپیں  
 اور طرفین کے گولہ انداز ایسے خوب تھے کہ اگر ہمالیہ پہاڑ نشانہ کی جگہ رکھ کر  
 اُن سے کہا جائے کہ اس پر گولہ مارو تو خدا سے امید یہی ہے کہ ہمیشہ خطا کرے گا  
 بلکہ اگر خطا سے بھی خطا نہ کرے تو خطا وار ہوگا ہلدور کی شکست کے دن نواب  
 کے گولہ اندازوں نے اس مکان پر جس میں میں اور ڈپٹی صاحب تھے  
 ستر گولہ سے کم نہ مارا ہوگا مگر ایک بھی نہ لگا حالانکہ اس کے سامنے بہت صفا  
 میدان اور بہت اچھا موقع نشانہ لگانے کا تھا جب کہ ہم نے اُن کے توپ  
 کے مورچہ پر اپنے مکان سے جزائیل اور بندوق کی گولیاں مارنی شروع کیں  
 تب اُنھوں نے ہمارے مکان کے مقابل سے مورچہ توپ کا اٹھالیا میں قسم  
 کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اتنی لڑائیوں میں ایک آدمی بھی توپ کے گولہ سے نہ  
 مرا ہوگا۔

## رائے اس امر میں کہ ان لڑائیوں کو لوگ کیا سمجھتے تھے

اس امر میں رائے لکھنے کو میں بہت عمدہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ لڑائیاں جو ہوئیں آیا لوگوں کے دل میں جو طرفین کے طرف لڑنے کو جمع ہوتے تھے یہ بھی خیال تھا کہ ان میں سے کسی کے ساتھ ہو کر لڑنا سرکار دو لہندہ انگریزوں کے برخلاف لڑائی کرنی ہے میں اس میں کچھ شک نہیں کرتا کہ نواب کے حال قابل اور جو جو کام وہ کرتا تھا ان سے سب کو ظاہر ہو گیا ہو گا کہ نواب سرکار کے برخلاف ہے اور اس کا دلی ارادہ سرکار کی بدخواہی اور دل کی دعا ہے کہ خدا اس کی دعا کو اسی پر ڈالے ا زوال حکومت سرکار رکھا اور چودھری صاحبوں کا کچھ ارادہ خود سری حکومت اور ملک گیری کا نہ تھا مگر ضلع کے لوگوں کا میری رائے میں یہ حال تھا کہ ان لڑائیوں میں نواب کے ساتھ ہو کر چودھریوں سے لڑنے کو سرکار سے لڑنا یا برخلاف سرکار کے لڑائی کو فی نہیں سمجھتے تھے سب کے خیالوں میں چودھریوں اور نواب کا مقابلہ تھا جس میں گویا سرکار بیچ میں سے علاحدہ تھی اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ جو لوگ چودھری صاحبوں کے ساتھ ان لڑائیوں میں شریک تھے اپنے تئیں چودھری صاحبوں کا حامی اور مددگار سمجھتے تھے سرکار دولت مدار انگریزی سب کے دلوں سے الگ تھی کہ ہماری اس رائے کی تصدیق اوپر کے تمام حالات اور دفتر سرکاری کا جملنا اور تمام مال سرکاری کا لٹنا بخوبی کرتی ہے

جناب صاحب کلکٹر کے خط کا چودھریوں کے نام آنا  
ان لڑائیوں کے بعد ایک خط جناب مسٹر الگز نڈر شکسیر صاحب بہادر کلکٹر



محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ  
 اور چودھری امرت سنگھ رئیس شیکوٹ آیا اس کے آنے کے بعد چودھری صاحب  
 اس بات پر متوجہ ہوئے کہ محلہ حالات ضلع کی اطلاع حکام کو کی جائے چنانچہ اس  
 خط کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں۔

## نقل خط

نقل خط مذکور مورخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء مقام منصورہ۔  
 ان دنوں میں چند خبریں بابت ضلع بجنور سنگھ میں پہنچیں سب سے دریافت ہوتا  
 ہے کہ خاص تمہارے علاقہ میں انتظام جہاں تک ہو سکے بخوبی چلتا ہے مگر نواب  
 محمود خاں صاحب تقاضائے شدید بابت اقساط گزشتہ کے ایسا کرتے ہیں کہ  
 کل تعلقہ داران نہایت ناراض ہیں فقط۔ حالانکہ آپ کو واضح ہو گا کہ وقت روانہ  
 ہو جانے ہمارا انتظام ضلع ہذا سپرد نواب صاحب کے کیا گیا اس امید سے کہ ساتھ  
 خیر خواہی تمام انتظام ان کی طرف سے بخوبی ہو جاوے چونکہ عرصہ سے کسی طرح کا  
 خبر نواب صاحب کا ہمارے پاس نہیں پہنچا ہے بلکہ چند خطوط پاس نواب صاحب  
 بھیجے گئے ہیں مگر جواب ایک خط کا بھی نہیں بھیجتے ہیں اس لئے لاچار ہو کر اور  
 بسبب بے خبری اصل حال ضلع اب تم کو لکھا جاتا ہے کہ بالفعل اور تا حکم ثانی تم  
 تعلقہ دار اپنے علاقہ کا انتظام اپنے ذمہ سمجھو اور زر قسط سرکاری اپنے پاس امانت  
 رکھو فقط آج کے دن خط پاس نواب صاحب کے بھی روانہ ہوتا ہے دیکھا جائے  
 کہ کیا وجوہات ان کی طرف سے پیش ہوں گی کہ خطوط اس جانب کا بے جواب رہا  
 یقین ہے کہ چند روز میں ان کی طرف سے جواب اس جانب کے پاس پہنچے گا آپ

اطلاع دی جاوے گی زیادہ لکھنا فضول ہے اس لئے کہ کوئی اندیشہ ان کا حال جو ننگ حرامی کے ساتھ کمر باندھ لی ہے تم کو بخوبی معلوم ہوا ہے بلا شک واضح ہو گا کہ چند روز نہیں گزریں گے کہ دخل سرکاری ہو جاوے آپ خاطر جمع رکھو، بدستور سابق بخوبی سمجھو کہ جو لوگوں نے اس زمانہ میں خاطر داری نیک ادائی پیش کرے اُن کے واسطے حد سے بہتر ہو گا۔

## بجنور کی لڑائی کے وقت اپنا حال اور پارا ترنے سے چودھریاں بجنور کا مانع ہونا

جبکہ بجنور میں لڑائی ہوئی تو ڈپٹی کلکٹر صاحب ہلدور میں تھے اور ہماری کمیٹی کے تینوں ممبر یعنی میں اور سید تراب علی تحصیل دار بجنور اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بجنور میں اپنے اپنے مکان بند کئے بیٹھے تھے اور جو صدمہ ہمارے دل پر پڑا اس کا بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ ہمارے خیال میں بھی نواب کی شکست ہوئی نہیں آتی تھی اور خوب ہم کو یقین تھا کہ نواب ہم تینوں کی جان نہیں بخشے گا کیونکہ سچا جرم طرف داری اور خیر خواہی سرکار اور خفیہ خط و کتابت کا جو اس نے ہماری طرف لگا رکھا تھا اُس کے سوا یہ بڑا شبہ اس کے دل میں پیدا ہوا تھا کہ چودھریوں کا لڑنا علی الخصوص چودھریاں بجنور کا بمقابلہ پیش آنا یہ ہم لوگوں کے اغوا سے ہوا حالانکہ ہم اس اخیر الزام سے بالکل بری اور بے خبر تھے جبکہ نواب کی شکست ہوئی ہم نے اپنی زندگی دوبارہ سمجھی اور یہ بات چاہی کہ گنگا پار میریٹھ چلے آویں کیونکہ جو ظالم ہمارے سدراہ ہو رہا تھا اور ہم کو بجنور سے نہیں نکلنے دیتا تھا نہ رہا تھا مگر گھاٹ پر چودھری صاحبان کا بندوبست تھا اور غدر راہ کا ایسا ہو گیا تھا کہ بدون اعانت اور مدد چودھری صاحبوں کے



ص ۶۲: ایک قدم راہ طے کرنی ممکن نہ تھی اس لئے ہم نے چودھریان بجنور سے چند روز تک نہایت عاجزی سے التجا کی مگر انھوں نے ہم کو نہ نکلنے دیا اور جو ہماری قسمت میں مصیبت تھی ہم پر پڑی میں کچھ بُرائی کا الزام اس بات میں چودھری صاحبوں کو اپنے نہ نکلنے دینے میں نہیں دیتا بلکہ اُن کو یا یہ بے جا خیال دل میں رہا کہ یہ لوگ حکام انگریزی پاس جا کر اپنی سرخ روئی اور اپنی خیر خواہی ہم سے زیادہ جتا دیں گے یا یہ سمجھے کہ دفتر جلنے یا مال سرکاری لئے کا حال صاف کہہ دیں گے اور پھر کئی دن بعد ان کو یہ خیال ہوا کہ ان کے چلے جانے سے انتظام ضلع کا نہ ہو سکے گا اور رعایا کے دل ٹوٹ جاویں گے مگر ہم کو یہاں کے رہنے سے کمال رنج تھا کہ ہم نہایت بے بس اور بے کس تھے اور ہمیشہ ہم کو یقین تھا کہ اب نواب بجنور جھپین لے گا اور ہم پکڑے اور مارے جاویں گے۔

## عرضیاں حالات ضلع کی بجنور حکام بھیجنا

جبکہ ہم کو بجنور سے چھوٹنے اور حکام پاس حاضر ہونے کی توقع جاتی رہی تو ہم تیسوں آدمیوں نے عرضیاں تمام حالات جنگ اور شکست ہونے نواب کی بجنور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور آؤر حکام انگریزی کے لکھیں اور سر رہشتہ کی رو بکاری درباب جل جانے دفتر دیوانی کے روانہ کی اور جملہ چودھری صاحب پہلے سے بھی خط و کتابت حکام انگریزی سے رکھتے تھے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کے خط کے آنے کے بعد زیادہ تر متوجہ تحریر حالات ہو گئے تھے اور ہماری کمیٹی کے ایک ممبر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بھی اس بات کی ہمیشہ تائید کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی کی حکمت عملی اور شجاعت ذاتی کو جو اچھی تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ان کو معلوم تھی ہر ایک کو سمجھاتے رہتے تھے اور

بعض آدمیوں کی زبان پر جو یہ بات آجاتی تھی کہ مسبب نمک حرام ہو جانے کل فوج  
 ہندوستانی کے سرکار کی عملداری کو پامندی ہونا بہت مشکل ہے اس خیال کو  
 شائستہ تقریر سے دور کرتے تھے اور خاص میرا قول اور دلی رائے جس میں کبھی  
 فرق نہیں آیا یہ تھی کہ فتح و شکست کثرت و قلت تعداد آدمیوں پر موقوف نہیں  
 ہے اور بڑی شجاعت بھی کام نہیں آتی بلکہ دانائی اور تدبیر اور قواعد جنگ اور  
 ہتھیاروں کو علمی و عملی قواعد سے کام لانے سے ہوتی ہے پھر بہت بھڑوں کا  
 گھیلے اور داؤں گیرے ایک شیر کے سامنے بھی جمع ہونا کتنا حقیقت رکھتا ہے۔ ۶۳  
 ان باتوں پر لحاظ کر کے جملہ چودھری صاحبوں نے بھی اپنی اپنی عرضیاں متضمن  
 ان وارداتوں اور اپنی اطاعت اور فرمان بردار ہونے سرکار کے بحضور حکام زمانہ  
 کیں اور فرمان بادشاہی جو نامودخاں کے نام آیا تھا اور بعد بھاگنے ناعمودخاں  
 کے اُس کے کاغذات میں سے پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے تلاش کر کے  
 مع اور مفید اور بکار آمد کاغذوں کے نکالا تھا اُس فرمان کو چودھری جودہ سنگھ  
 رئیس بجنور خود لے کر بحضور جناب ستر ولسن صاحب بہادر اسپیشل کمشنر اور صاحب  
 جج مراد آباد روانہ میرٹھ ہوئے۔

مگر ہمارا اضطراب قیام بجنور سے بدستور تھا اور ہم سنتے تھے کہ ناعمودخاں اور  
 علی الخصوص احمد اللہ خاں اور شیخ اللہ خاں درستی سامان جنگ میں مصروف  
 ہیں اور ان کی سپاہ بھی ان کے پاس جمع ہوئی جاتی ہے اور قریب چار ہزار آدمی  
 ملازم کے وہاں جمع ہو گیا ہے اور ضرور ارادہ بجنور پر حملہ کرنے کا ہے بلکہ دود فوج خاص  
 بجنور میں غلغلہ پڑ گیا کہ نواب چڑھ آیا اور عجیب حالات بجنور میں صرف اس غلغلہ  
 سے ہو گئی اور چودھری جودہ سنگھ جو کنوئیں میں سے روپیہ تلاش کرنے کو بھیجے  
 تھے ایسے بے اوسان گھر پہنچے تھے کہ سب کی جان ہوا ہو گئی تھی اور چودھری جودہ سنگھ



کے بھی ہوش جلتے رہے تھے اس سبب سے ہم کسی طرح اپنی جان کو بچا ہوا نہیں سمجھتے تھے اور ہر وقت بجنور سے نکلنے کی تدبیریں تھے مگر اپنے بس کی کوئی بات نہ تھی لاچار ہم نے یہ تدبیر کی کہ کسی حکمت سے ہم ہلدور چلے جاویں چودھری زندھیر سنگھ فہینڈ آدمی تھے ان سے کہیں کہ ہمارے روکنے سے بجز اس کے کہ ہماری جان جاوے اور کچھ فائدہ نہیں ہے ہمارے حال پر رحم کر کے ہم کو گنگا پار اتار دو۔

## صدر امین اور تحصیلدار اور ڈپٹی انسپکٹر کا ہلدور جانا

چنانچہ چودھری مین سنگھ صاحب بھی ہلدور جانے اور پھر واپس آنے کے اقرار پر راضی ہوئے ہم نے بجنور سے نکلنا غنیمت سمجھا اور چودھری مین سنگھ صاحب نے چند آدمی اپنے معتمد ہمارے ساتھ کئے اس فہمائش سے کہ پھر ہم کو بجنور میں واپس لاویں اور میں سید تراب علی تحصیلدار اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر ص ۶۲ بار ہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہلدور روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بجنور کے واپس آنے سے انکار کیا مگر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر اس سبب سے کہ ان کے قبائل سب بجنور میں تھے ان کو واپس آنا ضرور تھا چنانچہ تیرہویں تاریخ کو وہ بجنور میں واپس آئے۔

## ہلدور میں جو رئیس جمع تھے اس کا بیان اور وہاں کے مشورہ کی کیفیت

جب ہم ہلدور پہنچے تو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بھی وہاں تھے اور میر صادق علی رئیس چاند پور بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور دربار انتظام ضلع گفتگو مقصود تھی ہم نے مداخلت انتظام ضلع سے بدون حکم سرکار صاف انکار

کیا میر صادق علی کی یہ رائے پائی کہ جس طرح جناب صاحب کلکٹر بہادر نے اپنے خط مورخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء میں لکھا ہے ہر ایک رئیس اپنے علاقہ کا انتظام کرے کہ اس میں پرگنہ چاند پور کی جداگانہ حکومت میر صادق علی کی قائم رہتی تھی ہم نے ہلدور سے ایک اور عرضی جملہ رئیسوں کی طرف سے اور اپنی اور سید تراب علی اور ڈپٹی صاحب کی طرف سے کہ یہ سب ہلدور میں موجود تھے جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر پاس روانہ کی اور کنہیا لال ڈگری نوٹس محکمہ صدر امینی کو بھی بھیجا اور اسی تاریخ چودھری رندھ سنگھ رئیس ہلدور اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور اور میر صادق علی رئیس چاند پور واسطے انتظام کے روانہ بخنور ہوئے مگر ۱۷ تاریخ کو میر صادق علی چاند پور چلے گئے اور چودھری صاحبان وہاں مقیم رہے ان تمام گفتگوؤں میں جیسی اچھی رائے ہم نے چودھری پرتاب سنگھ کی پائی اور ہر وقت جیسا ڈر حکام انگریزی کا ان کے دل میں ہم نے پایا اور کسی میں نہیں دیکھا ہر دم اس کی زبان بیریہ بات تھی کہ فلاں کام کرتے ہو مگر یہ بھی خیال ہے کہ حکام انگریزی اس پر کیا کریں گے

**سید تراب علی تحصیلدار کا واسطے لینے اہل و عیال نگینہ جانا**  
 رام دیال سنگھ کا واسطے انتظام اور لانے سانچہ کے نگینہ کو روانہ ہونا  
 غرض کہ ان معاملات کے بعد چودھری بدھ سنگھ سے ہم نے اپنا مطلب عرض کیا کہ ہم کو مدد دے کر پارا تر وادو ہمارے اصرار پر انھوں نے اقرار کیا اور پچاس آدمی دینے تجویز کئے اور یہ بات ٹھہری کہ سید تراب علی تحصیلدار بخنور نگینہ میں جا کر باعانت رام دیال سنگھ جو اسی روز واسطے انتظام نگینہ اور لانے سانچہ توپ کے جو تھو خاں نے نواب کے لئے بنوائی تھی روانہ نگینہ ہوئے تھے اپنے قبائل کو



۶۵: ہلدور میں لے آویں تاکہ ہم سب مل کر گنگا پارا تر جاویں اور سید تراب علی کو بھی فہمائش ہوئی کہ تم نگینہ میں مدت تک رہے ہو وہاں کے لوگوں کو فہمائش بھی کر دو کہ ہندو مسلمان آپس میں کچھ فساد نہ کریں چنانچہ سید تراب علی چودھویں اگست کو روانہ نگینہ ہوئے انتظام ضلع کے لئے کچھ سرکاری فوج آنے کی تجویز

جب یہ عرضیاں چودھری صاحبوں کی اور ہماری میرٹھ میں بحضور حکام پہنچیں تو جملہ حکام کی یہ رائے قرار پائی کہ ایسی حالت میں تھوڑی سی فوج کا مع حکام ضلع، ضلع میں بھیج دینا مناسب ہے اور کچھ تھوڑی سی فوج کی واسطے لے جانے ضلع کے تجویز بھی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر اس امر میں بہت سہمی ہوئے چنانچہ جملہ حکام نے اس تجویز کو منظور کر کے ریپوٹ واسطے فراہمی فوج مجوزہ اور صدر حکم و اجازت روانگی ضلع کے بحضور گورنمنٹ آگرہ روانہ کی اور منتظر صدور حکم رہے۔

## تالشرف آوری حکام انتظام ضلع کا ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کو سپرد ہونا اور سپردگی ضلع کے خطوط آنے

اور یہ تجویز کی کہ محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین یعنی مصنف تالشرف آوری حکام انگریزی انتظام ضلع از جانب سرکار کریں چنانچہ پندرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء بمقام ہلدور شام کے وقت ہمارے پاس ایک خط جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر صاحب بنج واسپیشل کمشنر بنام میرے اور ایک خط بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور ایک خط جناب مسٹر ولیم صاحب بہادر کمشنر میرٹھ کا بنام ہم دونوں کے اور ایک خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر جنٹل مینسٹر کا بنام ہم دونوں کے واسطے انتظام ضلع

کے پہنچے اور یہ سب خط مورخہ تیرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کے تھے اگرچہ یہ سب خط ایک آفت کے وقت جن کا ذکر آگئے آوے گا ہم نے بجنور میں جلا دیے اور میرٹھ میں جب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی نقلیں بھی دفتر میں نہیں تھیں، کیونکہ بہت جلدی میں اور نازک وقت میں لکھے گئے تھے لگہ جو مضامین ان کے کہ سب متحد تھے ہم کو یاد ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں امیر ہے کہ بے تفاوت ہوں

## مضمون خطوط

خلاصہ مضامین خطوط مذکورہ مورخہ تیرہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین بجنور جو کہ تمہاری چٹا تحریر سے اور چودھریان ضلع بجنور کی تحریر سے معلوم ہوا کہ سبب ظلم اور زیادتی نواب کے جو چودھریان ضلع بجنور پر اس نے کی چودھریوں اور نواب میں مقابلہ ہوا اور نواب شکست کھا کر بھاگ گیا اور اب انتظام ضلع کا ضرور ہے اس لئے تم دونوں کو لکھا جاتا ہے کہ تم دونوں اہل کار سرکاری اپنے عین تمام ضلع کا جانب سرکار سے منتظم سمجھ کر بالاتفاق انتظام ضلع کا کرو اور چودھریان ضلع بھی یہی درخواست رکھتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ میں انتظام ضلع کا رہے۔

چودھری صاحبوں نے جوابی عرضیاں بھیجی تھیں ان کے جواب میں بھی یہی لکھا آیا کہ رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو منتظم ضلع مقرر کیا گیا تم لوگ ان کے مدد و معاون رہو اور اب حکام انگریزی مع فوج کے جلد اس ضلع میں آجاویں گے چنانچہ مسٹر جان کری کراڈٹ و سن صاحب بہادر نے جو خط بنام چودھری امر او سنگھ رئیس شیر کوٹ لکھا تھا اور وہ ہم کو



اُن کے پاس سے ملا اس مقام پر بلفظہ نقل کرتے ہیں -

## جناب مستر ولسن صاحب بہادر کا پیرانہ چوہری امر او سنگھ کیم

رفت و عوالی مرتبت گرامی قدر چوہری امر او سنگھ صاحب سلمہ الرحمن عرضی  
آپ کی شعر حالات ظلم اور بدعت نواب محمود خاں کے پہنچی سب حال معلوم ہوا کمال  
افسوس ورنج ہے کہ آپ کا اس قدر نقصان عظیم ہوا اور شیوراج سنگھ اور قبیلہ اس کا  
قتل ہوئے اللہ تعالیٰ کوئی آفت کسی شخص پر نازل نہیں کرتا کہ جس کے بعد کچھ تسلی  
نہ ہو اگر اس قدر ظلم یعنی غارتگری و قتل عزیزان تمہارا اچھا ن لوگ نہ کرتے تو تم  
سب رؤسائے مہودیک دل ہو کر کیوں کر اُس کو نکالتے اب تم سب مہود نے اتفاق  
کر کر اُس ظالم نواب کو نکال دیا اگر سابق سے بھی تمہارے باہم ایسا اتفاق ہوتا  
تو جس قدر فوج باغی اس نواح میں تھی اس کا مارا جانا کیا مشکل ہوتا اور پھر کیا  
ضرورت چلے آنے ہم لوگوں کی وہاں سے ہوتی اور ایسی آفات تم لوگوں پر کیوں  
آتے غیر سب امور اپنے وقت معینہ پر منحصر ہیں اب بفضل خدا سب تکالیف تمہاری  
جلد رفع ہو جاتی ہیں بطلب ہماری جو آپ لکھتے ہیں سو ہم نے واسطے جانے بجنور  
میں کے گورنمنٹ کو لکھا ہے اور شکسپیر صاحب بھی پہاڑ سے بلا لئے گئے ہیں اب عنقریب  
بند و سبت فوج کا ہو جاتا ہے ہم تھوڑی سی فوج معتبر لے کر عنقریب آویں گے اور  
سید احمد خاں صدر امین اور رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کو لکھا گیا ہے کہ تا پہنچے ہمارے  
وہ انتظام وہاں کا اچھی طرح کریں گے اور مسٹر پامٹر صاحب جنٹ مجسٹریٹ بجنور کا جو  
حال آپ نے دریافت کیا تھا سو وہ مظفر نگر میں ہیں میرٹھ میں آئے تھے سو  
آج رات کو میرٹھ پور میں ہوں گے بطلب خط بنام والی رام پور جو آپ نے لکھا  
لے حاشیہ صفحہ ۱۹۱ پر ملاحظہ فرمائیے۔

تھا سو ہم نے کل کی تاریخ خط انگریزی لو اب صاحب والی رام پور کو لکھ بھیج دی ہے اور ایک خط انگریزی مکتور آنج بھی حسب درخواست آپ کے لکھ کر ان کے پاس بھیج دیں گے میرٹھ سے تالپ گنگ ڈاک ہرکارہ کی معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب میرٹھ بٹھائی جاتی ہے بنور سے تا اس کنارہ آپ ہرکارہ معتبر اور خواہ مرد مسلح مقرر کر دیجئے اور حالات روزانہ اس نواح سے اطلاع دیتے رہئے اور واسطے عبور ہرکارہ کے ایک ڈوکی مقرر کر دیجئے حال لگا دینے توپ کا اپنے مکان پر بہ نسبت بھانجہ نواب ظالم جو آپ نے لکھا تھا سواہل ہند جنہوں نے توپ نہیں دیکھی توپ سے بہت ڈرتے ہیں مگر جب توپ نا واقف کے ہاتھ میں ہے تب وہ توپ ہتھیار نہیں جیسا لوگ خیال کرتے ہیں اگر یہ پٹھان لوگ اہل ہنود پر جو توپ لگادیں تو یہ تدبیر کرنی چاہئے کہ دود و آدمی چاروں طرف پھیل جاؤ اور بیچ میں فاصلہ سو سو قدم کا چھوڑ دو اور چاروں طرف سے ایک ہی وقت گو لہ اندازوں پر حملہ کرو جب وہ توپ چلا چکیں جب توپ پچاس قدم رہ جاوے تب گویا تمہارے ہاتھ لگ گئی سمجھو مگر جو بھیٹر کی مثال خوشنک ہو کر ایک ہی جگہ کھڑے ہو جاؤ گے تو تمہارا نقصان عظیم ہو گا ورنہ توپ کچھ خاک بھی نہیں کر سکتی اور کھوڑے ہی دن کی بات ہے کہ ایک کمپنی گوریوں نے آٹھ ضرب توپ کلاں ندی ہینڈن پر تلنگوں سے چھین لی تم بھی اسی طرح عمل میں لاتے رہو تحریر چودھویں اگست ۱۸۵۶ء

بعض کلمات جناب سترولسن صاحب بہادر جو ضامن مدوح نے

سید احمد خاں کی نسبت فرمائے

میں نہایت متامل ہوتا ہوں اس اگلی بات بیان کئے سے کہ میں اپنی نسبت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۰)

گنگا کے کنارے ضلع مظفر نگر کا ایک قصبہ۔ یہاں انگریز حکام مقیم رہے اور یہیں سے خط و کتابت کرتے رہے۔



۴۸: آپ لکھتا ہوں کہ درحقیقت میں خود نہیں لکھتا بلکہ اپنے آقا کی بات بیان کرتا ہوں اور پھر مجھ کو نہایت خوشی ہوتی ہے کہ گو میرے آقا نے میری نسبت بات کہی ہو میں کیوں نہ اس کو کہوں اور کس لئے نہ لکھوں کہ اپنے آقا کی بات سے خوش ہونا اور اس کو بیان کر کر اپنا فخر کرنا تو کر کا کام ہے یعنی حب میں میرٹھ آیا اور بیماری نے مجھ کو کمال ستایا تو میرے آقا مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر دام اقبالہ صاحب جج اور اسپیشل کمشنر میری عزت بڑھانے کو مجھے دیکھنے آئے اور مجھ سے یہ بات کہی کہ تم ایسے نمک حلال تو کر ہو کہ تم نے اس نازک وقت میں بھی سرکار کا ساتھ نہیں چھوڑا اور باوجود بیکہ بھجور کے ضلع میں ہندو اور مسلمان میں کمال عداوت تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی حکومت کو مقابلہ کر کے اٹھایا تھا اور جب ہم نے تم کو اور محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر کو ضلع سپرد کرنا چاہا تو تمہاری نیک خصلت اور اچھے چلن اور نہایت طرف داری سرکار کے سب تمام ہندوؤں نے جو بڑے رئیس اور ضلع میں نامی چودھری تھے سب نے کمال خوشی اور نہایت آرزو سے تم مسلمانوں کا اپنے پر حاکم بنا قبول کیا بلکہ درخواست کی کہ تم ہی سب ہندوؤں پر ضلع میں حاکم بنائے جاؤ اور سرکار نے بھی ایسے وقت میں تم کو اپنا خیر خواہ اور نمک حلال تو کر جان کر کمال اعتماد سے سارے ضلع کی حکومت تم کو سپرد کی اور تم اُسی طرح وفادار اور نمک حلال تو کر سرکار کے رہے اس کے صلہ میں اگر تمہاری ایک تصویر بنا کر پشت ہاشت کی یادگاری اور تمہاری اولاد کی عزت اور فخر کو رکھی جاوے تو بھی کم ہے میں اپنے آقا کا کمال شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ پر ایسی مہربانی کی اور میری قدردانی کی خدا ان کو سلامت رکھے آمین۔

## ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کا بجنور میں آنا اور ضلع کا انتظام

اٹھانا اور سرکار کے نام سے منادی کا کرنا  
غرض کہ جب یہ حکم ہمارے نام پہنچا تو ہم نے اس کی اطاعت کرنی اپنی کمالات سمجھی اور میں اور محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر ہلدور سے بجنور میں آئے اور انتظام ضلع اپنے ہاتھ میں لیا اور اشتہارات عمل داری سرکار دولت مدار کے جاری کئے اور تمام ضلع میں سرکار کمپنی انگریز بہادر کے نام سے منادی پٹوائی اور رو بکاری اٹھالینے انتظام کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں بجنور حکام روانہ کی۔

## رو بکاری باطلاع شروع کرنے انتظام ضلع کے

۶۹ ص

رو بکاری کچہری فوجداری ضلع بجنور بہ اجلاس محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ و سید احمد خان صدر امین منتظمان ضلع بجنور واقعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۷ء -

احکام جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب صاحب ججٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور مورخہ ۱۳ اگست سنہ ۱۸۵۷ء ہمارے نام پندرہویں اگست سنہ حال کہ وقت شام اس ارشاد سے پہنچے کہ ڈپٹی کلکٹر و صدر امین باہم متفق ہو کر تشریف آوری حکام انگریزی کے انتظام ضلع بجنور کا کریں چنانچہ بہ مجر د پہنچے احکام سرکار کے ہم لوگ بمقام بجنور حاضر ہوئے اور چودھری زندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری



پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بھی بمقام بجنور موجود ہیں چنانچہ ہم باعانت رئیسان مذکور  
اور رئیسان بجنور انتظام ضلع میں مصروف ہوئے اور احکامات اور اشتہارات مناسب  
جاری کئے اور جہاں جہاں کہ لوگ واسطے مفسدہ کے جمع تھے ان کو متفرق کرنے کی  
تدبیر کی گئی لہذا

حکم ہوا کہ

نقل اس رو بکاری کی بہ حضور جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب  
جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب صاحب ججٹ محبٹرٹ بہادر ضلع بجنور کے بھی جانے

سرکاری اسباب جوت گیا تھا اس میں سے تھوڑے سے کا  
برآمد ہونا

بعد اس کے ہم نے بجنور میں ایک اور منادی پٹوالی کہ جس شخص نے اسباب  
سرکاری اور صاحبان انگریز کا اس ہنگامہ میں لوٹ لیا ہے وہ دے جاوے یا کسی  
مقام پر خفیہ رکھ جاوے اگر ایسا نہ کرے گا یا اسباب کو ضائع اور تلف کرے گا تو  
مجرم ٹھہرایا جاوے گا اس منادی پر بہت سی کتابیں دفتر کی اور بہت سا کاغذ  
اسٹامپ اور چند کتابیں سروریری نقشہ جات کی اور رجسٹری دستاویزات  
اور قوانین کی دستیاب ہوئیں اور کچھری تحصیل میں جمع کی گئیں ہری سنگھ  
امین بٹوارہ نے اس اسباب کے جمع کرنے اور سروریری نقشہ جات کی کتابوں  
کے ہم پہنچانے میں نہایت سعی اور کوشش کی اور چودھری نین سنگھ رئیس بجنور  
من نے جس قدر کتابیں جمع کی تھیں انھوں نے بھی تحصیل میں بھیج دیں اور اسی طرح  
اور بہت سا اسباب نکلنے کی توقع تھی مگر افسوس کہ تقدیر سے ہمارا ارادہ  
پورا نہ ہو سکا۔

## رائے سید احمد خاں کی نسبت الفاظ منادی

جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری رائے یہ تھی کہ پرانے لفظ منادی کے یعنی "خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم کہنی صاحب بہادر کا بدلے جاویں اور بجائے ملک بادشاہ کا (کی) پکارا جاوے کہ "ملک ملکہ معظمہ و کثور یا شاہ لندن کا" کیونکہ منادی میں ایسے الفاظ چاہیں کہ جن سے عوام الناس بغیر شک کے یہ بات سمجھے کہ درحقیقت ملک کس کا ہے اور ہمارا بادشاہ کون ہے اور ہم کس کی رعیت ہیں۔ لیکن بلا اجازت حکام صرف اپنی رائے سے اس دستور قدیم کو بدلنا مناسب نہ جانا اور اس باب میں ایک خاص رائے دینی دوسرے وقت پر موقوف رکھی۔

جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کامیران پور میں مقیم ہوتا  
جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر نے ضلع کے حال پر کمال توجہ فرمائی اور  
خود میران پور میں مقیم ہوئے تاکہ روزمرہ کا حال صاحب کو معلوم ہوتا رہے اور ہر  
طرح ہماری تسلی اور تشفی رہے چنانچہ علاوہ اس رو بکاری کے جس کا ذکر اوپر لکھا  
سولہویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک رپورٹ حالات ضلع کی بہ حضور صاحب  
مدد و روح روانہ کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں

## نقل رپورٹ حالات ضلع مرقومہ ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر  
این مغلان ضلع بجنور بنام مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ مرقومہ



۱۴ اگست سنہ ۱۸۵۷ء حال اس ضلع کا یہ ہے کہ سوائے پرگنہ نجیب آباد کے اور سب طرف امن ہے قصبہ نہٹورا اور سیوہارہ اور مین اور نگینہ میں کچھ لوگ بہ ارادہ مفسدہ جمع ہوئے تھے ان کے متفرق کرنے کی تدبیریں کی گئی ہیں غالب ہے کہ متفرق ہو گئے ہوں یا شام صبح ہو جاویں چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تانچ پور مع جمعیت مناسب بجنور میں موجود ہیں اور انتظام ضلع میں مع رئیسان بجنور ہر طرح کی مدد دیتے ہیں حال نجیب آباد کا یہ ہے کہ سنا جاتا ہے کہ نواب محمود پاشا کے پاس قریب پانچ ہزار کی جمعیت اور ایک توپ برنجی نو تیار ان کے پاس موجود ہے اور نجیب آباد میں ایک توپ اور تیار کروائی ہے اور جس قدر دیہات قرب وجوار نجیب آباد کے ہیں ان کو لوٹتے ہیں اور جلاتے ہیں ہماری دانست

۱۵ سیوہارہ پرگنہ صدر مقام ہے۔ ۱۲۔ ۲۹ ش اور ۳۵۔ ۴۸ مشرقی پر بجنور سے ۳۴ میل دور اونچی سطح پر واقع ہے تلوں کی بستی ہے (بجنور گز میٹر ص ۲۹۹ ویں ۳۰۰) ڈپٹی صاحب نے جن مجاہدین آزادی کے لئے بہ ارادہ مفسدہ لکھا ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے: ”شاء بھولن سیوہاروی کے بارے میں لکھا ہے۔ شہر کے انقلاب میں آپ کا لنگہ خانہ تمام غریبوں اور مسافروں اور فقر و فاقہ کے ہاتھوں پریشان لوگوں کے لئے کھلا ہوا تھا۔ سب آتے تھے اور کھاتے تھے۔ ان کو انگریزوں نے اسی الزام میں گرفتار کیا کہ دشمنوں کی مدارت کرتے تھے چنانچہ گرفتار کر کے ان کو انڈمان بھیج دیا گیا۔ وہیں ۲ ربیع الاول ۱۲۴۶ھ کو رحمت حق سے واصل ہو گئے۔ (علماء کاشان دارماضی جلد ۲ ص ۴۴۵ و ص ۴۴۶) ان کے حالات انوار العارفین فارسی مؤلفہ مطبع صدیقی بریلی میں بھی ملتے ہیں۔

میں جس قدر سرکاری فوج آنے میں توقف ہوگا اسی قدر ان کے پاس جمعیت زیادہ ہوتی جاوے گی اور اگر سرکاری فوج جلد تر اس ضلع میں آجاوے گی تو فی الفور ان کی جمعیت منتشر ہو جاوے گی حال جاری ہونے ڈاک کا یہ ہے کہ جناب صاحب کسٹز بہادر میرٹھا اور جناب صاحب بیج بہادر مراد آباد نے یہ حکم بھیجا ہے کہ ڈاک سابق جاری کی جاوے یعنی راؤلی سے مظفر نگر تو اس کے اجراء کی تدبیر ہو رہی ہے اور حضور جو چاہتے ہیں کہ روزانہ خبر حضور کو بمقام جولی یا میراٹھ پور پہنچے تو اس کام کے لئے ضرور ہے کہ بذریعہ سوار ہر روز یہاں کے حالات حضور میں روانہ ہوا کریں کیونکہ مظفر نگر کی ڈاک جاری ہونے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا اس واسطے مظفر نگر کی ڈاک بھی بدستور سابق جاری کریں گے اور حضور کے پاس جداگانہ معرفت سوار کی یا ہر کارہ کی روزانہ حالات یہاں کے روانہ کیا کریں گے

سترھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک اوڈر پوٹ روئداد ضلع کی بہ حضور جناب مسٹر جارج پامرٹھ صاحب بہادر کے روانہ کی اس کی نقل بھی بعینہ مندرج کرتے ہیں۔

۱۵ چھوٹا سا قصبہ مظفر نگر سے میرٹھا اور کھتولی سے بجنور براستہ دھرم پورہ گھاٹا جانے والی سڑک پر جنگشن پر لیا ہوا ہے۔ مظفر نگر سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے (غدر) کے زمانہ میں مسٹر پامرٹھ یہاں ۱۸۵۷ء کے آخر تک رہے۔ ۴ فروری ۱۸۵۸ء کو اغدر کے ہاغیوں نے اس پر حملہ کیا۔ اسٹیشن کو جلادیا اور تین آدمی مار ڈالے۔ میراٹھ پور سے جو خط و کتابت انگریز حکام نے کی وہ اس کتاب میں درج ہے (گزٹیر مظفر نگر صف ۲۹۱ تا صف ۲۹۵)



# نقل رپورٹ ثانی متضمن روند ضلع مرقومہ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر این منتظان  
ضلع بجنور مورخہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

اس وقت تک حال ضلع بجنور کا بدستور ہے کوئی بات نئی نہیں ہوئی  
مگر کئی باتیں قابلِ عرص کے ہیں حضور ان کو بعد غور ملاحظہ فرماویں اور مفصل  
اس کے جواب سے مطلع کریں اول یہ کہ نواب محمود خاں باوجود ان سب  
باقوں کے جو وقوع میں آئیں تدبیر جمع کرنے آدمیوں اور درستی توپوں میں  
مصروف ہے جس قدر حضور کے آنے میں توقف اور تاخیر ہوگی وہ سامان —  
درست کرتا جاوے گا دوسرے یہ کہ اس ضلع کے رئیسوں کے پاس کچھ فوج ملازم  
نہیں ہے بلکہ سب زمیندار اور آپس کی برادری وقت پر جمع ہو جاتی ہے اس  
صورت میں ایک مدت دراز تک جمع رہنا ان لوگوں کا غیر ممکن ہے علاوہ اس  
کے اگر وہ لوگ جمع بھی رہیں تو اخراجات خوراک روزمرہ ان کا اس قدر پڑتا  
ہے کہ کوئی رئیس متحمل نہیں ہو سکتا اور سوائے اس کے کارخانہ کشمکاری  
کاشت کشمکاری بالکل تباہ اور برباد اور مسدود ہوا جاتا ہے انجام کو یہ نقصان  
سرکار ہی پر عاید ہوگا اور باعث بربادی زمینداروں کا ہوگا اس صورت میں  
جلد تر آنا حکام کا اور فوج سرکاری کا اس ضلع میں ضرور ہے تیسرے یہ کہ حضور  
حکام والا مقام سے جو انتظام اس ضلع کا تشریف آوری حکام انگریزی ہم ملازمان  
سرکاری کی سپرد ہوا ہے تو ہم لوگ باعانت رئیسان اس ضلع کے انتظام میں  
مصروف ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر جمعیت ان لوگوں رئیسوں کی متفرق ہو جائے گی

تو کسی طرح انتظام ضلع کا ممکن نہ ہو گا کیونکہ ہم لوگوں کے پاس کچھ جمعیت فوج وغیرہ کی جس سے انتظام ضلع کا کیا جاوے نہیں ہے اور جس قدر برتنہ دار اور چیرا سی تھا نہ جات پر متعین تھے اُن میں سے اکثر غیر حاضر ہو گئے ہیں اور معہذا صرف اُن لوگوں سے ایسے وقت میں انتظام ضلع کا ممکن نہیں چوتھے یہ کہ اگر اس ضلع میں اندیشہ نواب محمود خاں کی یورش کا نہ ہوتا تو چنداں مشکل مدباب انتظام ضلع کے نہ ہوتی۔ ایسی حالت میں جس قدر جلد ممکن ہو سرکاری فوج کا آنا چاہئے ورنہ کوئی صورت انتظام ضلع کے قائم رہنے کی معلوم نہیں ہوتی اور نواب محمود خاں پاس روپیہ اور سامان سرکاری جو لے گیا ہے بہت ہے اس سبب سے اس کو فوج رکھنے میں کچھ تامل اور دریغ نہیں ہے۔ پانچویں یہ کہ حضور جو یہ ارقام فرماتے ہیں کہ ہم میران پور میں صرف اس واسطے مقیم ہیں کہ ہر روز (دردنہ) خبر ضلع بجنور کی حضور پاس پہنچتی رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی تشریف آوری اس ضلع میں چند روز توقف ہو گا۔ در صورت توقف بالکل بربادی ضلع اور برہی انتظام مقصود ہے۔ اس واسطے امیدوار ہیں کہ حضور متعین تاریخ ارقام فرمائیں کہ حضور کس تاریخ اس ضلع میں تشریف لادیں گے تاکہ بلحاظ اس کے انتظام جمع رہنے جمعیت کا کیا جاوے۔

جس قدر ہم تاکید واسطے آنے فوج سرکاری کے جناب جارج پامر صاحب بہادر کو لکھتے تھے اس سے زیادہ صاحب موصوف بدلتا اس میں کوشش کر رہے ہیں۔ پھر ہنوز جواب اس رپورٹ کا جو گورنمنٹ میں روانہ ہوئی تھی نہیں آیا تھا۔ اس سبب سے صاحب ممدوح کوئی تاریخ درباب بھیجنے فوج کے ضلع میں اور کوئی دن اپنی تشریف آوری کا مقرر نہیں فرما سکتے تھے۔ الاہر طرح سے تشفی ہم لوگوں کی اور تسلی رئیسوں کی فرماتے تھے اور نہایت دانا فی سے ایسی تدبیریں



میں مشغول رہتے تھے کہ جس سے عوام الناس کی خاطر جمع رہے اور وہ جانیں کہ بہت جلد سرکاری فوج آنے والی ہے۔

## بجنور سے براہ میران پور میرٹھ تک نئی ڈاک کا بیٹھنا

در باب انتظام اور اجرائے ڈاک کے ہم نے بہت کوشش کی اور روکاری ضلع مظفرنگر میں واسطے بندوبست ہر کاروں کے گھاٹ روالی تک روانہ کی اور ایک نئی ڈاک بجنور سے میران پور ہوتی ہوئی میرٹھ تک بٹھانی تجویز کی اور بالوکنج لال ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کو جو نواب کے ظلم سے ڈاک خانہ سے اٹھایا گیا تھا، بلا کر ڈاک خانہ میں بٹھا دیا اور دوسرے کے بمقام بجنور اور ہر گاہ بمقام گھاٹ دارانگہ متعین کئے کہ دارانگہ کے ہر کاروں کی آمد و رفت دھرم پور تک ہوتی تھی اور دھرم پور سے مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر نے انتظام چوکیات ہر کاروں کا کر لیا تھا چنانچہ یہ سب انتظام بخوبی ہو گیا تھا اور ڈاک جاری ہو گئی تھی اور سترھویں اگست ۱۸۵۷ء کو ہم نے رپورٹ تھیں اور جاری ہونے ڈاک کی بخدمت جناب ممدوح روانہ کی۔

## پنڈت رادھا کشن کا بجنور جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر

بمقام میران پور جانا اور چودھریوں کا بمقام دھرم پور ملازمت کرنا پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے یہ تجویز کی کہ وہ خود میران پور میں جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر پاس جائیں اور تمام حالات ضلع کے ذبانی عرض کریں اور اگر ممکن ہو تو چودھریوں کی صاحب ممدوح سے بھی ملاقات کر وائیں کہ اس میں صاحب ممدوح کو بھی بخوبی حالات ضلع سے اطلاع ہوگی اور چودھریوں کو بھی اور نیز سب لوگوں کو زیادہ تر طمانیت رہے گی۔ چنانچہ سترھویں تاریخ کو

پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر ایک آدمی اپنا اور ایک سوار چو دھری پرتاپ سنگھ  
 رئیس تاجپور کالے کہ روانہ ہوئے اور میران پور میں صاحب ممدوح کی ملازمت  
 حاصل کی اور تمام حالات صلیح زبانی عرض کئے اور بمقام دہرم پورہ جو کنارہ گنگ  
 پر ہے چو دھریوں کی ملازمت ٹھہرائی اور چو دھریوں کو بلایا چنانچہ چو دھری پرتاپ سنگھ  
 سنگھ رئیس تاجپور اور چو دھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدوار اور چو دھری نین سنگھ  
 رئیس بجنور دہرم پورہ میں گئے اور چو دھری جو دھ سنگھ جو پہلے پار گئے ہوئے  
 تھے وہ بھی آ شامل ہوئے اور ۱۸ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو صاحب ممدوح کی ملازمت  
 کی۔ صاحب ممدوح نے سب کی تسلی اور تشفی فرمائی۔ اتنے میں غلغلہ پڑا کہ نواب  
 بجنور پر چڑھ آیا اور یہ غلط خبر دہرم پورہ میں پہنچی۔ چو دھری صاحبوں کا اس  
 خبر کے سننے سے رنگ فق ہو گیا اور نہایت اضطراب کی حرکتیں کرنے لگے اور ہوش  
 جلتے رہے مگر چو دھری رندھیر سنگھ کا استقلال بدستور رہا اور وہ بخوبی ارادہ دانی  
 سے صاحب ممدوح سے مصلحت کرتے رہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو کیا کیا جاوے۔ مگر  
 درحقیقت یہ خبر غلط تھی۔ غرض کہ صاحب ممدوح نے بعد بات چیت کے سب کو  
 رخصت کیا اور اسی تاریخ یہ سب لوگ مع پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کے بجنور  
 میں واپس آئے۔

## دیہات قرب جوار نجیب آباد کا پھونکا جانا

! ایں ہمہ احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اپنی بد نیتی اور فساد انگیزی سے  
 باز نہیں آتے تھے اور ہندوؤں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ اور دیہات  
 قرب جوار نجیب آباد کے لوٹنے اور بھونکنے میں مشغول تھے۔ چنانچہ شفیع اللہ خاں  
 نے موضع موسیٰ پور کو جلا دیا تھا اور ماڑے اور عبداللہ خاں نے جس کو نواب نے



تحصیلہ ارگینہ بمعزولی مولوی قادر علی تحصیل دار کے مقرر کیا تھا۔ وہ بہت حسن پورہ  
 وشفیع آباد کارولی و نرائن پور پٹی جاٹان کو کہ یہ سب گاوں مسکن جاٹان تھے لوٹ  
 لیا تھا اور بھونک دیا تھا اور میر جیون علی رئیس مہین بھی سنجیب آباد میں موجود تھا  
 اور ان کا شریک سمجھا جاتا تھا۔

## رپوٹ تیسری درباب طلب خطوط بنام بعض رئیسان

اس لئے ہم نے ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو بہ حضور سٹر جارج پامر صاحب بہادر  
 رپوٹ کی اور یہ درخواست کی کہ صاحب موصوف کی طرف سے جیون علی کے نام  
 خط جاری ہو کہ وہ شرکت سے باز آوے اور رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور

۱۵۔ یہ ساہن پور کے جاٹ خاندان سے تھے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ ناہر سنگھ  
 بتائے جاتے ہیں۔ یہ رم رائے پور (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ ان کے بیٹے بھونگ  
 نے ۱۶۰۰ء میں اپنا موروثی گھر چھوڑا اور دلی کے قریب بہادر گڑھ میں رہنے لگے۔ ان  
 کے لڑکے ٹھگ سنگھ پر جہاں گیر مہربان ہوا اور ۱۶۰۳ء میں ۶۶۰ گاوؤں کی ایک  
 جاگیر پر گنہ جلال آباد، کرت پور، منڈا اور میں مل گئی اور رائے صاحب کا خطاب عطا  
 ہوا۔ اس کے بعد ۱۶۰۷ء میں تانگل بسایا اور ۱۶۰۷ء میں ساہن پور کا قلعہ بنایا۔

ایک اور روایت ہے کہ جب ہمایوں نے سوریوں کو شکست دی تو جاٹ یہاں  
 آگئے اور جہانگیر سے خدمات کے صلہ میں یہ جاگیر حاصل کی جب کہ وہ ہر دواہر شکار  
 کھیلنے آتا تھا۔ جب بجنور برٹش سرکار کے قبضہ میں آیا تو یہ جاگیر انہیں کے پاس  
 رہی۔ اسی خاندان کے ایک فرد رائے جہاں سنگھ کے قتل (۱۸۲۸ء) کے بعد یہ  
 ریاست ان کے چھوٹے بھائی رائے ہمت کو ملی اور ۴۵ برس ان کے (باقی اگلے صفحہ پر)

کے نام بھی خط طلب کیا۔ اس مطلب سے کہ ان کا علاقہ متصل بنجیب آباد کے ہے وہ اس فساد کو روکیں اور مفتی محمد اسحق رئیس کمرت پور (کیرت پور) کے نام بھی خط مانگا۔ اس مقصد سے کہ وہاں سے کوئی تازہ فساد اٹھنے نہ پادے۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے ہماری رپورٹ کا جواب اور خطوط بنام رئیسان بھیجے وہ بجنیہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

## جواب رپورٹ کا پیشگاہ مسٹر جارج پامٹر صاحب بہاؤ سے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہاؤ درجنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور خان

صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب

ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین سلامت بعد سلام شوق واضح باد خط آپ کا مورخہ مردہ پہنچا۔ آپ اسی طرح سے روز روز حال وہاں کا ارقام فرماتے رہیں اور خط آپ کا برابر بذریعہ ڈاک بخدمت صاحب مکشتر بہاؤ میرٹھ اور نیز صاحب کلکٹر بہاؤ کہ آج خبر تشریف آوری صاحب موصوف

(بقایا حاشیہ ص ۱) پاس۔ ہی۔ ان کا انتقال ۱۸۷۳ء میں ہوا۔ امراد سنگھ ان کے بڑے بیٹے تھے ان کی وفات ۱۸۸۲ء میں ہوئی اور ریاست کورٹ آف وارڈس میں چلی گئی ۱۸۸۷ء میں واکزاشت ہوئی۔ ساہن پور ۱۶۰۵ء میں بسایا گیا تھا۔ اورنگزیب کے زمانے کی دوستی یہاں ہیں۔ ایک ماجرہ رام کی بیوہ رانی لکشمی کی ہے جو ۱۱۶۱ء میں میں بنی تھی۔ ایک پرانا کنواں ہے۔

(بجنور گریٹر ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۰ اور ص ۲۹۷ و ص ۲۹۸)



کی مقام میرٹھ پہنچی ہے بھیجا جاوے گا۔ حسب درخواست آپ کے دو قطعہ خطا موبوہ  
 ہائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پورا اور میر جیون علی رئیس مین کے آپ کی معرفت  
 بھیجے جاتے ہیں آپ خط نہ کور پاس رئیسان موصوف بہت جلد پہنچا دیں اور ہم  
 کو معلوم ہوا ہے کہ قبل آنے تمہارے خط سے ایک قطعہ خط بنام مفتی محمد اسحق  
 رئیس کرت پور کے روانہ کر دیا ہے اور امید ہے کہ تا آنے صاحب کلکٹر اور  
 اس مخلص کے نوبت سلج بازی کی نہ پہنچے مگر ہر طرح لازم ہے کہ بجنور میں بے انتظامی  
 نہ ہو اور چونکہ عشرہ محرم درپیش ہے یقین کہ آپ نے تدبیر انتظام اس کی کی  
 ہوگی اور آپ اطمینان رکھیں کہ صاحب کلکٹر اور ہم مع مدد کے جلد ارادہ تشریف  
 لانے کا ضلع میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہار و ضلع میرٹھ فوج کامل  
 جمع کرنے میں واسطے بندوبست ضلع کے ہر وقت مصروف ہیں اور ہزاروں  
 تدبیر کرتے ہیں مگر آپ کو بخوبی واضح ہے کہ بلا فوج کامل ہمارا آنا غیر مناسب ہوگا  
 مناسب کہ تھوڑے عرصہ تک بالاتفاق و اعانت رئیسان آپ انتظام رکھیں اور  
 بندوبست ہر کاران ڈاک کا بجنور سے میرٹھ تک بخوبی ہو گیا۔ نسبت جاری  
 ہونے آمد و رفت خطوط کے تدبیر فرمادیں جو کچھ یہاں کی خبر ہے اس چاپر منتظر  
 ہو جاوے تاکہ اسے بھی صفائی ہو اکی مقصور ہو اور جو کچھ آپ کی جانب سے  
 کوشش اور خیر خواہی سرکار میں ظاہر ہے بھولی نہ جاوے گی اور سب رئیسان پڑھیں  
 سے ہمارا سلام کہہ دیجئے۔ اس وقت شب بہت گذری اس باعث  
 سے خط علاحدہ نہیں لکھا گیا۔ ان کی ملاقات سے ہم کو بہت دل جمعی حاصل ہوئی  
 ہمیشہ حالات وہاں سے اطلاع فرماتے رہیں۔ تحریر یہ تاریخ ۱۹ اگست  
 سنہ ۱۸۵۷ عیسوی۔

## خط جناب جارج پامٹر صاحب بہادر کا بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور

نقل خط جناب جارج پامٹر صاحب بہادر بنام رائے ہمت سنگھ رئیس  
ساہن پور رائے صاحب مہربان دوستان سلامت بعد اشتیاق ملاقات  
فرحت آیات واضح باد جس روز کہ صاحب کلکٹر بہادر ضلع بجنور سے تشریف فرما  
ہوئے خزانہ سرکاری اور انتظام ضلع سپرد نواب محمود خاں کے کیا چند روز کا  
عرصہ ہوا کہ دریافت ہوا کہ مابین نواب صاحب اور چودھریان کے فساد بڑھ کر  
نوبت مقابلہ کی پہنچی اور نواب صاحب بجنور سے بجنوب آباد کو چلے گئے آپ  
کو واضح ہو دے کہ اس حالت میں صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے محمد رحمت  
خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ یہ امانت  
رئیسان ضلع انتظام ضلع کا تشریف آوری صاحبان ضلع کے کریں اس واسطے  
لازم ہے کہ آپ ہر طرح ان کو مدد دیں اور حکم ان کا مثل حکم سرکاری کے  
تصور کریں اور چونکہ بعض لوگوں سے دریافت ہوا کہ نواب صاحب ارادہ  
چڑھ آنے بجنور کار کھتے ہیں تم ایسی تدبیر کر دو کہ یہ مقابلہ نہ ہونے پادے ورنہ  
پھر بے انتظامی اور بربادی رہایا ہو جا دے گی اور ہمیشہ اپنے حال سے مطلع  
کرتے رہو۔ تحریر بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بنام میر جیون علی رئیس مین  
نقل خط جناب جارج پامٹر صاحب بہادر بنام میر جیون علی رئیس مین



میر صاحب مہربان دوستان سلامت بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد کہ  
 مابین نواب محمود خاں اور چودھریان تعلقہ داران قوم ہنود کے تکرار ہو کر نوبت  
 صلح بازی کی پہنچی خونریزی صلح سے سرکار کو نہایت افسوس ہے۔ آپ کو واضح ہو کہ  
 اس حالت میں چند روز سے صاحب کمشنر بہادر میرکھٹ نے محمد رحمت خاں ڈپٹی  
 کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ انتظام صلح تا تشریف آوری  
 صاحبان صلح کے کریں آپ اس تجویز سے مطلع رہیں اور واضح ہو دے کہ صاحبان  
 صلح مع فوج سرکاری واسطے بند و بست علاقہ کے ارادہ تشریف آوری کا بہت جلد  
 رکھتے ہیں لہذا آپ کو ہر طرح لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں انتظام اچھی طرح رکھو  
 کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہ پہنچے اور فساد نہ ہونے پاوے چونکہ تم رئیس ہودقت  
 تحقیقات ذمہ دار سرکار کے منظور ہو گے۔ تحریر بہ تاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۴ء  
 یہ سب خط ہم نے رئیسوں مذکورہ بالا کے پاس بھیج دیئے اور اس بات کی  
 رپورٹ بیسویں اگست سنہ ۱۸۵۴ء کو بہ حضور جناب جارج پامٹر صاحب بہادر جنٹ  
 مجسٹریٹ بمقام میران پور روانہ کر دی۔

## تذہیر انتظام عشرہ محرم

اور واسطے انتظام عشرہ محرم کے جو اشتہارات کہ عہد تسلط سرکار و دولت مدار میں  
 جاری ہوتے تھے وہ جاری کئے اور ہر طرح کا بند و بست مناسب کیا کہ عشرہ محرم کی  
 بابت کسی طرح کا فساد نہ ہونے پاوے۔

دنا، محمود خاں کا بحضور جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر خط کا بھیجنا

جبکہ دنا، محمود خاں کو یہ خبر پہنچی کہ جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب جنٹ

مجسٹریٹ بہادر بمقام میران پور مقیم ہیں اور خط و کتابت چودھری صاحبوں سے  
 برابر جاری ہے تو اس نے بھی ایک خط بنام صاحب ممدوح متقنن زیادتی چودھری  
 صاحبان اور ہشکایت اس بات کے کہ مجھ کو چودھری صاحبوں نے مقابلہ کر کے  
 اکٹھا دیا اور تمام ضلع میں بد انتظامی کر دی۔ چودھریوں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو روانہ  
 کیا تھا جبکہ وہ خط صاحب ممدوح کے ملاحظہ میں گذرنا تو افریقہ میں اگست کو  
 صاحب موصوف نے اس کا جواب ارقام فرمایا کہ نقل اس کی اس مقام پر لکھی  
 جاتی ہے۔

## خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام ناظم محوڈ خاں در جواب اس کے خط کے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام ناظم محوڈ خاں در جواب  
 اس کے خط کے۔ نواب صاحب مشفق مہربان خالصان محمد محوڈ خاں صاحب زاد عثمانیہ  
 بعد شوق ملاقات کہ یہ بدرجہ غایت ہے واضح خاطر خطیر باد خط آپ کا ہر سلسلہ چودھریوں  
 اگست سنہ ۱۸۵۷ء آج ہمارے پاس پہنچا مضمون اس کا معلوم ہوا چنانچہ بجانبہ  
 خط کو پاس کلکٹر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے بمقام میرٹھ روانہ کیا گیا اور قبل  
 اس کے از پہنچنے خط آپ کے سرکار کو معلوم ہوا کہ آپ کے ملازمان اور تعلقہ داران چودھریوں  
 کے بیچ میں بمقام شیر کوٹ و بجنور کے مقابلہ ہوا اور ہونے فساد اور اجرائے  
 خون علاقہ میں سرکار کو بڑا افسوس ہے۔ چنانچہ واسطے انتظام ضلع کے صاحب  
 کمشنر بہادر نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد  
 فرمایا اور آپ اس بات کو مطلع ہوویں اور واضح ہو کہ صاحبان مع جمعیت فوج



کامل کے بہت جلد تشریف لادیں گے اور وقت تشریف آوری کے سارے حال کی دونوں طرف سے تحقیق ہو جاوے گی۔ آپ کو لازم ہے کہ تا تشریف آوری صاحبان کے آپ ہر طرح کے ملازمان کو مقابلہ سے باز رکھئے اور مکرر آپ کو لکھا جاتا ہے کہ ورد دفعہ خط صاحب کمشنر بہادر معرفت تحصیل دار مظفرنگر پاس آپ کے بھیجا گیا دونوں دفعہ ڈاک سے واپس آیا اب پاس آپ کے بھیجا جاتا ہے۔ والسلام۔  
بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

یہ خط جناب کمشنر بہادر کا جس کا اس میں ذکر ہے مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کا تھا اور اس خط میں صاحب کمشنر بہادر نے نواب محمود خاں کو نصائح اجمہدار قلم فرمائے تھے اور خونریزی اور مقابلہ اور ظلم سے اور طلب باقی پاس قدر زیادتی سے منع فرمایا تھا اور جو حال نانا راؤ دھوندھو پنت مرہٹہ کا

۱۵ آخری پیشوا باجی راؤ ثانی کو ۱۸۱۷ء میں کمپنی کی حکومت نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ ویکر بٹھور (کان پور کے نزدیک) میں رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو تین بچوں کو متبنی کیا۔ ان میں سے نانا راؤ کے لئے نصیحت کی کہ میرے بعد ”مکھ پر دھان“ اس کو کیا جائے۔ ۱۸۵۱ء میں باجی راؤ مرانا کی عمر ۲۷ برس کی تھی۔ تیس لاکھ سرمایہ باجی راؤ نے چھوڑا تھا۔ نانا بھی باجی راؤ کی طرح انگریز حکام کے گردیدہ تھے۔ باوجودیکہ باجی راؤ نے انگریزوں کی افغان اور سکھوں کے مقابلہ میں مدد کی تھی۔ کمپنی کی حکومت نے نانا کو پنشن سے محروم کر دیا۔ نانا نے عرضداشت بھیجی مگر وہ بے اثر رہی۔ آخر شہ عظیم اللہ خاں، بالا صاحب، محمد علی خاں جیمی گرین پرستل و فدلندن بھیجا لیکن کمپنی کے ڈائریکٹروں نے ان کو صاف جواب دیدیا۔ عظیم اللہ خاں نے واپس آکر ملک میں (باقی اگلے صفحہ پر)

بسبب عدول حکمی اور عدم بجا آوری احکام سرکار ہوا تھا وہ کبھی لکھا تھا اور بخوبی سمجھا دیا تھا کہ جو لوگ بہ اطاعت سرکار کام انجام کریں گے وہ فائدہ مند اور جو اس کے برخلاف کریں گے ذلیل و خوار و سزا یاب ہوں گے۔

## مشورہ در باب یورش نجیب آباد

اگرچہ یہ سب تدبیریں ہو رہی تھیں مگر نامحمود خاں کی طرف سے خاطر جمع نہ تھی اور چودھری صاحبوں کو تردد تھا کہ درباب معاملہ چڑھائی نجیب آباد کیا کیا جاوے اور ہمارے ساتھی پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے اس کا حال جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر کو لکھا تھا۔ در جواب اس کے دو قطعہ چٹھیا صاحب ممدوح کی ہمارے پاس آئیں کہ بحسنہ ان کو اس مقام پر لکھتے ہیں۔

(بقایا حاشیہ ص ۲۰۵) حریت کی روح پھونکی رہنا پختہ ناماؤ بھی ان ہی کے اثر سے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں شریک ہوئے۔ کان پور، لکھنؤ، بریلی اور شاہجہاں پور میں مقابلہ کرتے رہے۔ آخر کار نیپال کی طرف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔  
(سرکشی بجنور ص ۲۰۵ مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق)



Meeranpore,

ص ۴۹

August 19th, 1857.

My Dear Radha Kishen,

I send by this post two letters to the Chowdries from the Commissioner. Explain to them that the difficulty regarding the troops arises from certain orders issued by the General Commanding at Delhi, irrespective of Bijnore, and that it is strongly hoped by the Commissioner, as well as myself, they will be so far overlooked by Sir John Lawrence, the Chief Commissioner of the Punjab, as to enable us to re-occupy Bijnore shortly. I enclose you a note from Mr. Wilson which I had last night, it may assure them at all events that neither he, the Commissioner, or myself are sparing any pains to come to their aid. I have written to the Rais of Keerutpore, telling him to take care and not aid disturbers of the peace. With regard to Nujeebabad, which you said they did not like to attack without orders from Government, they should use discretion. Of course now the Government looks to their aid

۲۱-

for the preservation of order in the district, and untill a force is sent to do so, they are perfectly free to attack that place; or, to do anything that they may think really necessary to maintain order. But, if possible it would be better to wait a day or so, till they have more certainty regarding our return, and also I should think that it would be in itself a very hazardous undertaking.

Your's truly,

(Signed) **GEORGE PALMER,**  
Junior.

**P.S.—They should be prepared for the Mohurrum tomorrow.**



Meeranpoore,

۱۹  
19th August, 1858.

My Dear Radha Kishen,

I have received a letter from the Nuwab at Nujeebabad and replied to it. Tell the Talookadars on no account to let their people stop mine by the way. The purport of my letter was to warn him against fighting with them, or anywhere else. Tell them therefore that, if he is disposed to keep to his own place at Nujeebabad, and leave them alone, that they had better do the same by him. I sincerely trust there will be no more fighting till we come. Mr. Shakespear has arrived in Meerut; a Regiment of Sikhs is to be at Mozuffernuggur today; I hope we shall get the number we want from them, but this depends on the military authorities. I sent

۱۹ اصل مطبوعہ نسخہ میں ۱۸۵۸ء ہی چھپا ہے جب کہ صحیح ۱۸۵۷ء ہے۔ جیسا کہ  
اردو ترجمہ میں ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء دیا گیا ہے۔

letters to you, and to the Rueeces and to Mahomed Rehmud Khan and the Sudder Ameen by Sowar this morning. I send you an extract from a letter from Mr. Muir at Agra, with recent news. Translate it to them. I send bits of news from last papers.

Truly your's,

(Sd.) GEORGE PALMER, Junior.

P.S.—Your letter has arrived—come to me tomorrow. The Raieses had better wait a day or so before going to Nujeebabad: unless the Nuwab comes out to fight them. They will probably get orders on the subject from the Commissioner the day after tomorrow.

---



## چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر منسٹر پبلیک ورکس

ترجمہ چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر  
میسر پاس خط نواب کا بنجیب آباد سے آیا اور میں نے اس کا جواب بھی لکھا ہے۔  
تعلقہ واردوں سے کہہ دو کہ اپنے لوگوں سے کہیں کہ وہ رستہ میں نہ پھاڑا جاوے  
مضمون میرے خط کا یہ تھا کہ میں نے نواب کو لکھ بھیجا ہے کہ اور جگہ رئیسوں سے  
نہ لڑے کہہ دو ان سے کہ وہ اگر اپنا مقام بنجیب آباد میں رکھے ان کو اکیلا چھوڑ دے  
تو ان کو بھی ایسا ہی ان کی نسبت کرنا چاہئے۔ میں دل سے بھر دسا کرتا ہوں کہ  
جب تک ہم آویں گے کوئی اور لڑائی نہ ہوگی۔ مسٹر شکیر صاحب بہادر میرٹھ  
میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک رجمنٹ سکھ کی آج مظفرنگر میں پہنچنے والی ہے۔ کچھ  
آدمی اس میں سے مجھ کو ملیں گے مگر یہ امر موقوف افسران فوج پر ہے میں نے  
خطوط تمہارے پاس اور ڈپٹی محمد رحمت خاں صاحب اور صدر امین صاحب اور رئیسوں  
پاس بذریعہ سوار آج کی صبح کو بھیجے ہیں تمہارے پاس کچھ حال چٹھی میسر صاحب آمدہ  
اگرہ مع اخبار کے اخبار تازہ سے منتخب کر کے بھیجتا ہوں اس کا ترجمہ کر کے سب  
کو سنا دو۔ بہتر کہ تم میرے پاس کل تک چلے آؤ اور رئیسوں کو مناسب ہے کہ دو ایک  
من ۳ روز کا توقف بنجیب آباد کے جانے میں کریں جب تک نواب ہی ان سے لڑنے  
کو نہ چلا آوے۔ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

## دوسری چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب کی بنا اپنڈت رادھا کشن

ترجمہ چٹھی جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر

بذریعہ اس ڈاک کے دو چٹھی کمشنر صاحب کی بنام چودھریوں کے بھیجی ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ فوج مہیا کرنے میں مشکل بابت خاص حکم کمان افسر دہلی کے پیدا ہوئی ہے اور صاحب کمشنر نے اد میں نے اس باب میں بہت سا لکھا ہے غالب ہے کہ برخلاف حکم افسر کے سر جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر پنجاب تعمیل کریں اور قابل کریں ہم کو کہ ہم پھر بجنور کو عنقریب چلے جاویں۔ میں ملفوف کرتا ہوں ایک چٹھی مسٹر ڈلسن صاحب بہادر کی جو میرے پاس شب گذشتہ کو آئی تھی اس سے یقین آ جاوے گا کہ میں اور کمشنر کمال کوشش کر رہے ہیں تاکہ بجنور میں پہنچ کر چودھریوں کی مدد کریں۔ میں نے رئیسان کیرت پور کو لکھ بھیجا ہے کہ وہ کسی طرح مدد مفسدین کی نہ کریں بہ لحاظ سنجیب آباد کے جو تم اپنی چٹھی میں لکھتے ہو کہ رئیس بغیر حکم سرکار کے حملہ کرنا نہیں چاہتے ان کو ہوشیاری کام میں لانا چاہئے بالفعل بیشک سرکار ان کی مدد واسطے قائم رکھنے انتظام ضلع کے تادقت پہنچنے فوج کے چاہتی ہے۔ اس لئے وہ بالکل مختار ہیں چاہیں حملہ کریں یا جو کچھ واقعی ان کو ضرور واسطے رکھتے انتظام کے معلوم ہو لیکن اگر ممکن ہو تو بہتر ہے کہ وہ انتظار ایک دو روز کا کریں تا وقتیکہ سنجو بی حال ہماری مراجعت کا معلوم ہو اور میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ کام خود بھی بہت جو کھوں کا ہے۔ ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء۔

## رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد نگینہ کا حال

اب اس مقام پر ہم کو مختصر حال نگینہ کا لکھنا مناسب ہے کہ ہلدور سے رام دیال سنگھ کے روانہ ہونے سے پہلے بد معاشان نگینہ نے موضع نند پور کو لوٹ لیا تھا۔ اس لئے رام دیال سنگھ موضع پھول سندھ میں کھڑ گیا اور



میرزا اب علی نگینہ چلے گئے دوسرے دن رام دیاں سنگھ کا لاکھڑی میں آیا جو  
نگینہ سے دکھن کی طرف دو میل ہے اور وہاں سے نگینہ والوں سے گفتگو صفائی کی  
مشروع کی۔ بلاشبہ نتھو خاں اور میتھو خاں ملازمان نواب کو اتارا رام دیاں  
ص ۸۲ : سنگھ کا نگینہ میں ناگوار تھا۔

## رام دیاں سنگھ کا پورینی میں لام باندھنا

اس لئے رام دیاں سنگھ موضع پورینی میں چلا گیا جو نگینہ سے پورب کی  
طرف تین میل ہے اور وہاں رام دیاں سنگھ نے گنوا ری بگل بجوا کر آدمی  
جمع کرنے شروع کئے۔ جملہ رئیسان نگینہ یعنی مولوی محمد علی اور شیخ نجف علی اور میر  
اشرف علی ولد امیر علی اور کنور کشن سنگھ اور پدھان نیلا پت وغیرہ بموجب  
صلاح اور فہمائش سید تراب علی تحصیل دار کے امن چاہتے تھے مگر ملازمان  
اور افسران فوج نواب کے جو وہاں موجود تھے مقابلہ پر مستعد تھے۔ چنانچہ  
میتھو خاں پسرنتھے خاں اور اشرف علی ولد علی بخش نگینہ سے نجیب آباد گئے  
اور یہ بات چاہی کہ عبا واللہ خاں کو جو رشتہ مند محمود خاں اور تحصیل دار نگینہ  
تھا اور بروقت بھاگئے احمد اللہ خاں کے اس کے ساتھ چلا گیا تھا پھر نگینہ

۱۵ میتھو خاں کے باپ

۱۶ . میتھو خاں انگریز فوج میں صوبہ دار تھے ان کے ساتھ ۲۹ رجمنٹ تھی۔ پہلے انہوں  
نے گوجر دوں پر الہ آباد کے نزدیک حملہ کیا۔ پھر یہ بجنور آ گئے۔ بعد میں مراد آباد  
چلے گئے۔

(اسٹریگل فار فریڈم ان اتر پردیش جلد ۵ ص ۲۷۸)

میں لاکر تحصیل میں بٹھا دیں۔

## سید تراب علی کانگینہ سے نکلنا اور راستہ میں گنواروں کے ہاتھ سے گھر کر پھر کانگینہ میں واپس جانا

سید تراب علی تحصیل دار نے جب دیکھا کہ فساد زیادہ ہوتا ہے اور مقصد لوگ رئیسوں کے بھی قابو کے نہیں ہیں وہاں سے مع میر لطافت علی تھانہ دار منڈ اور جو ان کے ساتھ تھے، اپنے اہل و عیال و تھانہ دار کے اہل و عیال لیکر کانگینہ سے روانہ ہوئے اور کئی آدمی مسلمان کانگینہ کے اور میران سنگھ بشنوی ان کے ساتھ ہوئے جب پورینی میں پہنچے تو گنواروں نے جو صرف مال کے لالچ سے جمع تھے ان کو لوٹنا چاہا۔ جیراج سنگھ لمبردار پورینی نے ان کی حفاظت کی اور مجبور ہو کر اور خود ساتھ جا کر پھر کانگینہ میں پہنچا دیا۔ کیونکہ ان بے قابو گنواروں کے ہاتھ سے لٹنے سے بچنا ناممکن تھا۔

## مینڈھو خاں کا نجیب آباد سے جرائلیں اور سپاہ کانگینہ میں لانا اور بقیہ ایش رئیسوں کے پھر ان کا نجیب آباد واپس جانا

جب سید تراب علی کانگینہ میں پہنچے تو مینڈھو خاں اور اشرف علی ولد علی بخش پانچ سو چار سو آدمی اور دو جزا ایل نجیب آباد سے لے کر کانگینہ میں آچکے تھے۔ سید تراب علی تحصیل دار نے سب رئیسوں کو صلاح دی کہ جس طرح ہو سکے ان لوگوں کو نجیب آباد پھیر دو سب رئیس ہندو مسلمان اس بات پر متفق ہوئے اور بہت کوشش اور تدبیر سے ان لوگوں کو نجیب آباد واپس کیا۔



## رئیسوں کا مشورہ درباب چڑھائی نجیب آباد کے

اور یہ خبر ہم کو بجنور میں ملی یہاں بجنور میں جو رئیس جمع تھے وہ آپس میں صلاح کر رہے تھے کہ اب نجیب آباد پر چڑھائی کی جائے یا نہیں۔ چودھری ۹۳ پرتاب سنگھ رئیس تاج پور کی یہ رائے تھی کہ فساد زیادہ بڑھانا اچھا نہیں۔ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوگا جس طرح ہو سکے بہ صلح و آتش چند روز ضلع تھما منا چاہئے بلکہ چودھری پرتاب سنگھ کے نزدیک نگینہ پر بھی جو آدمی گئے اور وہاں بنیاد فساد پڑ گئی نامناسب ہوا چودھری بدھ سنگھ صاحب رئیس بلدور بسبب اپنی شجاعت و جوانمردی کے یہ رائے دیتے تھے کہ نجیب آباد پر یورش کی جاوے اور سب آدمیوں کو لے کر نجیب آباد پر چڑھ چلیں اور دو جگہ جو ان چودھری صاحب نے نواب کو شکست دی تھی اس سبب سے ان کا ارادہ اور ہمت اور جرات اور دلیری بہت بڑھی ہوئی تھی ہم کو نجیب آباد جانے میں بہت قباحتیں نظر آتی تھیں اور ہرگز ہماری رائے نہ تھی کہ یہ مانگی پکار نجیب آباد پر فتح پاوے گی اور یہ گنوار شہر کی گلیوں میں گھس کر اور نواب کے پختہ اور مستحکم مکانات پر قابو پا کر فتح یاب ہوں گے اور یہ ہماری رائے بہت سچی اور نہایت صحیح تھی کہ کبھی اس کے برخلاف نہیں ہو سکتا بلکہ ہماری رائے میں نگینہ میں صرف ایک توپ کے سانچے پر جس کا بننا اور چھوٹنا اور پھر اس کے گولہ سے کسی آدمی کا مرنا صرف ایک وہمی و خیالی، نہ ہونے والی بات تھی اس قدر فساد ہونا نہایت نامناسب تھا اور میں خوب سمجھتا تھا کہ نگینہ کا فساد اگر زیادہ ہوتا گیا تو انجام کو بھی فساد ضلع کے انتظام میں خلل ڈالے گا چنانچہ ہماری رائے بہت صحیح تھی کہ انجام کو ایسا ہی ہوا اور ہم بہت چاہتے تھے کہ

نگینہ پر سے لڑائی موقوف ہو جائے اور جس طرح ہو سکے چند روز منقطع کو تھا ما جادے کیونکہ ہم یقین سمجھتے تھے کہ تھوڑی سی بھی سرکاری فوج آنے کے بعد بخوبی انتظام ہو جادے گا اور بلاشبہ کسی مقام پر مقابلہ کی حاجت نہ پڑے گی اور حکام انگریزی کے آنے کے بعد ایک بہت بڑی بنیاد فساد کی جس سے درحقیقت فساد ہوتا تھا یہ دور کہ اگر مسلمان غالب آئے تو ہندو مارے اور لوٹے جاویں گے اور اگر ہندو غالب آئے تو مسلمان تباہ اور جان سے ضائع ہوں گے بالکل جڑ سے اڑکھڑ جادے گی کہ اتنے میں ہمارے پاس خبر پہنچی کہ فساد نگینہ موقوف ہو گیا اور ہم نے کمال خوشی سے اس کی رپورٹ بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر دام اقبالہ کے روانہ کی اور در باب چڑھائی بخنب آباؤ کے جو ہماری رائے تھی وہ لکھ کر اس پر معاملہ میں ہدایت چاہی چنانچہ نقل اس رپورٹ کی اس مقام پر لکھتے ہیں۔

## رپورٹ حالات نگینہ اور اظہار رائے در باب چڑھائی بخنب آباؤ اور طلب ہدایت اس معاملہ میں مرقومہ بمیسوریں اگست ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خان صاحب ڈپٹی کمشنر وسید احمد خاں صدر امین مرقومہ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء۔ حال یہاں کا یہ ہے کہ سابق میں جو خبر ہونے لڑائی کی بمقام ایسی گوروں اور کوچ کرنے شفیق اللہ خاں کی جانب کرت پور حضور میں اکھی تھی بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ یہ دونوں خبریں غلط تھیں۔ صرف اتنی بات صحیح ہے کہ احمد اللہ خاں نے کچھ اپنے آدمی کرت پور میں واسطے جمع کرنے رسد کے بھیجے تھے۔ ہنوز ان کا ڈیرہ یا پیش خیمہ نہیں آیا۔ نگینہ کا فساد رفع ہو گیا اس طرح پر کہ سب رئیس نگینہ کے ہندو اور مسلمان باہم متفق ہوئے اور انہوں نے یہ تجویز



کی کہ قریب پانچ سو آدمی کے جو نجیب آباد سے آئے تھے مع چند مفید ان  
 ساکین نگینہ جو باعث فساد کے ہوئے تھے نگینہ سے چلے جا دیں اور نگینہ میں کچھ فساد  
 نہ کریں چنانچہ سنا گیا کہ وہ لوگ نگینہ سے نجیب آباد کو چلے گئے مگر اب تک خط  
 میر تراب علی کا نہیں آیا یقین ہے کہ آجکل میں خط میر تراب علی کا آدے یا وہ خود  
 مراجعت کریں سب جو دھری صاحبوں کو مصلحت دی گئی ہے کہ اپنی جمعیت کو کسی  
 طرح متفرق ہونے نہ دیں چنانچہ جو دھری صاحب بھی اسی امر میں بہت سی کوشش  
 کرتے ہیں کسی طرح ان کی جمعیت متفرق نہ ہو اگرچہ تحقیق سنا گیا ہے کہ نواب  
 محمود خاں اور ان کے ہم راہیوں نے چند دیہات زمینداری چودھریان ہلدور اور  
 رائے ہمت سنگھ رئیس ساہن پور کے جلا دیئے۔ الا با این ہم ہم مناسب نہیں  
 دیکھتے کہ جو دھری صاحبان نجیب آباد کے اوپر حملہ کریں کیونکہ اس میں خدایاں  
 خیال میں گذرتی ہیں اور یہ جو تجویز تھی کہ سب لوگ بمقام کرت پور ڈیرہ کریں  
 یہ بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اب صلاح ہماری یہ ہے کہ یہ سب رئیس بمقام  
 سواہیٹری مقیم رہیں اور کچھ جمعیت اپنی راہ منڈ اور پراور کچھ راہ نگینہ پر مقیم کریں  
 تاکہ سب ناکہ نجیب آباد کے رک جا دیں اور چند روز حملہ نجیب آباد کا ملتوی رہے  
 اور ہم کو یقین کامل ہے کہ جس وقت سرکاری فوج تھوڑی بہت اس طرف اتری سب  
 لوگ خوف کے مطیع ہو جا دیں گے اور امید ہے کہ کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہیں  
 پہنچے گی اگر یہ تجویز درست آئی اور سرکاری فوج بھی جلد آگئی تو صدمہ آدمی قتل سے  
 محفوظ رہیں گے اور رعایا سرکار کی امن میں رہے گی۔ آئندہ اس باب میں جو رائے  
 اور مصلحت کہ حضور کے نزدیک ہو وہ ارقام فرمائی جاوے کہ مطابق اس کے  
 تعمیل ہو۔ ہم نے بنظر مصلحت اب تک اس ضلع میں تحصیل جاری نہیں کی کیونکہ  
 اکثر زمیندار مالگذار جمعیت چودھریان ان کی جمعیت میں موجود ہیں جب کہ

حضور اس ضلع میں تشریف لادیں گے اور سب زمیندار اپنے اپنے دیہات میں ٹھہریں گے فی الفور روپیہ سرکاری وصول ہونا شروع ہو جاوے گا۔ کل کی عرضی میں جو واسطے تحریر خطوط کے حضور میں عرض کیا تھا یقین ہے کہ حضور کی طرف سے وہ خط تحریر ہوئے ہوں گے لیکن بہت ضرور ہے کہ ایک پروانہ حضور کی جانب سے اسی مضمون کا بنام احمد اللہ خاں جو حضور کے وقت میں تحصیل دار نجیب آباد تھا تحریر ہو کر بھیجا جاوے کیونکہ انواہا سنا گیا ہے کہ احمد اللہ خاں جمعیت کو متفرق نہیں ہونے دیتا ایسی صورت میں حضور کا پروانہ اس کے نام پہنچنا واسطے رفع فساد کے بہت مفید ہوگا اور جو کہ عشرہ محرم قریب آگیا ہے اس واسطے ہم نے تدبیریں کی ہیں کہ کسی طرح ہندو اور مسلمانوں میں نزاع و فساد ہونے نہ پاوے اور سب طرح سے امن رہے اور خدا سے یقین ہے کہ ہماری تدبیریں کارگر ہوں اور ضلع میں امن رہے زیادہ حد ادب، آفتاب دولت اقبال تاباں باد۔

## جواب رپورٹ کا پیشگاہ جناب پامٹر صاحب ہاؤس سے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر در جواب عرضی مذکورہ بالا۔ خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدائین سلمہ بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ امر دہ پہنچا اور مضمون معلوم ہوا حسب مراد آپ کی پروانہ سخت بنام احمد اللہ خاں تحصیل دار سابق نجیب آباد کے تحریر کر کے اس مضمون کا کہ اگر نواب صاحب ارادہ مقابلہ کرنے چودھریان سے رکھتے ہیں اور تم انتظام اور مدد اس کا کرتے ہیں



گنہگار سرکار ہو گئے آپ کی معرفت روانہ کیا جاتا ہے۔ آپ ازراہ مہربانی پر روانہ مذکور احمد اللہ خاں کے پاس بہت جلد بھجوادیتجئے۔ آپ کو واضح ہو کہ کل خطوط مطلوبہ آپ کی معرفت روانہ کئے گئے ہیں یقین کہ آج پہنچے ہوں گے ہمارے نزدیک مصلحت آپ کی نسبت مقیم ہونے چودھریان بمقام سواہیڑی اور ناکہ گھیرا راستہ نگینہ و سنجیب آباد و منڈا اور کانہایت مناسب معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت ہم کو اچھی طرح سے معلوم نہیں ہے کہ سواہیڑی کہاں ہے اور ہمارے پاس اس وقت نقشہ موجود نہیں ہے اس واسطے ہم صاف ہدایت نہیں دے سکتے۔ الا اگر سواہیڑی مذکور سجنور سے بہت دور نہیں ہے اور ایسی جگہ ہے کہ اس میں راستہ کی حفاظت اچھی طرح صحت سے ہو سکتی ہے تو بہت مناسب جگہ مقام ہونے ان کے ہوگا اور خیال کرنا چاہئے کہ براہ نگینہ اس جانب سے کچھ نقصان نہ ہونے پاوے۔ یقین ہے کہ اس موسم میں بسبب بارش اور جڑے ہونے تدیوں سے افضل گدھ کا راستہ بالکل بند ہے اور یقین ہے کہ مراد آباد کے راستہ پر نگرانی آمد و رفت کی ہوتی ہے یہ تدبیر احتیاط کی جاتی ہے مگر چونکہ صاحب کمشنر بہادر اور مسٹر ولسن صاحب بہادر کی طرف سے خطوط مناسب پاس نواب یوسف علی خاں دالی رام پور مرسل ہوئے اور ہماری طرف سے خط نواب محمود خاں کو لکھا گیا اور پر دانہ احمد اللہ خاں کو ابھی جاری ہوتا ہے یقین ہے کہ کسی طرح سے متلع میں نوبت (سلحہ) اسلحہ بازی کی نہیں پہنچے گی۔ آج ہمارے پاس کوئی خط از طرف میرٹھ نہیں پہنچا کوئی خبر لائق لکھنے کے نہیں پہنچی۔ ایک پرچہ انگریزی خبر کالا ہور کا آپ کے پاس روانہ کیا جاتا ہے اس کے مضمون معرفت پنڈت راوہاکشن کے معلوم ہوگا۔ فقط۔

۲۰ اگست ۱۸۵۷ء

وہ خط موسومہ رئیسوں کے جن کا ذکر اس خط میں ہے ہم اوپر لکھ آئے  
ہیں یعنی ایک خط بنام میر جیون علی رئیس مین اور ایک خط بنام رائے ہمت  
سنگھ رئیس ساہن پور۔

## پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام احمد اللہ خاں

نقل پروانہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسومہ احمد اللہ خاں۔  
صفحہ ۸۶ رنٹ و عوالی مرتبت عزیز القدر محمد احمد اللہ خاں بعافیت باشند جس وقت  
سرکار کو معلوم ہوا کہ مابین ملازمان نواب محمد محمود خاں اور رئیسان قوم ہنود  
ضلع بجنور کے مقابلہ بمقام شیر کوٹ اور بجنور تھا سرکار اس امر کے اوپر بہت  
ناراض ہوئی تم کو واضح ہو کہ اس حالت میں صاحب مکشتر بہادر میر کھٹے  
نسبت انتظام ضلع بجنور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر  
امین کو ارشاد فرمایا تم اس بات پر مطلع رہو بعض لوگوں کے بیان سے  
مشہور ہوتا ہے کہ نواب صاحب پھر واسطے کرنے مقابلہ چودھریاں سے ارادہ  
رکھتے ہیں اور جمعیت مردمان بمقام نجیب آباد فراہم کرتے ہیں یقین اور  
امید ہے کہ یہ خبر بالفعل غلط ہے مگر ہر طرح واضح ہو کہ ایسا مقابلہ بہت  
نامناسب اور سرکار کو نہایت ناپسندیدہ منہور ہو گا اور اگر ایسے کام  
میں تم سیر انتظام اور مدد نواب صاحب کو ظاہر ہوگی تو تم گنہگار سرکار  
کے ہو گے اور تمہارے واسطے اچھا نہیں ہو گا اس حکم سے بجنوبی مطلع  
رہو اور واضح ہو کہ صاحبان ضلع مع فوج انگریزی واسطے بندوبست علاقہ  
کے بہت جلد تشریف لاویں گے اور وقت تشریف آوری سب سرگزشت



کی تحقیقات عمل میں آؤے گی۔ مرقوم ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء۔  
 یہ پروانہ ہم نے فی الفور احمد اللہ خاں پاس روانہ کیا اور رپورٹ  
 روانگی کی اکیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو بحضور جناب جارج پامرٹ صاحب بہادر  
 روانہ کی۔

احمد اللہ خاں کا از سر نو تحصیل داری کرنا اور عرضیاں

ڈپٹی صاحب اور صدر امین کے پاس بھیجنا

جو خط کہ جناب مسٹر جارج پامرٹ صاحب بہادر نے بنام محمود خاں  
 لکھا تھا اس کے اور اس پروانہ کے پہنچنے کے بعد ظاہر میں ان لوگوں نے  
 اطاعت کرنی چاہی۔ احمد اللہ خاں نے کام تحصیل داری نجیب آباد کا کرنا شروع  
 کیا اور عرضیاں ہمارے پاس اپنی مہر و دستخط سے بھیجیں۔ ہم نے بنظر مصلحت  
 ان کو منظور کیا۔

دنا، محمود خاں کا خط بنام ڈپٹی صاحب اور صدر امین

متضمن اطاعت اور بے تعلقی ضلع سے

اور دنا، محمود خاں نے ایک خط متضمن اطاعت سرکار ہمارے پاس بھیجا۔  
 ہم نے اس خط کو اور جو جواب کہ ہم نے لکھا تھا اس کی نقل بحضور جناب  
 جارج پامرٹ صاحب بہادر روانہ کی۔ چنانچہ نقلیں ان کی مع خطوط کے جو جناب  
 مسٹر جارج پامرٹ صاحب بہادر اور جناب مسٹر الگڈنڈر شکسپیر صاحب بہادر کے  
 پاس سے متضمن پسندیدگی ہمارے جواب کے آئی اس مقام پر لکھتے ہیں۔

# نقل خط محمود خاں

نقل خط محمود خاں:

خان صاحب مشفق مہربان مجمع خوبی ہائے بیکراں محمد رحمت خاں صاحب  
 ڈپٹی و سید احمد صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق کے  
 واضح ہو جو کہ نقول خطوط صاحب کشتربہادر ضلع میرٹھ و مسٹر پامر صاحب  
 ڈپٹی کلکٹر و جنٹل مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور پاس تمہارے پہنچی ہیں کہ ان  
 کو بخوبی معائنہ کر کے چودھری صاحبوں کو بخوبی مضمون ان کے سے فہمائش  
 کریں کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر رہیں اور اجتماع نہ ہوں اور شرفاً  
 نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا فساد نہ ہو جو خطوط منظور نہیں ہے  
 اور وہ جو اشتہارات واسطے منادی کے بھیجا تھا وہ بھی مخبر اس امر کا ہے  
 کہ کوئی شر و فساد نہ کرے اور یہ جو لوگ بمقام پورنی اور ہرگن پور اور  
 سواہری اور نانگل و بجنور خاص میں ہندو مسلمان جمع ہوئے ہیں ان کو  
 کہہ دینا چاہئے کہ اپنے اپنے مکانوں پر جاویں اور اگر شر و فساد کریں گے  
 تو مجرم سرکار انگریز بہادر کے ہوں گے اور جو کہ بموجب حکم صاحبان عالیشان  
 انگریز بہادر کے اب آپ منتظم اس ضلع کے ہیں اگر کسی سے شر و فساد ہوگا تو  
 جوابدہی اس کی ذمہ آں مہربان ہوگی اس صورت میں آپ کو چاہئے کہ اس  
 معاملہ میں متوجہ ہو کر جس طرح رفع فساد کا مناسب سمجھیں ویسے کاربند ہوں  
 اور گھٹاؤں کا بھی انتظام ضرور ہے کہ اس بار سے اکثر مفسد بھی اترتے ہیں  
 اور ہم بموجب احکام خطوط ہذا کے کاربند ہیں باقی خیریت ہے۔

محمد

محمد محمود خاں



## جواب خط محمود خاں کا ڈپٹی صاحب اور صدائین کی طرف سے

نقل جواب کی جو ہماری طرف سے لکھا گیا۔

جناب نواب صاحب والا مناقب عالی مناصب عنایت فرمائے حال  
نیاز متدان زاد عنایتکم بعد ادائے سلام مسنون التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ آپ  
ص ۸۹ کا جس کے لفافہ پر تاریخ اکیسویں اگست لکھی تھی مٹے نقل خط جناب صاحب  
کمشنر بہار در ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہار در ضلع بجنور  
جو کہ صاحبان ممدوح نے آپ کے نام پر لکھے تھے بایسویں اگست کو گیارہ  
بجے ہمارے پاس پہنچا آپ ارقام فرماتے ہیں کہ چودھری صاحبوں کو فہمائش  
کر دو کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانات پر رہیں اور اجتماع نہ ہو اور شر و فساد نہ کریں  
اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا شر و فساد نہ نا منظور نہیں ہے اور جو لوگ بمقام پورنی  
اور ہرگن پور اور سواہیر پٹی اور نانگل اور بجنور جمع ہیں وہ لوگ اپنے اپنے مکانات  
پر چلے جا دیں چنانچہ ہم نے آپ کے ارشاد بموجب مضمون خطوط کا چودھری  
صاحبان کو سمجھا دیا وہ لوگ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو کسی طرح کا شر و فساد کرنا  
نواب صاحب سے یا اور کسی سے منظور نہیں ہے اور نہ ہم کسی سے لڑنا چاہتے  
ہیں اور نہ کسی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ کسی طرح کا کچھ دعویٰ رکھتے ہیں۔  
چنانچہ وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ بعد واقعہ شیر کوٹ اور بجنور کے ہم سب  
لوگ اپنے اپنے گھر کو چلے گئے اور جس قدر جمعیت کہ جمع ہوئی تھی وہ سب  
بعد اس کے متفرق کر دی اور چودھری پر تاپ سنگھ بھی اپنے گھر اور چودھریاں  
ہلہ در اپنے گھر چلے گئے اور چودھریاں بجنور بلا جمعیت اپنے اپنے مکانات پر مقیم  
رہے مگر بعد اس کے متواتر یہ خبر چودھری صاحبوں نے سنی کہ آپ کا ارادہ بجنور

اور تاجپورا اور ہلدور پر یورش کا ہے اور آپ فوج اور جمعیت جمع کرتے ہیں اور تیاری توپوں میں مصروف ہیں اور دیہات قرب و جوار سنجیب آباد یعنی موضع موسیٰ پور اور شفیق آباد اور موہن پور اور ترائن پور اور کارولی وغیرہ آپ نے بھونک دیئے اور لوٹ لئے اس سبب سے ان لوگوں کو پھر اندیشہ اس بات کا ہوا کہ اگر ہم لوگ جمعیت جمع نہ کریں گے تو اس انجام کو خرابی ہوگی۔ ان وجوہات سے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے جا بجا جمعیت واسطے روک روک کر رکھے (نواب صاحب کے یورش بجنور اور ہلدور اور تاج پور سے اور بنظر حفظ اپنے کے جمع کی ہے۔ پورینی میں جمعیت کے جمع ہونے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ ننھو خاں اور مینڈھو خاں ملازمان آپ کے نگینہ میں مفسدہ کرتے ہیں اور ایک توپ کلاں واسطے لے جانے سنجیب آباد کے تیار کرواتے ہیں اور ننھانہ اور تحصیل ۴۰ کی ڈاک بجنور میں آنے نہیں دیتے اور جو احکام سرکاری جاتے ہیں ان کو روکتے ہیں اور ان کی تعمیل نہیں ہونے دیتے اور ان کو خبر پہنچی ہے کہ سنجیب آباد میں آپ کے پاس قریب ہفت ہشت ہزار آدمی کے جمع ہیں اس سبب سے وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک نواب صاحب اپنی جمعیت متفرق اور موقوف نہیں کر دیں گے اس وقت تک ہم کو کسی طرح پر اطمینان نہیں ہوگی اور ان لوگوں نے ہم سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعد ان دونوں لڑائیوں کے ہم نے ایک خط بنام سعد اللہ خاں صاحب سنجیب آباد میں بھیجا کہ کسی طرح ہم سے اور نواب صاحب سے صفائی ہو جائے اور طرفین کا طرفین پر سے ارادہ یورش کا موقوف ہو جائے اور پھر ہم نے دو خط بنام مفتی محمد اسحق رئیس کرت پور اس ضمن سے بھیجے کہ جس طرح پر ہو نواب صاحب سے صفائی ہو جاوے اس طرح پر کہ نواب صاحب کی یورش کا اندیشہ جاتا رہے اور پھر تیسرا خط مفتی صاحب کے نام



ان کے بلانے کو بھیجتا کہ وہ ہماری طرف سے نجیب آباد کو جاویں اور آپ سے ہر طرح پر صفائی کر لیں پس اس صورت میں بیان چودھری صاحبان کا یہ ہے کہ ہم کو کسی طرح شرف و فساد اور مقابلہ کرنا منظور نہیں ہے۔ اگر نواب صاحب اپنی جمیعت اور فوج کو متفرق کر دیں اور توپوں کے بنوانے میں مصروف نہ ہوں اور ارادہ لڑائی کا موقوف کر دیں تو ہم بھی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاویں اور جو کہ ہم نیاز مند بھی بدل و جان اس بات میں مصروف اور ساعی ہیں کہ کسی طرح شرف و فساد نہ ہو اس واسطے آپ کی خدمت میں بہ خیر خواہی آپ کے التماس یہ ہے کہ آپ بھی جمع کرنا فوج کا اور تیاری توپوں کی موقوف فرما دیں اور مارٹے اور مینڈھو خاں وغیرہ مفسدان کو فساد سے باز رکھ کر اپنے قبضہ میں رکھیں تو غالب ہے کہ چودھری صاحب بھی سب اپنے اپنے گھر چلے جا دیں گے اور سب طرح کا انتظام ضلع کا ہو جائے گا اور مخلوق خدا اور رعایا سرکار کی امن و امان میں رہے گی اور پھر اگر کوئی شخص فساد شروع کرے گا تو اس کی اطلاع مفصل بحضور جناب صاحب بہادر کے کر دی جاوے گی اور اس کا نتیجہ بہت بد اس کے حق میں ہو گا اور یہ بھی آپ کو واضح ہووے کہ متواتر احکام حکام و الامقام ہمارے نام پہنچے ہیں پٹنہ ۹ چنانچہ جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر خود گنگا کنارے پر تشریف لاتے تھے اور اب بہ انتظار آنے فوج سرکاری کے میران پور میں مقیم ہیں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر بھی کوہ منصوری سے اتر کر میرٹھ میں تشریف لے آئے ہیں اور احکام جناب کمندان چیف صاحب بہادر اور جناب گورنر بہادر واسطے روانگی فوج کے بجوز کو صادر ہو چکے ہیں کہ بہت جلد فوج مع توپوں کے میران پور کے مقام پر پہنچتی ہے اور بعد اس کے جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب جنٹ مجسٹریٹ بہادر اور جناب صاحب کمشنر بہادر اور جناب

مسٹر ولسن صاحب بہادر بجنور میں تشریف لاتے ہیں۔ ہماری کمال آرزو ہے کہ  
تا تشریف آوری حکام والا مقام سب لوگ اپنے مکانات پر یہ آسائش رہیں  
بعد تشریف لانے حکام کے خود صاحبان مدوح جس طرح پر مناسب جائیں گے  
بند و بستہ ضلع کا فرما دیں گے۔

## خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در باب پسند کرنے اس جواب کے جو تا محمود خاں کو لکھا گیا

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر

خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت اللہ فاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید  
احمد خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات  
واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ آج کے مع خط نواب صاحب اور نقل جواب اس کے  
ہمارے پاس پہنچا۔ ہماری دانست میں آپ کا جواب ہر طرح مناسب چنانچہ حسب  
مراد آپ کے خطوط مذکورہ بخدمت صاحب کسٹمر بہادر میرٹھ روانہ کئے گئے اور  
احتیاطاً آپ کو واضح ہوئے کہ خط صاحب کسٹمر بہادر کا جس کا نواب صاحب ذکر  
لکھتے ہیں عرصہ دو ہفتے سے یعنی شیر کوٹ کے معاملہ کی خبر دینے سے پیشتر تحریر  
ہوا مگر بسبب بند ہونے ڈاک کے دو دفعہ واپس ہو کر تیسری دفعہ مع خط تمہارے  
نواب صاحب کے پاس روانہ کیا گیا۔ ہماری امید ہے کہ مابین چودھریوں اور نواب  
صاحب کے پھر مقابلہ نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ آپ بھی اس تدبیر میں مصروف  
ہیں یقین ہے کہ آپ کی ہوشیاری سے جو فساد گنہ میں ہوا اس کی صلح ممکن ہے  
اور فساد رفع ہو جاوے گا اور اس مراد سے حسب درخواست چودھریان کے چند



ص ۹۲ : پڑا سجات تحریر کئے جاتے ہیں اگر مناسب ہو تو آپ بعد ملاحظہ روانہ کیجئے  
 ہمیشہ وہاں کے حالات سے مطلع فرماتے رہیں۔ تحریر بتاریخ ۲۲ اگست  
 ۱۸۵۷ء وقت شب۔

## پڑانہ مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر بنام بعض رئیسان نگینہ وغیرہ

نقل پڑانہ از جناب مسٹر جارج پامٹر صاحب بہادر موسومہ کہیم بخش و شیخ  
 نحف علی و محمد علی رئیس نگینہ و سید انقیاز علی و سید شجاع علی و سید نبی علی رئیس  
 نہپور جو کہ معلوم ہوتا ہے کہ مابین قوم مسلمانان اور قوم ہنود شہر تنہارے کے  
 اندیشہ فساد ہونے کا ہے اور سرکار کی مراد ہے کہ کسی طرح سے ایسا فساد نہ ہونے  
 تم کو چاہئے کہ ہر طرح تدبیر کرو کہ فساد برپا نہ ہوتے پاوے، اگر اچھی طرح سے  
 کوشش کرو گے تو بہت بہتر ہوگا ورنہ در صورت ہونے فساد کے گنہگار سرکار  
 کے ہو گے اور واضح ہو کہ صاحب کلکٹر بہادر اور حضور مع فوج کامل بہت جلد  
 واسطے انتظام ضلع کے ارادہ تشریف لانے کا رکھتے ہیں تاکید جاتو، المرتوم  
 بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء۔

خط جناب مسٹر الکنڈر شکپیر صاحب بہادر کا درباب  
 پسند کرنے اس جواب کے جو تا محمود خاں کو لکھا گیا تھا  
 نقل خط مسٹر الکنڈر شکپیر صاحب بہادر۔

خان صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر وسید احمد  
 خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ بعد ما وجب کے واضح ہو خط آپ کا مع  
 خطا مرسلہ نواب محمود خاں اور نقل جواب خط مذکور جو تم نے ان کے نام بھیجا ہے  
 آج پہنچ کر کاشف حال کا ہوا جواب خط نواب محمود خاں کا جو آپ نے بھیجا ہے  
 وہ بہت مناسب ہے اب آپ کو لکھا جاتا ہے کہ پھر نواب صاحب کو  
 فہمائش کر دو کہ وہ بہ تبعیت حکم خط محررہ اکیسویں اگست سنہ حال آپ مع  
 شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں اپنے رشتہ داران کے بنجیب آباد میں مقیم ہیں  
 کسی طرح کی دست اندازی ضلع سے نہ کریں اور فساد اور شو و شرناحقہ سے  
 ہاتھ اٹھادیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے اور اسی طرح پھر مرتکب حرکات  
 بے جا کے رہیں گے تو ان کے حق میں اچھا نہ ہوگا بلکہ بزمہ یا غیان کے  
 تصور ہو کر دشمن سرکار دولت مدار کے سمجھے جاویں گے فقط۔ اور وہ کہ آپ  
 نے در باب جلد تشریف لانے ہمارے کے بمقام بجنور لکھا ہے سو حال اس کا بدص  
 یہ ہے کہ اب فوج سرکار تاویب و تخریب باغیان و مفسدان کو تہ اندیشہ کی  
 کرتی ہوئی جلد آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی جلد وہاں پہنچتے ہیں۔ بہر کیف  
 خاطر جمع رکھنا چاہئے اور مفسدان ناحق شناس کو جلد گوشمالی واجبی دیا جاوے  
 گا فقط اور ایک قطعہ عرضی چودھری نین سنگھ وجودہ سنگھ رئیس بجنور کی  
 بدخواست صدور حکم در باب دیئے جانے تنخواہ ملازمان جو واسطے انتظام  
 کے مقرر کئے گئے ہیں پہنچی ہے اس کی نسبت ہماری دانست میں یہ بات مناسب  
 ہے کہ کچھ روپیہ مہاجران اس ضلع سے لے کر تنخواہ بھی ملازمان کی بانٹ دی  
 جاوے اور اگر کام ضروری میں جو واسطے انتظام کے مطلوب ہو آپ کے  
 حکم سے خرچ کیا جاوے اور جن لوگوں سے کہ روپیہ لیا جاوے ان کو رسید



دستخطی دے دی جاوے کہ وقت رونق افروزی وہاں کے روپیہ مذکور ان کو دے دیا جاوے گا۔ اس واسطے آپ کو چاہئے کہ مطابق اس کے کار بند ہوں اور جہاں تک کہ ہو سکے بہ صلاح یکساں دگر کوئی دقیقہ انتظام اور خیر خواہی کا فرو گذاشت نہ ہوا در روزانہ بلا توقف وہاں کے حال سے ہم کو مطلع فرماتے رہو باقی خیریت ہے مرقوم چوبیسویں ماہ اگست ۱۸۵۷ء از مقام میرٹھ۔

## چودھری پرتاب سنگھ کا واسطے روانہ کرنے روپیہ کے یعنی تال کو بجنور سے تاج پور جانا

اسی اشنا میں جناب مسٹر جان کرمی کرامٹ ولسن صاحب بہادر نے چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور کو لکھا تھا کہ دس ہزار روپیہ کی تدبیر تم رئیس کر کے روانہ یعنی تال کر دو جو ظاہر میں سر دست کوئی صورت فساد کی پیدا ہونے والی نہ تھی اور نگینہ کا فساد ظاہر میں رفع ہو گیا تھا۔ اس لئے چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور واسطے تدبیر کرنے روانگی روپے کے اکیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو روانہ تاجپور ہوئے اور جس قدر جمعیت ان کے ساتھ تھی مع ایک ضرب جزائل کے جو بجنور میں تھی بدستور بجنور میں چھوڑ گئے۔

## نگینہ میں از سر فساد کا قائم ہونا

مگر افسوس ہے کہ فساد نگینہ کا پھر تازہ ہو گیا اور جو آگ کہ بجھ گئی تھی پھر بھڑک اٹھی اور سبب اس کا یہ ہوا کہ جب بینڈھو خاں سنجیب آباد سے سپاہی لے کر نگینہ آیا تھا تو رام دیاں سنگھ نے بھی پورینی میں اور زیادہ آدمی جمع کرنے شروع کئے تھے اور دیہات سے آدمی بلائے تھے اور اس

عرصہ میں نگینہ کے رُنیوٹی نے سپاہیان آمد سنجیب آباد کو بہ فہمائش روانہ کر دیا۔  
 سنجیب آباد کو دیا تھا مگر جو پورینی میں جمعیت بلائی گئی تھی وہ دم بدم زیادہ ہوتی  
 جاتی تھی اور ریشو میان نگینہ جو بد معاش اور واقع طلب تھے سوائے پران سکھ اور  
 ولد اراد ریشو کے کہ یہ لوگ بہت نیک نیت اس فساد میں رہے آمادہ فساد ہوئے  
 اور نگینہ والوں سے یہ بات کہی کہ رام دیال سنگھ نگینہ پر چڑھا آتا ہے اور  
 رام دیال سنگھ سے کہا کہ نگینہ والے پورینی پر چڑھے آتے ہیں چنانچہ رام دیال  
 سنگھ نے پورینی سے جانب نگینہ قدم بڑھا دیا۔ ادھر سے سینڈھو خاں کچھ جمعیت  
 نگینہ میں جمع کر کے نگینہ کے باہر نکلا۔

## بدری والے باغ کی لڑائی

اکیسویں تاریخ ۱۸۵۷ء روز جمعہ کو قریب بدری والے باغ کے مقابلہ ہوا طرفین  
 سے کچھ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور سینڈھو خاں کی شکست ہوئی۔ نگینہ  
 والے بھاگ کر آبادی میں گھس آئے۔ ان کے پیچھے رام دیال سنگھ شہر میں گھس  
 پڑا اور نتھو خاں کا گھر جلا دیا اور لوٹ لیا اور شیخ کی سرائے کو بھی لوٹا اور جلا دیا  
 اس وقت پھر مسلمانان نگینہ سانوٹے ہوئے اور طرفین میں خوب تلوار اور بندوق  
 چلی اور طرفین کے آدمی مارے گئے۔ رام دیال سنگھ ریشوئی سرائے میں چلا گیا شام  
 کے دنت لڑائی ختم گئی۔

مسلمانان نگینہ کا رام دیال سنگھ کی اطاعت کرنا اور رام دیال سنگھ  
 کا تحصیل میں آن بیٹھنا

رات کے وقت رام دیال سنگھ نے مولوی محمد علی پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ



ہوا سو ہوا ایسا امن و امان رہے گا اور ہم قلعہ تحصیل میں آکر بیٹھیں گے کوئی فساد نہ کرے اور سب مسلمان اپنے گھروں میں چھپ جاویں اور سامنے نہ آویں چنانچہ مولوی محمد علی اور اشرف علی ولد امیر علی نے بہت سعی اور کوشش سے سب مسلمانوں کو ہمائش کی اور سب راضی ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ بیٹھے۔ بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو صبح کے وقت رام دیال سنگھ کے حکم سے امن و امان کی منادی شہر میں ہوئی اور رام دیال سنگھ مع اپنی جمعیت کے قلعہ تحصیل میں چلے آئے اور کوئی مسلمان اپنے گھر سے نہیں نکلا۔

## رام دیال سنگھ کے ساتھیوں کا بد عہدی کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا

جس قدر گنوار اور بنجارہ رام دیال سنگھ کے ساتھ صرف نوٹ کے لالچ میں جمع ہوئے تھے انہوں نے اس امر کو جو واقع ہوا اپنے اصلی مطلب ص ۹۵ کے برخلاف دیکھا اور بد معاش بستیوں نے ان کو زیادہ اشتعالک دی اور ان سب نے نگینہ کے ٹوٹنے کا ارادہ کیا۔ سیدھلی فوطہ دار تحصیل نگینہ اس وقت وہاں موجود تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے کان سے سنا کہ رام دیال سنگھ ہر ایک شخص کو منع کرتا تھا مگر وہ نہ مانتے تھے۔ آخر کار ان بد معاشوں

---

۱۵ فوطہ وہ روپیہ جو رعایا خزانہ سرکاری میں داخل کرے، لہذا فوطہ دار کے معنی ہوئے: خزانچی، سرکاری لگان جمع کرنے والا۔ (اے ڈکشنری آف اردو، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش بائی جون۔۔ ٹی۔ پلاٹس ۱۹۲۰ء ص ۷۸)۔

نے قلعہ تحصیل میں سے جزائلیں فیر کرنی شروع کیں اور کچھ ڈیرے بھٹیاری سرا میں گھس گئے اور سرائے کو جلا دیا اور بازار کی دوکانیں لوٹ لیں اور امام الدین زیندار کے مکان پر جزائلیں لگا دیں اور دروازہ جلا دیا اور مکان لوٹ لیا اور جہاں ان کو قابو ملا لوٹ اور قتل عام شروع کر دیا اور بد معاش بشتونی بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ سچاس ساٹھ آدمی مسلمان مارے گئے اس وقت مسلمانان ننگینہ بھی اپنے اپنے گھروں میں سے ہتھیار لے کر نکل پڑے اور مارنا شروع کیا اور خوب لڑائی ہوئی اور دو ڈیڑھ سو آدمی ہندو جو لوٹ میں مشغول تھے مارے گئے پھر مسلمان قلعہ تحصیل میں گھس گئے۔ وہاں سے رام دیاں سنگھ بھاگ کر بشتونی سرائے میں جا چھپا۔ سب گنواروں نے مل کر مولوی محمد علی کے مکان پر جو مالدار مشہور تھے اور جس میں میر تراب علی تحصیلدار بھی تھے حملہ کیا اور جزائل لگا دی اور دروازہ پر کوڑہ جمع کر کے دروازہ جلا تاچا یا اور حکیم امام علی ماموں مولوی محمد علی کو قتل کر دیا۔ اس وقت مولوی محمد علی کے مکان پر سے بندوقیں چلتی شروع ہوئیں اور جو لوگ تحصیل میں گئے تھے وہ بھی پھر کر وہاں آئے تب سب گنوار وہاں سے بھاگ نکلے اور رام دیاں سنگھ نے شکست پائی اور اس لڑائی میں گنواروں کی ہمت اور جہم اُست لُٹ گئی۔

## مسلمانوں کے قتل سے نجیب آباد میں جمعیت کا اکٹھا ہونا اور محمدی جھنڈے کا نکلنا

سب خبریں متواتر نجیب آباد میں پہنچیں اور جس وقت کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل کیا تھا اس وقت کچھ آدمی غل مچاتے ہوئے کہ ہندوؤں



نے مسلمانوں کو مار ڈالا اور جو رد بیٹی کی بے عزتی کی، بنجیب آباد چلے گئے تھے۔  
 نواب کو بہت اچھا جملہ جمعیت جمع کرنے کا ہاتھ لگا اور اس نے لوگوں سے کہا  
 کہ دیکھو ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا اب سب مسلمانوں کو جمع ہو کر  
 ہندوؤں کو مارنا چاہئے۔ یہ کہہ کر احمد اللہ خاں نے بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء  
 مطابق یکم محرم ۱۲۷۴ھ ہجری بنجیب آباد کے ماہر جلال آباد کے قریب توپ پر  
 نکالی اور فوج بھیجی اور محمدی جھنڈا کھڑا کیا اور جمعیت کثیر جمع کرنے کے درپے  
 ہوا اور بہت سے مسلمان مذہبی لڑائی کے امادہ سے واسطے مقابلہ اور قتل  
 ہندو کے جمع ہوئے۔

## چودھری بدھ سنگھ کانگینہ کو جانا

اسی تاریخ بخنور میں خبر پہنچی کہ رام دیال سنگھ کی نگینہ میں شکست  
 ہوئی بھجرا داس خبر کے چودھری بدھ سنگھ رئیس ہندو مع اپنی جمعیت اور  
 چودھری پرتاپ سنگھ کی جمعیت کے اور توپ اور جزائل کے جو بخنور میں  
 موجود تھی روانہ نگینہ ہوئے اور شام کے قریب نگینہ میں پہنچے اور نگینہ میں مشہور  
 ہوا کہ چودھری بدھ سنگھ ہزاروں آدمی اور توپ لیکر نگینہ پر چڑھ آئے۔

## رہنمایاں نگینہ کی عورتوں اور بچوں کا زخمی ہونا اور بے عزت ہونا

اس وقت رات میں مسلمان نگینہ نے بھاگنا چاہا اور پیادہ پا عورتوں  
 اور بچوں کو لے کر چلے اور راستہ میں لڑے اور عورتیں زخمی ہوئیں اور اچھے  
 اچھے اشrafوں کی بڑی بے عزتی ہوئی اور بشوئی ان سب خرابیوں کے جو

مسلمانوں پر اور عورتوں پر ہونیں سرشتار اور سرغنہ اور باعث تھے سید تراب  
 علی تحصیل دار ہم سے کہتے تھے کہ اس وقت جو مصیبت ان کے اور مولوی محمد علی  
 اور بھلے مانس مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پر گزری تھی اور جو جو بے عزتیاں  
 بھلے مانسوں کی ہوئی ہیں کہنے کے لائق نہیں ہیں۔

بشنویوں کا دوبارہ نگیٹہ میں یورش کرنا اور چودھری بدھ سنگھ کا مانع آنا  
 تیسویں اگست ۱۹۵۷ء صبح کے وقت چودھری بدھ سنگھ رتیں بلو  
 تو نگیٹہ میں صفائی اور صلح کی تدبیر میں تھے اور پدھان کنور سین اور بھوپ سنگھ  
 اور شیخ نجف علی بیچ میں پڑے تھے کہ دو تائبشوی اور بہت سے گنوار مولوی  
 محمد علی کا گھر (لوٹانے) لوٹنے چڑھ آئے اور پھر گولیاں چلنے لگیں جب  
 چودھری بدھ سنگھ کو خبر ہوئی تو انہوں نے بہت کوشش سے سب کو روکا  
 اور بشنویوں کو بہت برا بھلا کہا۔ اس وقت چودھری بدھ سنگھ نے نگیٹہ والوں  
 سے توپ کا ساچہ مانگا جو بشنویوں کے محلہ میں پھار نگیٹہ والوں نے کہا کہ تم  
 توپ کا ساچہ لے جاؤ ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں اور گویا یہی بات صلح  
 کی کٹھری ایک بجے رام دیال سنگھ اور مولوی محمد علی کے  
 کے مکان پر آئے اور بشنویوں کی زیادتی اور اپنی مجبوری کا عذر کیا  
 اس عرصہ میں چودھری بدھ سنگھ نے سید تراب علی تحصیل دار اور  
 مولوی محمد علی کو اپنے پاس بلایا کہ بغیر ہتھیاروں کے ہمارے پاس آؤ ۹ ص  
 چنانچہ یہ دونوں صاحب مع رام دیال سنگھ ان کے پاس گئے۔ انہوں  
 نے خاطر داری کی اور کہا کہ اب سب آپس میں اتفاق رکھو سید تراب علی  
 اور مولوی محمد علی نے سب مسلمانوں کو فہمائش کی اور سب رضامند ہو گئے اور  
 نگیٹہ میں ایک صورت امن و امان کی پیدا ہوئی اور چودھری بدھ سنگھ اور رام  
 دیال سنگھ ساچہ توپ کالے کر ہلدور کوروانہ ہوئے۔



## سواہیڑی پر احمد اللہ خاں کا چڑھ آنا اور پھونک دینا

تیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو لگینہ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا اور نجیب آباد میں سب سپاہی اور سوار لازم نواب کے جمع ہو گئے تھے اور جس قدر مسلمانوں اور جولاہوں اور سواہیڑی کے بساطیوں وغیرہ نے جو ہندوؤں کے ہاتھ سے تکلیفیں پائی تھیں وہ سب اور بہت سے لوگ مسلمان جلال آباد کے قریب محمدی جھنڈے میں جاسٹال ہوئے تھے اور احمد اللہ خاں کے پاس ایک جمعیت کثیر جمع ہو گئی تھی اور اسی کے ساتھ خبر شکست رام دیال سنگھ کی لگینہ میں نجیب آباد پہنچی تھی۔ احمد اللہ خاں نے ایسے وقت کو غنیمت سمجھ کر یورش کی اور سواہیڑی کو آ مارا۔ سواہیڑی میں جو جمعیت بھیجی گئی تھی وہ بہت کم ہو گئی تھی کیونکہ بہت سے آدمی اس میں کے لگینہ کی لڑائی اور لوٹ میں چلے گئے تھے اور کچھ لوگ رام دیال سنگھ کی شکست سن کر بھاگ گئے تھے کچھ تھوڑے سے آدمی اور دو جزائلی وہاں موجود تھیں۔ جب احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور مارڑے نے سواہیڑی کو گھیرا تو بہت خفیف مقابلہ ہوا۔ گنوار سب بھاگ نکلے اور جزائلیں ان کی چھن گئیں اور سواہیڑی کو دشمنوں نے پھونک دیا اور جلا دیا اور بجنور میں متواتر خبریں آنے لگیں کہ اب نواب بجنور کو آ مارتا ہے بلکہ دو تین کوس تک نواب کے آدمی بجنور کی جانب بڑھ آئے تھے۔

## سواہیڑی پھکنے کے وقت بجنور میں کیا حال تھا

یہاں بجنور میں کچھ جمعیت نہ تھی صرف چند دھری رندھیر سنگھ مع ایک ضرب توپ اور سپاس ساٹھ آدمی کے سواہیڑی کی سڑک پر مورچہ لگائے موجود تھے

اور چودھری جودھ سنگھ اور چودھری نین سنگھ بھی وہاں موجود تھے اور ہر چند واسطے  
 جمع ہونے آدمیوں کے تدبیر کرتے تھے مگر ایک آدمی بھی جمع نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک  
 کہ بجنور میں سب کے پاؤں اکٹرا گئے۔ چودھری جودھ سنگھ نین مورچوں میں سے پڑھ<sup>۹</sup>  
 گھوڑا بھگا واسطے تدبیر نکال لے جانے اپنے اہل و عیال کے اپنے گھر پر پہنچے اور  
 چودھری نین سنگھ نے بھی اپنے معتمد اپنے دولت خانہ پر بھیج دیئے کہ ضرورت کی  
 سب چیزیں مہیا رہیں اور چودھری زندھیر سنگھ صاحب نے بھی روانگی ہلدور کا  
 قصد کیا بلکہ توپ اور ہر کو روانہ بھی کی۔ مجھ صدر اسین اور ڈپٹی صاحب نے مکان  
 تحصیل کو بند کر کے اور پانچ سات آدمی جو ہمارے ساتھ تھے ان کو لے کر اور  
 ہتھیار بندوق سے راستہ ہو کر اس دھیان میں ہو بیٹھے کہ اب احمد اللہ خاں  
 بجنور میں آتا ہے جہاں تک ممکن ہو گا ہم اس سے لڑیں گے آخر کار مارے جاویں  
 گے اور جس قدر خطوط اور کاغذات از طرف حکام انگریزی درباب انتظام ضلع  
 ہمارے پاس آئے تھے اور جتنی روپوں کہ ہم نے یہاں سے روانہ کی تھیں اور  
 ان کی نقلیں ہمارے پاس موجود تھیں ان سب کو ہم نے بنظر دور اندیشی جلا دیا  
 تمام شہر بجنور میں بھگی پڑ گئی بہت سے آدمی گنگا کے کنارے اور دو گنگ<sup>۱۰</sup>  
 میں جا بیٹھے اور ایک تلامع عظیم بجنور میں برپا ہو گیا۔ اس عرصہ میں مسلمانان بجنور  
 جمع ہو کر چودھری زندھیر سنگھ پاس گئے اور کہا کہ اگر تم چلے جاؤ گے تو قبیلہ لٹ  
 جاوے گا تم بدستور مورچہ پر چلو اور ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ چودھری  
 زندھیر سنگھ نے اس بات کو قبول کیا اور مورچہ پر آئے اور توپ بھی پھیر لائے  
 چودھری جودھ سنگھ بھی وہاں آگئے اور تینوں چودھری مع مسلمانان بجنور اور

۱۰ اب مقامی لوگ اس کو دو بنگ بولتے ہیں۔



جس قدر آدمی چودھریوں کے ساتھ تھے شام تک مورچہ پر موجود رہے مگر احمد اللہ  
خاں اس روز بجنور میں نہ آیا اور بمقام بسی کوٹلہ اس نے مقام کیا۔

## ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا بجنور سے ہلدور کو جانا

رات کے وقت چودھری رندھیر سنگھ نے ہم سے کہا کہ میرا ارادہ یہاں کے  
قیام کا نہیں ہے اور چودھریاں بجنور بھی جانے والے ہیں تمہارا رہنا یہاں مناسب  
نہیں ہے بہتر ہے کہ تم بھی آج ہی رات کو ہلدور چلے جاؤ چنانچہ ڈپٹی صاحب  
اور صدر امین اخیر رات کو بجنور سے روانہ ہوئے اور صبح ہونے جو بیسویں اگست  
۱۸۵۷ء کو ہلدور میں پہنچے۔

## چودھری پرتاب سنگھ کا پانچ ہزار روپیہ نینی تال کو بھیجنا

ہم سے تھوڑی دیر پہلے چودھری بدھ سنگھ نگیٹہ سے ہلدور آچکے تھے وہاں  
ہماری اور ان کی ملاقات ہوئی۔ چودھری پرتاب سنگھ صاحب نے تاجپور سے  
منجملہ مبلغان مطلوبہ جناب صاحب کمشنر بہادر پانچ ہزار روپیہ  
ص ۹۹ حسب تفیش ذیل آپس میں جمع کر کے معرفت راجہ صاحب کاشی پور روانہ  
نینی تال کئے۔

۱۵۰۰

۱۵۰۰

۱۰۰۰

۱۰۰۰

۵۰۰۰

چودھری رندھیر سنگھ صاحب

چودھری پرتاب سنگھ صاحب

چودھری امراؤ سنگھ صاحب

چودھری لیکھراج سنگھ نہڑوالہ

۲۴۰

# چودھری بدھ سنگھ کا واسطے لائے چودھری زندھیر سنگھ کے بجنور کو جانا

علی الصباح ۲۴ اگست ۱۸۵۷ء کو چودھری بدھ سنگھ مع قدر سے جمعیت  
کے ہلدور سے روانہ بجنور ہوئے تاکہ چودھری زندھیر سنگھ کو ہلدور لے آویں۔

## احمد اللہ خاں کانگینہ کو جانا اور بشوئیوں کو مارنا اور بشوئی سرائے کو ویران کرنا

اورادھرا احمد اللہ خاں کانگینہ کے خالی ہونے کی خبر ملی اور سب مسلمانوں نے  
جو کہ اس کے ساتھ تھے یہ بات چاہی کہ اول بشوئیوں کانگینہ سے بدلہ لیا جائے جنہوں  
نے رام دیال سنگھ کے وقت میں مسلمانوں پر اور ان کے ننگ و ناموس پر زیادتی  
کی ہے اور جس فساد کے سبب لوگ محمدی جھنڈے میں جمع ہو گئے تھے۔ اس لئے  
احمد اللہ خاں نے کانگینہ کا جانا مقدم سمجھا اور قصد بجنور کو ملتوی کر کے جانب کانگینہ  
مع فوج کے روانہ ہوا اور جبکہ وہاں جا پہنچا اور بشوئی سرائے کے غارت کا ارادہ کیا  
شیخ نجف علی رئیس کانگینہ نے احمد اللہ خاں کو اس بات سے منع کیا۔ مینڈھو خاں  
پسر نتھو خاں نے شیخ نجف علی کو گالی دی اور بندوق مارنے کو اکھائی مگر اور  
لوگ درمیان میں آ گئے۔ اتنے میں خبر آئی کہ بشوئی سرائے میں بشوئیوں نے ایک  
سوار اور دو پیادوں کو مار ڈالا۔ اس خبر پر بشوئی سرایہ پر توپ لگا دی اور گولہ  
مارنے شروع کئے۔ تمام بشوئی مع زن و بچہ بھاگ نکلے۔ پانچ چھ آدمی  
مارے بھی گئے اور بشوئی سرائے دو دن تک خاطر خواہ لٹی اور تمام گھر اور  
بچے بچے مکانات بشوئیوں کے سب پھونک دیئے گئے۔ ایک گھر بھی جلنے سے



باقی نہیں رہا۔ مشہور ہے کہ کل لڑائیوں اور فسادوں میں بادل بنی مارے گئے۔

## احمد اللہ خاں کا میر تراب علی کے قتل کو حکم دینا اور پھر جان بخشی کرنی

اس کے بعد احمد اللہ خاں نے سید تراب علی تحصیل دار کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اور ان کی تلاش کو آدمی دوڑے مگر مولوی محمد علی رئیس نگیہ نے ان کو چھپا لیا اور میرا شرف علی اور مولوی محمد علی خود احمد اللہ خاں (کے) پاس گئے اور سید تراب علی کو غریب پر دیسی سید کہہ کر اور طرح بہ طرح کی خوشامدی کر کر ان کی جان بخشی چاہی جو کہ احمد اللہ خاں وغیرہ سب پٹھان تھے اور سید کا قتل کرنا یہ لوگ برا سمجھتے ہیں اس لئے سید تراب علی کی جان بخشی کی مگر مولوی محمد علی سے حاضر ضامن لکھوائی اور دروازہ مکان پر پہرہ جات بہ جہمت نگہبانی تعینات کئے۔ چھبیسویں تک احمد اللہ خاں کا مع تمام لشکر اور ہمراہیوں کے نگیہ میں مقام رہا۔

## احمد اللہ خاں وغیرہ کا نہپور کو جانا

چھبیسویں اگست کو مارے اور شفیق اللہ خاں اور احمد اللہ خاں نے بہاراہ چڑھائی ہلدور کے نگیہ سے جانب نہپور کوچ کیا اور چودھری زندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ مع اپنی جمیعت ہمراہی اور ضرب ہائے توپ کے بجور سے ہلدور میں پہنچے۔

## ہلدور کی پہلی لڑائی چودھریوں کی شکست اور ہلدور کا چلنا

علی الصباح ستائیسویں تاریخ روز پنجشنبہ کو چودھری زندھیر سنگھ اور

چودھری بدھ سنگھ اپنی تمام سپاہ کو ساتھ لے کر نقار بجانے اور نشان اڑاتے  
 مع دو ضرب توپ اور چند جزائل کے بہت بڑی شان اور شوکت سے واسطے  
 مقابلہ کے روانہ ہوئے اور نہپور سے احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماٹے  
 مع اپنے لشکر کے ہلدور پر چڑھے موضع بھروٹی اور بیگراج پور کے درمیان  
 بان ندی پر طرفین کا مقابلہ ہوا دو توپیں چودھری صاحبوں کی طرف سے  
 چھوٹیں نواب کے سواروں نے حملہ کیا اور گنوار جو غول کے غول چودھری  
 صاحب کی طرف سے جمع تھے بھاگے اور لڑائی شکست ہوئی۔ چودھری  
 صاحب بھی پس پا ہوئے اور دونوں توپوں کو لے کر ہلدور داخل ہوئے۔  
 ہلدور کے چاروں طرف پہلے سے خندق کھدی ہوئی تھی اور دمدم بنا ہوا تھا  
 اور چاروں طرف ناکہ بندی ہو رہی تھی اور مورچہ لگے ہوئے تھے۔ جب  
 چودھری صاحب اور ان کا تمام لشکر جو ساتھ بھاگا آتا تھا ناکہ ہلدور میں  
 داخل ہو گیا تب چودھری صاحب پھر کے اور توپوں کو مورچوں پر لگا کر  
 اور دمدم کی آڑ میں کھڑے ہو کر باڑیں مارنی شروع کیں۔ سرکاری رجنٹوں  
 کے چند سواروں نے جو نواب کی فوج میں تھے مع اپنے ہمراہیوں کے جن کو  
 انہوں نے منتخب کر لیا تھا مورچہ پر ہلہ کیا اور باد صفت تنگی اور قلب ہونے  
 ناکہ کے اندر گھس گئے اور پچاس ساٹھ آدمی چودھری صاحبوں کے مارے گئے  
 مرنے والے گوبند سنگھ کا زندہ کل چودھری پر تاب سنگھ کا اسی ناکہ پر بہت دلاوری  
 سے مارا گیا۔ اس وقت چودھری صاحبوں نے قیام اپنا ناکہ مورچہ پر بھی مناسب

۱۵ دمدم: چار دیواری جو قلعہ کے ارد گرد بناتے ہیں۔ یہ لفظ فارسی ہے۔ دوسرا  
 لفظ دمدم عربی ہے جس کے معنی ہلاک، زلزلہ، غصہ، عذاب کے آتے ہیں۔



نہ جانا اپنی تینوں توپوں کو ناکہ مورچال پر سے لے حویلی کو روانہ ہوئے تو ان سواروں نے تعاقب کیا۔ چودھری صاحبان تو حویلی میں بخیریت پہنچے مگر ان کی دو توپیں جو بہت عمدہ سرکاری میگزین (میگہ زین) کی تھیں اور لارڈ ایک صاحب بہادر سپہ سالار انگلشیہ نے نواب احمد بخش خان والی فیروز پور کو عنایت کی تھیں اور نیلام اسباب شمس الدین خاں کے وقت چودھری صاحب ہلدور نے خرید کی تھیں چھین لیں اور ناکہ کے باہرے گئے اور ایک

۱۵ نواب شمس الدین احمد خاں کے والد نواب احمد بخش خاں جلیل القدر فرد، اور ایک عمدہ کمانڈر تھے۔ اور ریاست کی تاسیس ان کی سعی بلیغ کا نتیجہ تھی۔ لارڈ ایک کے دست راست تھے ان کو فیروز پور جھڑکی کی ریاست ملی تھی۔ اور سے پرگنہ لوہارو ملار نواب کی بہن مرزا غالب کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ خاں قلعہ داراگرہ کو بیاہی تھی۔ نواب مذکور کی دو بیویاں تھیں ایک سے شمس الدین احمد خاں تھے۔ دوسری سے نواب امین الدین احمد خاں اور نواب ضیاء الدین احمد خاں تھے۔ نواب موصوف نے ۱۸۲۶ء میں فیروز پور جھڑکی کی مسند شمس الدین احمد خاں کے سپرد کی۔ لوہارو دوسرے صاحبزادوں کو دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء میں وفات پائی۔

شمس الدین خاں لوہارو پر بھی تصرف کرنا چاہتے۔ اس بنا پر عدالت میں ہر دو طرف سے کش مکش ہوتی رہی۔ ۱۸۳۲ء میں ولیم فریزر وہلی کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ ان سے پہلے سے احمد بخش خاں سے روابط تھے فریزر نے امین الدین خاں اور ضیاء الدین کی معاونت کی اور لوہارو ان کے ہی قبضہ میں رہا۔ اس واقعہ کا اثر نواب شمس الدین خاں نے لیا اور کریم خاں کے ذریعہ ۲۲ مارچ ۱۸۳۵ء کو گوئی سے ان کا کام تمام کر دیا۔ ان پر مقدمہ چلا (باقی اگلے صفحہ پر)

قدیمی لوہے کی موردنی توپ چودھری صاحبوں کی جو ناکہ پر تھی اور کڑھ خاں اس کا نام تھا اس کو چند گنواروں نے پھر پیر سے اکھاڑا اور کندھوں پر رکھ بغل میں داب جوہلی میں لا داخل کی۔ جوہلی کے دروازہ بند ہو گئے اور ہر ایک شخص اس کے منتظر رہا کہ کب نواب آوے اور جوہلی میں محصور ہیں کب ان کو مارے۔ اس عرصہ میں گولہ اندازان نواب نے ایک توپ جانب مشرق اس مکان کے مقابل جس میں میں اور ڈپٹی صاحب مقیم تھے آگائی اور گولہ مارنے شروع کئے۔ باوجودیکہ بہت بڑا مکان نشانہ پر تھا مگر وہ گولہ انداز ایسے کامل اور استاد اپنے فن کے تھے کہ ایک گولہ بھی اس مکان پر نہ لگا جس قدر سوار نواب کے کنارہ شہر سے ناکہ کے اندر گھس آئے تھے وہ سب دونوں توپیں نے کر ناکہ کے باہر چلے گئے اور صفیں آراستہ کئے ہوئے دمدمہ اور خندق ہلدور کے باہر کھڑے رہے یقینی کہا جاسکتا ہے کہ کوئی آدمی بھی سپاہ نواب کا شہر میں نہیں رہا مگر دفعتاً ہلدور کے مکانات میں آگ لگنی شروع ہوئی بلاشبہ چھپی اور علوانیان ساکنان ہلدور نے جو مسلمان ہیں ہندوؤں کے مکانات ہیں آگ لگائی کیونکہ ان سے اور چودھریان ہلدور سے درباب خانہ کرایہ اور تعمیر مسجد اور دیگر امور کے قدیمی عداوت چلی آتی تھی یہاں تک کہ تمام مکانات ہندوؤں کے جلنے شروع ہو گئے اور دس بارہ آدمی قوم ہندو مارے بھی گئے اور ہلدور کے چاروں

(بقایا حاشیہ ۲) آخرش ۱۸۳۵ء کو ان کو کشمیری دروازہ کے باہر پھانسی دی گئی۔ ان کی نقش لٹکے ہی مغرب رخ ہو گئی۔ نماز جنازہ حضرت شاہ محمد اسحق نے پڑھائی (سرکشی بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق ص ۳۰)



کونوں میں اس قدر آگ روشن ہوئی کہ رستہ آمد و رفت کو چوں کا بند ہو گیا اور نواب کی فوج جو باہر کھڑی تھی اس کو بھی قابو ہلدور کے اندر گھسنے ص ۱۰۲ کا نہ ملا۔ بہت دیر تک وہ فوج آراستہ کھڑی رہی جب یہ جانا کہ آگ ایسی بھڑک گئی ہے کہ کئی دن تک نہ بجھے گی تب چار بجے کے بعد احمد اللہ خاں مع اپنے تمام لشکر کے بہ ارادہ قیام چھا لور فانی ہوا۔ رستہ میں موضع پھر پاپور کو پھونک دیا۔ اس عرصہ میں اس کو خبر پہنچی کہ بجنور بالکل خالی ہے۔

## احمد اللہ خاں کا بجنور میں آنا، چودھریان بجنور کا گنگا پار جانا

اس نے بجنور کے قیام کا ارادہ کیا اور کچھ سوار اور پیدل لے کر تھینا ڈھائی تین ہزار آدمی کی جمعیت سے گیارہ بجے رات کے بجنور میں داخل ہوا جس وقت کہ ہلدور پر لڑائی ہو رہی تھی تو چودھری جودھ سنگھ صاحب بھی دو تین کوس کے فاصلہ پر لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب ان کو یقین ہو گیا کہ ہلدور کی شکست ہو گئی اور ساری ہلدور جل گئی وہ پھر کہ بجنور میں آئے اور یہ سب حال چودھری نین سنگھ صاحب سے کہا اور دونوں چودھری صاحب مع اپنے رشتہ مندوں کے بجنور سے چل دیئے اور کشتیوں پر بیٹھ کر گنگا پار ہوئے۔ احمد اللہ خاں نے بجنور پہنچ کر ہر چند تلاش کیا مگر پتہ نہ لگا۔

## چودھری پرتاب سنگھ کا کانٹ کو جانا

احمد اللہ خاں اور ماڑے کا ارادہ تھا کہ ہلدور فتح کر کے تاج پور

پر چڑھائی ہوگی اور نہ پور میں منادی ہوئی تھی کہ ہلدور اور تاجپور کی لوٹ  
 معاف ہے۔ جب خبر شکست ہلدور اور مارے جانے کو بند سنگھ اپنے  
 کارندہ کی چودھری پر تاب سنگھ کو پہنچی وہ بھی گھبرائے اور جانا کہ کل  
 ہی دن میرے لئے ہے۔ اسی وقت چودھری پر تاب سنگھ تاجپور سے کانٹھ  
 کانٹھ کو چلے گئے تاج پور بھی خالی ہو گیا تھا اگر کچھ فوج احمد اللہ خاں تاجپور  
 بھیج دیتا تو اسی وقت اس پر قابض ہو جاتا۔

## ہلدور میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور جو گھر باقی

رہے تھے ان سب کا جلنا

ہلدور سے احمد اللہ خاں کے چلے جانے کی بڑی خوشی ہوئی اور سب  
 کی جان میں جان آئی اور خدا خدا کر کے شام کی اور جوں توں کہ کے رات  
 بسر کی۔ رات کے وقت جو آدمی چودھری صاحبوں کے بھاگ گئے تھے وہ  
 بھی آگے اور ایک غول پھینٹ والوں کا بھی آگیا اور قریب تین ہزار آدمی  
 کی جمعیت پھر ہلدور میں جمع ہو گئی۔ اٹھائیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو روز جمعہ  
 مطابق ساتویں محرم ۱۲۷۷ ہجری کے قبل طلوع آفتاب چودھری صاحبوں  
 نے تمام رستہ ہلدور کے گھیر لئے اور جس قدر مسلمان حلوائی اور چھپی اور کہار  
 وغیرہ ہلدور میں دستیاب ہوئے سب کو برابر قتل کر دیا اور بہت سی  
 عورتیں گرفتار ہو کر کوٹھے میں قید کی گئیں اور کچھ عورتیں بھی اتفاقاً ماری  
 گئیں اور کچھ مرد اور کچھ عورتیں اور بچے زخمی بھاگ بھاگ کر چاند پور پہنچے  
 جو حلوائی اور چھپی مفسد اور حرام نادہ تھے اور غالباً انہوں نے بھی  
 اس روز ہلدور میں فساد کیا تھا اور آگ لگائی تھی اسی روز مع اپنے



اہل و عیال کے احمد اللہ خان ساتھ چلے گئے تھے یہ وہ لوگ تھے جو اپنے تئیں بے قصور سمجھ کر ہلدور میں رہ گئے تھے۔ غرض کہ شام تک ان لوگوں کا برا بھلا نہ رہا اور جس قدر گھر مسلمانوں کے وہاں موجود تھے وہ سب جلادیتے گئے اور ان کے ساتھ ہندوؤں کے بھی بہت سے گھر جوتیج میں آگئے جل گئے اور ہلدور کا یہ حال ہو گیا کہ بجز دو بچی حویلیوں کے کوئی گھر جلنے اور خراب ہونے اور لٹنے سے باقی نہیں رہا پھونس کا نام ہلدور میں سے جاتا رہا یہاں تک کہ اگر کوئی چڑیا ایک پھونس کا تنکا اپنا گھونسلہ بنانے کو قرض مانگتی تو بھی نہ ملتا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اس قدر عداوت ہو گئی کہ چند آدمی جو اتفاقاً ہلدور میں وارد تھے وہ بھی مارے گئے گتوار بجوڑی پکار پکار کر ہم لوگوں اور ڈپٹی صاحب کی نسبت صاف صاف کہتے تھے کہ گویہ لوگ چودھریوں سے ملے ہوئے ہیں مگر مسلمان ہیں ان کو بھی مار ڈالنا چاہئے مگر چودھری زندہ ہیر سنگھ نے ہماری بہت حفاظت کی اور کہلا بھیجا کہ دروازہ مضبوط بند کر کے اندر بیٹھ رہو اور کسی اپنے نوکر کو بھی باہر نہ نکلنے دو ایسا نہ ہو کوئی مار ڈالے اس سبب سے تین روز تک ہم کو ہلدور میں پانی اور کھانے کی بہت تکلیف رہی۔

## ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا ہلدور سے روانہ ہونا

جب یہ حال ہوا تو پھر ہم نے اپنا قیام ہلدور میں بھی مناسب نہ جانا اور تمام ضلع میں کوئی اور ایسی جگہ بھی نہ تھی جہاں ہم رہ سکتے اس مجبوری سے ضلع کا چھوڑنا ضرور پڑا۔ انیسویں تاریخ کا دن جس طرح ہو سکا ہم نے ہلدور میں بسر کیا گیارہ بجے رات کے ہم پیادہ پا وہاں سے نکلے اور نہایت مشکل اور تباہی سے راستہ کاٹا۔ صبح ہوتے ہم لوگ مع ڈپٹی صاحب اور متفرد اس

اور بانٹنے رائے خزانچی کے قریب موضع بیجینیاں کے پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ بیجینیاں پہنچنا  
میں بہت لوگ ہمارے لوٹنے اور مارنے کو جمع ہیں اس لئے اس راہ کو چھوڑنا ضرور  
پڑا اور پلانہ کا راستہ اختیار کیا۔

## موضع پلانہ میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر پورش ہوتا

جب موضع پلانہ کی سرحد میں پہنچے، دو گھنٹہ دو ہزار گنوار مسلح ہم پر دوڑے۔  
اور ہمارے لوٹنے اور قتل کا ارادہ کیا۔ مسیٰ بخشی سنگھ پدھان موضع پلانہ نے  
مجھ کو اور ڈپٹی صاحب کو پہچانا اور ان گنواروں کو روکا اور خود ساتھ ہو کہ  
بحفاظت تمام اپنے گاؤں کی سرحد سے نکال دیا۔ جب کہ ہم موضع کھیرٹی میں  
پہنچے تو وہاں کے زمینداروں نے ہماری بہت خاطر کی اور ہم کو پانی اور دودھ  
پلایا اور ہر طرح سے ہماری اطاعت کی اور چند آدمی ساتھ ہوئے تاکہ چاند پور  
تک پہنچا دیں۔

## چاند پور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر پورش ہوتا

چاند پور میں اس سے زیادہ مصیبت ہماری قسمت میں لکھی تھی کہ جب ہم  
قریب دروازہ چاند پور کے پہنچے اور بد معاشان مسلمانان چاند پور کو ہمارے  
آنے کی خبر ہوئی، دو گھنٹہ محملہ تیار پارٹہ میں ڈھول ہوا اور صد ہا آدمی تلوار اور  
گنڈا سہ اور طمچہ اور بندوق لے کر ہم پر چڑھ آئے ہمارے مارے جانے میں  
کچھ شبہ باقی نہ تھا مگر فی الفور میر صادق علی رئیس چاند پور ہماری مدد کو  
پہنچے اور اپنے رشتہ داروں اور ملازموں کو ساتھ لے کر ان مفسدوں کو  
روکا، اس عرصہ میں اور بہت سے آدمی شہر کے ہماری اعانت کو آئے اور



ان بد ذاتوں کے ہاتھ سے — ہم کو بچا لیا اور میر صادق علی ہم کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں امن و یار و دوسرے روز خود ساتھ ہو کر موضع چچولہ تک پہنچا دیا وہاں سے ہم بچھراؤں گئے اور وہاں سے عرضی مفصل سرگزشت کی بحضور حکام لکھی اور چند روز بسبب بیماری کے مقام کر کے ڈپٹی صاحب براہ خورجہ بعد پہنچانے اپنے اہل و عیال کے اور میں صدر امین سیدھا بمقام میرٹھ بحضور حکام عالی مقام حاضر ہوئے۔

## رائے اس باب میں کہ ضلع میں اس تازہ فساد ہونے کا کیا سبب ہوا

جب یہ فساد ہوا تو انتظام ضلع کا ہمارے ہاتھ میں تھا۔ اس سبب میں نہایت نامناسب سمجھتا ہوں اگر اس قدر جلد ضلع میں فساد ہونے کا سبب نہ بیان کروں۔ میری رائے میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر سرکاری فوج ضلع میں نہ آتی تو اسی طرح کا فساد ضرور ضلع میں ہوتا مگر جس قدر جلد کہ اب ہوا اس کا <sup>۱۰۵</sup> باعث صرف فساد نگیتہ ہے۔ حکام انگریزی کے احکام آنے اور بیسوں کے نام خطوط اور پرواسجات جاری ہونے سے جن کا حال اوپر بیان ہو چکا کچھ شک نہیں ہے کہ سب کے دلوں پر سرکار کا خوف ہو گیا تھا اور ہم نے جو اشتہارات اور منادی سرکار کے نام سے تمام ضلع میں کی یہاں تک کہ خاص نجیب آباد میں بھی سرکار کے نام سے منادی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر دھرم پورہ تک تشریف لائے سب کو یقین ہو گیا تھا کہ اب سرکاری فوج اور حکام جلد ضلع میں تشریف لادیں گے جب ہم نے ضلع کا اہتمام اٹھایا تو مسلمانوں نے اس بات کا یقین کیا کہ جو زیادتیاں ہندوؤں نے بروقت فتح شیرکوٹ و بجنور

مسلمانوں پر کیس وہ اب نہیں ہونے کیس اور نہ مسلمان ہندوؤں پر زیادتی کر سکیں گے بلکہ جیسا قاعدہ سرکاری عدالت کا تھا اسی طرح پر انتظام اور کام ہو گا اور ہمارا دل بھی یوں ہی چاہتا تھا کہ اسی طرح پر ہو مگر ہم محض بے قابو تھے اور درحقیقت ہمارا کچھ بس اختیار نہ تھا جو لوگ کہ ہماری مدد کو تھے وہ ہمارے تابع نہ تھے بلکہ خود رانی سے کام کرتے تھے ہماری بات بھی اگر مانتے تھے تو وہی بات مانتے تھے جو کہ پہلے سے ان کے دل میں کرنی ہوتی تھی۔ ہمارے مددگاروں کے جو لوگ تابع اور مددگار تھے وہ خود ان کی نہ مانتے تھے جن کے تابع تھے ہم نہ درکنار رہے جو بات کہ ہماری خلاف مرضی اور برعکس ہماری رائے کے غلطی میں ہونے کو۔۔۔ ہوتی تھی ہم اس کے روکنے کا اور بند کرنے کا کچھ قابو نہ رکھتے تھے۔ ہم خوب سمجھتے تھے کہ نگینہ میں توپ کے سانچہ پر فساد ہو گا اور اول تو ہمارا ہرگز رائے نہ تھی کہ بالفعل اس سے کسی طرح کا مواخذہ کیا جائے اس لئے کہ سردست وہ کسی کام کا اور کسی طرح مضرت رسا نہ تھا اس سے آئندہ امید مضرت رسائی کی تھی اور اگر بالفرض آدمی نگینہ پر چلے بھی گئے تھے تو جس وقت رئیسان نگینہ نے مردمان اور سپاہیان نجیب آباد کو نگینہ سے رخصت کر دیا تھا اور سب لوگ نجیب آباد چلے گئے تھے اس وقت رام دیال سنگھ کا رہنا پورنی میں نہایت نامناسب اور بنیاد فساد کی تھا۔ فی الفور رام دیال سنگھ کو واپس آنا چاہئے تھا۔ ہم نے حقانہ وار نگینہ میں بھیجا تھا اور مولوی قادر علی <sup>۱۰۶</sup> تحصیل دار کو واسطے بھیجنے نگینہ کے بلایا تھا ہم صرف رئیسوں کی معرفت وہاں کا انتظام کر لیتے مگر ہر چند ہم نے کہا کہ رام دیال سنگھ کو واپس بلانا چاہئے مگر افسوس ہے کہ ہماری یہ بات وہ کبھی جس کا ہمارے مددگاروں کے دل میں پہلے سے اس کا کرنا نہ تھا۔ بشو میان نگینہ جو قدیمی مفسد اور شورہ پشتہ ہیں



زیادہ تر مفدہ کے باعث ہو گئے اور نگینہ میں فساد کروا دیا مسلمانوں نے دیکھا کہ بدستور ہندو مالک اور حاکم ہیں اور ہندو جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مارتے ہیں جیسا کہ نگینہ میں پیش آیا اکثر آدمی نجیب آباد چلے گئے نواب نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر محمدی جھنڈا کھڑا کر دیا اور دفعتاً ضلع میں فساد برپا ہو گیا اور مذہبی لڑائی قائم ہو گئی۔

## چاندپور میں ڈپٹی صاحب اور صدرائین پر بلوہ ہونے کا سبب

چاندپور میں جو ہم پر آفت پڑی گواصلی منش اس کا یہی تھا کہ ہم سرکار کے شیر خواہ اور طرف دار تھے اور علامہ سرکار کی طرف داری کر کے انتظام ضلع کا اٹھایا تھا لیکن اس قدر عام بلوے کے ہمارے پر ہونے کا یہ سبب تھا اور بلوائی پکار پکار کر کہتے تھے کہ چودھریوں سے سازش کر کے نگینہ میں مسلمانوں کو مروا دیا اور لوگوں کی جو ردیٹی کی بے عزتی کر دائی اور ہلدور میں اپنے ساءتے مسلمانوں کو ذبح کر دیا اب ہم زندہ چھوڑیں گے! چنانچہ یہ سب باتیں ہم اپنے کان سے سنتے تھے اور ہلدور سے علوانیان اور چھپپوں کے زخمی مرد اور عورتیں اور بچے جو بچ کر بھاگے تھے وہ کھوڑی زیر پہلے ہم سے چاندپور میں پہنچ چکے تھے ان کا حال دیکھ کر زیادہ تر لوگ ناراض ہو رہے تھے کہ ہم بے گناہ دفعتاً وہاں جا پہنچے۔ فہمیدہ آدمی تو سمجھ گئے کہ یہ کام انہوں نے نہیں کیا مگر جاہل لوگوں نے نہ مانا غرض کہ ہماری رائے میں یہ ہے کہ جس طرح ہم چاہتے تھے اگر سب لوگ ہماری رائے پر کام کرتے تو بلاشبہ ہفتے عرصہ تک ضلع ہتھما رہتا کہ یا سرکاری فوج ضلع میں آ جاتی یا لوگوں کو

سرکاری فوج آنے سے بالکل توقع جاتی رہتی۔

## ہلدور کی دوسری لڑائی اور چودھریوں کی شکست

ہمارے جانے کے بعد چودھری صاحبان ہلدور پھر جمعیت اکٹھا کرنے کی فکر میں پڑے اور اپنی حویلی کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔ چنانچہ بہت سے آدمی ہلدور میں جمع ہو گئے اور احمد اللہ خاں اور مارٹے بمقام بجنور مقیم رہے۔ تیسویں اگست ۱۸۵۷ء روز یکشنبہ مطابق نوین محرم ۱۲۷۵ ہجری ۱۲۷۵ء کو احمد اللہ خاں اور مارٹے نے ہلدور پر بڑھائی کی اور سوتی جمعیت سنگھ رئیس بجنور اور لالہ خوب چند وکیل صدر امینی بجنور کو جو زمانہ سابق میں کا ندھ چودھریاں ہلدور تھا ساتھ لیا کہ اول جا کر صلح اور صفائی کروادیں اور پھر سے لشکر احمد اللہ خاں کا ہلدور پر روانہ ہوا اور جب چودھری پر تاب سنگھ تاج پور سے (کانٹھ) چلے گئے تھے تو (کانٹھ) والوں نے کچھ اپنی جمعیت اور ایک ضرب توپ تاج پور میں واسطے حفاظت مکانات چودھری پر تاب سنگھ کے بھیج دی تھی اور وہ تاج پور میں موجود تھی چنانچہ تاج پور سے ایک گروہ مع اس توپ کے واسطے کمک چودھریاں ہلدور کے مع نرائن سہائے روانہ ہوا تھا اور وہ متصل ہلدور پہنچ گیا تھا اور ایک باغ میں متصل ہلدور مورچہ لگایا تھا جب احمد اللہ خاں کا لشکر ہلدور کے قریب پہنچا تو بلدیہ کی بھوڑ پر لشکر ٹھہرا اور وہ دونوں آدمی ہلدور میں چودھری صاحبان پاس گئے مگر کوئی صورت صفائی کی نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد جب ان دونوں آدمیوں کے واپس آنے میں دیر ہوئی تب احمد اللہ خاں نے ہلدور کو گھیر لیا اور تاج پور والے غول سے مقابلہ کر کے اس کو بھگا دیا اور



کانٹھ والی توپ چھین لی رسوقی جمعیت سنگھ اور لالہ خوب چند ہلدور میں سے  
 نکل کر چلے گئے اور ہلدور پر لڑائی شروع ہوئی جس قدر آدمی کہ چودھری  
 صاحبوں کے پاس تھے وہ حویلی میں محصور ہو گئے اور اندر سے بند و قفل ماری  
 شروع کیں احمد اللہ خاں کے گولہ اندازوں نے ہر چند کئی طرف سے مورچہ لگائے  
 مگر کوئی موقع ایسا ان کے ہاتھ نہ آیا کہ حویلی کی دیوار گولے سے ٹوٹ سکے  
 اور بدوق تلوار کچھ کام نہ کرتی اس لئے بہت دیر تک گولے چلتے رہے اور  
 احمد اللہ خاں کے چند آدمی حویلی کے دروازوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے  
 مارے گئے جب حویلی ٹوٹ نہ سکی تو احمد اللہ خاں نے وہاں سے کوچ کر کے  
 نہتہر میں مقام کیا اور دوسرے روز اکتیسویں اگست ۱۸۵۷ء مطابق دسویں  
 محرم ۱۲۷۴ ہجری کو بھی وہیں مقام رہا یکم ستمبر کو نہتہر سے جانب بجنور کوچ  
 کیا اور رستہ میں موضع نانگل کو جہاں زمانہ مقابلہ شیر کوٹ میں کئی سپاہی  
 صاحب نواب کے مارے گئے تھے لوٹ لیا اور جلا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا

## چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کا مع اہل و عیال ہلدور سے جانا

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے اب رکھنا اپنے  
 اہل و عیال کا ہلدور میں مناسب نہ جان کر دونوں چودھری صاحب مع اپنے  
 تمام اہل و عیال کے ہلدور سے پھینے چلے گئے اور صرف چودھری بدھ سنگھ  
 ہلدور میں مقیم رہے اور بعد پہنچانے اپنے اہل و عیال کے پھینے میں چودھری  
 بدھ سنگھ پھر ہلدور کو واپس آئے اور چودھری مہاراج سنگھ تاج پور گئے  
 اور کانٹھ سے چودھری پر تاج سنگھ صاحب کو بلایا اور وہ دونوں مل کر

ہلدور میں آئے اور بعد مشورہ اور گفتگو کے دوسرے دن چودھری پر تاب سنگھ  
تاج پور کو چلے آئے۔

## جلال الدین خاں کی مختاری کی تجویز ہونی اور چودھریوں سے صفائی کی گفتگو

اس معرکہ کے بعد تمام ضلع میں نواب کی بے کھٹکے حکومت ہو گئی اور جملہ  
مشیرانِ نواب انتظام ضلع کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے قرار پائی کہ جملہ چودھریوں  
سے صفائی کی جاوے اور جلال الدین خاں نائب نواب اور مختار کل مقرر ہو۔  
جلال الدین خاں کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا سبب یہ تھا کہ احمد اللہ خاں سے  
سب چودھری بہت ناراض تھے اور اگر وہی کارکن رہتا تو چودھریوں سے  
سے صفائی ہونے میں وقت پڑتی۔ دوسرا یہ سبب تھا کہ ان دنوں میں  
ضرورت روپیہ کی بہت تھی اور احمد اللہ خاں کو روپیہ ملنا بہت دشوار  
تھا اور جلال الدین کو لوگ معتبر آدمی سمجھتے تھے اس کی معرفت سبیل روپیہ  
کی بھی بآسانی متصور تھی۔ چنانچہ مسودہ اقرار نامہ مختاری کل تحریر ہوا اور  
جملہ چودھریوں سے گفتگو اور پیغام سلام صفائی کے ہونے لگے اور سعد اللہ  
خاں مصنفِ امر وہ نے چودھریوں کے نام خطوط واسطے صفائی کے لکھے  
اور اس میں وعدہ لکھا کہ بعد تحریر ہو جانے اقرار نامہ مختاری کل کے میری  
معرفت سب کی صفائی ہو جاوے گی۔ سعد اللہ خاں نے جو خط اس باب  
میں چودھریوں کے نام لکھے اس کی نقل بجنسہ اس مقام پر  
لکھتے ہیں:



## نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھریاں در باب صفائی

نقل خط سعد اللہ خاں موسومہ چودھری رندھیر سنگھ و بدھ سنگھ و  
مہاراج سنگھ بلا اندراج تازیخ۔

چودھری صاحبان مشفق مہربانان و دوستان سلام اللہ تعالیٰ بعد شوق  
۱۰۹ ملاقات مسرت سمات کہ مزیدی بران مقصور نیست مشہور ضمیر محبت تنویر گردانید  
مے آید الحمد للہ والمنت کہ خیریت جا نبین حاصل نامہ محبت شمامہ بہت  
حکیم شجاع علی صاحب و سید امتیاز علی صاحب وصول آورده کاشف  
ما فیہا گردید۔ حال اینست کہ مختار نامہ کل معاملات از جانب ثواب  
صاحب بہا در بنام جلال الدین خاں صاحب بہا در قرار یافتہ است  
و مسودہ ہم تسطیر شدہ مگر تا این وقت صاف نگر دیدہ مہر بر آن نشدہ است  
تا وقتیکہ این معاملہ بظہور نہ رسد از این باعث در رسیدن این جانب نزد  
آن صاحبان تا مل است۔ لہذا بقید قلم مے آید کہ اگر این معاملہ تا دوپہر  
باجام رسید ضرور سوار شدہ در کرت پور شب باش خواہم شد و اطلاع بہ  
آن صاحبان خواہم رسانید زیادہ خیریت است و حکیم صاحب و سید  
امتیاز علی صاحب را نزد خود مقیم داشتہ ام و اگر امروز تصفیہ شدہ و دوسہ  
روز انتظار نمون تصفیہ ضرور است۔

## جلال الدین خاں کی مختاری کا التوا اور کونسل کا تقرر

مگر یہ انتظام موقوف رہا اس سبب سے کہ احمد اللہ خاں اس بندوبست  
سے بہت ناراض تھا اس لئے تمام افسران کو اپنے ساتھ بلا لیا تمام افسران

فوج نے احمد اللہ خاں سے عہد کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر محمود خاں تم کو بے دخل کرے گا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ لاجپار یہ بندوبست ملتوی رہا اور آپس کی صلاح سے ایک کونسل مقرر ہوئی کہ جو انتظام ضلع کا ہو کو نسل سے ہوا کرے۔ چنانچہ جو رو بکاری زانا محمود خاں نے اس معاملہ میں لکھی اس کی نقل سب سے اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

## رو بکاری نقر کونسل

رو بکاری محکمہ بہ اجلاس امیر الدولہ غیاث الملک ذوی القدر ثواب محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ واقع ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء جو کہ اس جانب نے سبب بد انتظامی ضلع بجنور کے محمد احمد اللہ خاں بہادر و محمد احمد یار خاں و محمد شفیع اللہ خاں و اخوندزادہ عبدالرحمن خاں و سید احمد شاہ کو بنظر رفاہ — خلائق اور واسطے انتظام مالی و ملکی ضلع بجنور کے اپنی طرف سے مختار کار عام مقرر کیا اور کل انتظام ضلع کا سپرد صاحبان مرقومہ بالا کے کیا تو ضرور ہے کہ جو معاملات بیچ انتظام ملک خواہ پرواسجات و چٹھیات و رقعہ جات یا اور کوئی امر متعلقہ نظامت و فوجداری اجرا پادشے تو بصلاح مشورۃ چلے صاحبان مرقومہ بالا کے تجویز ہو کر و بروے اس جانب پیش ہووے اور ایک عرضی بھی سب صاحبوں کی طرف سے مشعر باطلاع اتفاق رائے کے گذرئی چاہئے تو اس وقت ہونا حکم منظوری تجویز یا دستخط اس جانب بہت مناسب ہوگا لہذا حکم ہوا کہ

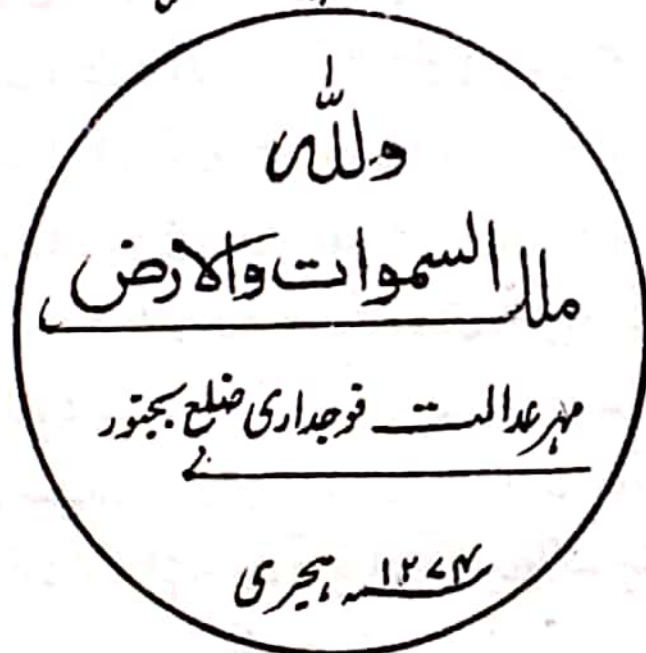
جو امر تجویز صاحبان مرقومہ بالا سے اجرا پادشے تو بالاتفاق سب



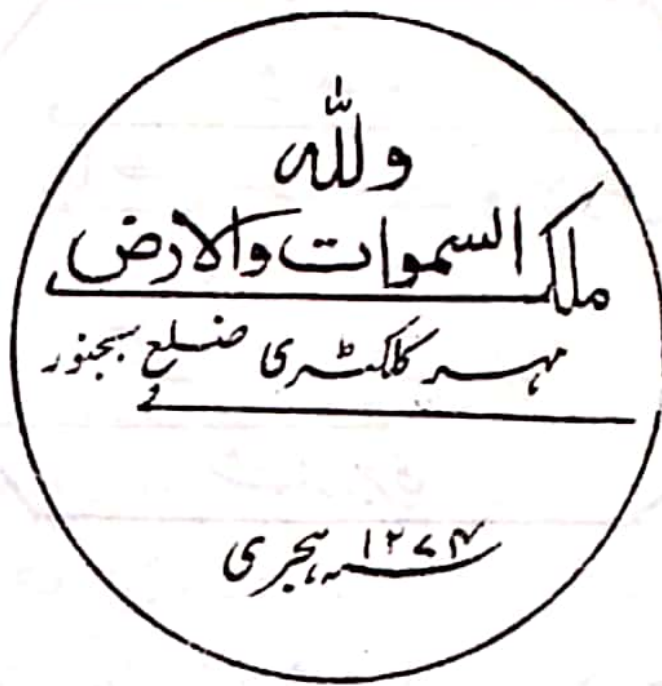
صاحبوں کے تجویز ہو کر مع قطعہ عرضی کے ہمارے رو برو پیش ہو تو جب دستخط اور حکم ہمارا ہو گا اور در صورت خلاف رائے صاحبوں کے کوئی امر تجویز کیا ہوا کسی کا قابل پذیرائی کے نہ ہو گا۔ اطلاعاً نقل رو بکار ہذا کی پاس ان پانچوں صاحبوں کے بھیجی جاوے، اصلی رو بکار سررشتہ میں رہے۔

## پچھری کے لئے مہروں کا بتا

اسی زمانہ میں نئی مہر میں فوجداری اور کلکٹری کی نامحفوظاں اور احمد اللہ غاں تے بنوائیں۔ ان مہروں پر الفاظ **وَلِلّٰهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** بڑھایا گیا اور بجائے سنہ عیسوی کے سنہ ہجری لکھے گئے۔ پہلی دفعہ جو مہر میں بنیں ان میں تو لفظ ضلع بجنور موقوف کر کے لفظ تحت حکومت نجیب آباد کھودا گیا چنانچہ ان مہروں کے نقشہ اس مقام پر ثبت ہیں۔

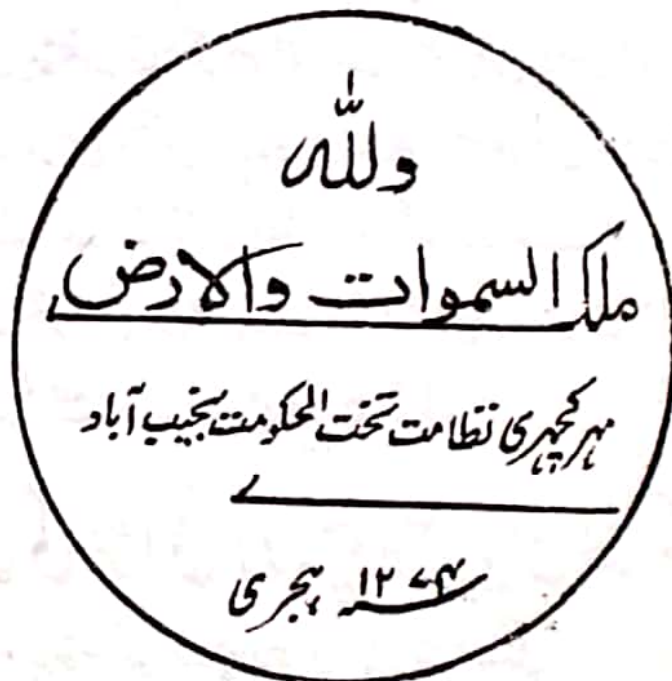


وَلِلّٰهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - مہر عدالت فوجداری ضلع بجنور ۱۲۷۴ھ ہجری

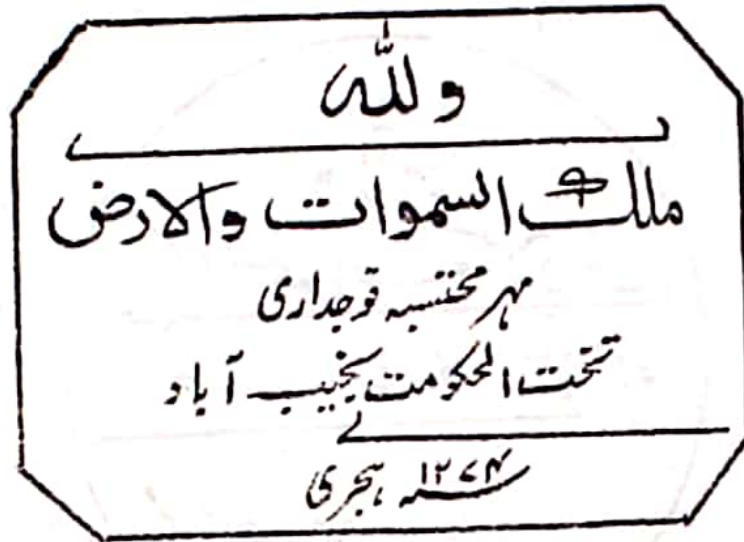


والله ملک السموات والارض - مهر کلکٹری ضلع بجنور ۱۲۴۲ ھ بمجرى

۱۲







## سعد اللہ خاں کا صفائی چودھریوں میں دخیل ہونا

اگرچہ کونسل مقرر ہونے سے جلال الدین خاں کی مختاری کئی ملتوی ہو گئی اور سعد اللہ خاں کا بنجہ بی اختیار نہ ہوا کیونکہ سعد اللہ خاں کا اختیار جلال الدین خاں کی مختاری پر منحصر تھا مگر پھر بھی سعد اللہ خاں بدستور چودھری صاحبوں کی صفائی کے معاملہ میں دخیل رہا اور واسطے درستی اس معاملے کے اور بلاتے چودھریوں کے سعد اللہ خاں بمقام نہٹور گیا اور سب چودھریوں کو بلایا اور پیغام بھیجا مگر کوئی ان میں سے نہ آیا۔ لاچار سعد اللہ خاں بلا حصول مطلب سو لہوین ستمبر ۱۸۵۷ء کو نلکینہ میں واپس آیا۔

## پکڑاؤلی کی لڑائی اور چودھریاں ہلڈر کی شکست

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے ارادہ کیا کہ پھر ایک دفعہ نواب سے مقابلہ کیا جائے اور اپنی برادری کو خطوط لکھے اور چودھری

پر تاب سنگھ سے بھی کمک چاہی، چنانچہ موضع پھینہ میں لام جمع ہوا اور چودھریاں  
 کانٹھ اور زائن سہائے مع جزائل چودھری پر تاب سنگھ کی طرف سے اور گلاب  
 سنگھ چکاری والا اور کچھ زمیندار پھینہ کے اور زمیندار دیہات کے  
 مکئی چودھری بدھ سنگھ صاحب کے پھینہ میں جمع ہوئے اور کچھ آدمی ہلدو  
 میں اکٹھے ہوئے اور یہ سارا لام جمع ہو کر بہ ارادہ چڑھائی بنجیب آباد روانہ  
 ہوا۔ احمد اللہ خاں نے یہ خبر سن کر کچھ فوج اپنی بمقام نگینہ اور کچھ فوج بمقام  
 کرت پور یہ ان سری شفیع اللہ خاں روانہ کی۔ اور ادھر سے چودھری صاحب اپنا  
 لام لے کر اٹھارویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو متصل پیر ادلی کے پہنچے اور طرفین میں مقابلہ  
 شروع ہوا۔ تھوڑی لڑائی کے بعد چودھری صاحب کی شکست ہوئی تمام گنوار  
 جو جمع ہوئے تھے بھاگ نکلے اور ایک موروثی توپ چودھریاں ہلدو کی جس  
 کا کٹرہ خان نام تھا مع تین جزائلوں اور دو گروں کے نواب کی فوج نے چھین  
 لئے اور چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ ہلدو رہتے ہوئے پھر پھینہ میں  
 پہنچے۔ اس فتح میں شفیع اللہ خاں کا بہت بڑا نام ہوا اور لقب بہادری اس کو  
 دیا گیا اور جنرل جمار بھی کہلانے لگا۔ چنانچہ اکثر کاغذات میں اس کا یہ  
 لقب دیکھا گیا۔

## چودھریوں سے پھر صلح کا پیام

اس لڑائی کے بعد احمد اللہ خاں اور اور نواب کے مشیروں نے چاہا کہ یا  
 حملہ چودھریاں کی بیخ کنی کر دی جاوے ورنہ وہ لوگ مقابلہ سے باز نہ آویں  
 گے اور ان کی طرف کا کھٹکار نہ ہو گا یا ان سے بخوبی صلح اور صفائی ہو جائے  
 چودھری صاحبان بھی در صورت طمانیت رفع نسا د چاہتے تھے، چنانچہ ادھر



سے چودھریوں نے بھی پیغام صلح بھیجے اور خطوط بھی لکھے جن کا حال یہ تھا کہ بسبب خوف بدسلوکی اور اندیشہ جان و آبرو کے حاضر نہیں ہو سکتے تھے ہر چند نواب کی طرف سے چودھریوں کی تشفی ہوتی تھی مگر ان کو طمانیت نہ ہوتی تھی اور اعتبار نہ آتا تھا۔ چنانچہ سعد اللہ خاں کے خط کی نقل جو بنام چودھری پرتاب سنگھ صاحب کے اس معاملہ میں بیسویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو تحریر ہوا بجنسہ لکھتے ہیں۔

## نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ در باب صفائی

نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور  
چودھری صاحب مشفق مہربان دوستان سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق  
صلیٰ! واضح ہو خط تمہارا پہنچا حال دریافت ہوا۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے  
ایام کچھ برے آگئے ہیں ورنہ ہرگز تم سے ایسی بات ظہور میں نہ آتی کہ تم مجھ سے  
اندیشہ کرتے ہو اور میں تم کو اپنے فرزند سے کمتر نہیں جانتا جبکہ تم کہتے میرے  
سے باہر ہو تو پھر کیا علاج کروں چاہئے کہ بلا اندیشہ تم نگینہ میرے پاس چلے  
آؤ اور کچھ اندیشہ کسی طرح کا مت کرو اگر میرے پاس نہ آؤ گے تو اور جو کچھ  
تدبیر تمہارے نزدیک بہتر ہو وہ کرو اور اگر ایسی ہی لیت و لعل میں رہو گے  
خراب اور برباد ہو جاؤ گے تاکید جانو اور بلا اندیشہ چلے آؤ اور جب تم  
مجھ کو مری جانتے ہو تو پھر کیا خوف ہے ہرگز ہرگز کچھ خوف نہ کرو زیادہ  
خیریت ہے اور اسی شب میں روانہ ہو کر میرے پاس آ جاؤ اور مجھ کو  
تمہاری جہرائی کا بڑا تردد ہے۔ واللہ باللہ اگر میں تم کو محمد اسماعیل خاں سے

کتر جانتا ہوں تو خدا اس کا آگاہ ہے اور تم کو بھی یہ معلوم ہے۔ فقط پہلی صفر  
۱۲۷۲ ہجری۔

## غضنفر علی خاں کا نہٹور میں جانا اور چودھری زندھیر سنگھ کی ملاقات

غرض کہ سعد اللہ خاں کی معرفت پیغام صفائی اور حاضر ہو جانے کے  
چودھری پرتاب سنگھ صاحب سے ہوئے اور نتھے خاں نے چودھری امراد سنگھ  
صاحب رئیس شیرکوٹ سے گفتگو صفائی کی کی اور غضنفر علی خاں بڑا بیٹا نامحود  
خاں کا مع ماڑے اور شکر مناسب کے نہٹور روانہ ہوا کہ اگر چودھریان ہلدور  
حاضر ہو جائیں تو بہتر ورنہ پھر ہلدور کو تباہ کیا جاوے اور جیراج سنگھ پورینی  
والے اور لیکھراج سنگھ نہٹور والے کی معرفت چودھری زندھیر سنگھ کو پیغام  
بھیجے گئے۔ بعد گفتگو اور طمانیت کے چودھری زندھیر سنگھ نہٹور میں آنے پر  
راضی ہوئے اور یکسیویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو چودھری صاحب نہٹور میں آئے اور  
غضنفر علی خاں سے ملاقات کی۔ چودھری صاحب نے ایک پیش قبض اور پچاس  
روپیہ ان کی نذر کیا اور غضنفر علی خاں نے ایک دو سالہ بطور خلعت ان کو دیا  
اور یہ بات کہی کہ چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ کو بھی حاضر  
کر دو انہوں نے اقرار کیا کہ بلا دوں گا۔ بعد ملاقات کے چودھری زندھیر سنگھ  
صاحب ہلدور کو رخصت ہوئے اور یعقوب علی خاں رام پوری مصاحب غضنفر  
علی خاں اور مان سنگھ بھائی لیکھراج سنگھ کا واسطے لانے چودھری  
بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کے ان کے ساتھ ہلدور میں گئے اور وہاں سے ۱۱ ص  
موضع پھینہ میں چودھری صاحبوں کے پاس پہنچے مگر چودھری بدھ سنگھ اور



مہاراج سنگھ نہ آئے اور بہ لطافت الجھیل آنے سے انکار کر دیا اور کئی دن بعد گنگا پار پہ حضور حکام چلے گئے۔

**چودھری پرتاب سنگھ اور امراؤ سنگھ کانگینہ میں کرنجیب آباد جانا اور دنا، محمود خاں سے ملاقات کرنا**

آخر کار بعد نامہ و پیغام یہ بات کھڑی کہ چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور موضع پورینی میں آویں اور سعد اللہ خاں سے زبانی گفتگو کر کے تاج پور واپس چلے جاویں۔ چنانچہ پرتاب سنگھ پورینی میں آئے اور سعد اللہ خاں کانگینہ سے پورینی میں گیا اور چودھری پرتاب سنگھ کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھی پر بٹھا لیا اور کانگینہ لے آیا۔ اس کے بعد چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹہ کانگینہ میں آئے اور سعد اللہ خاں سے ملاقات ہوئی۔ جب محمود خاں کو خبر پہنچی کہ دونوں چودھری کانگینہ میں آگئے ہیں اس نے سعد اللہ خاں کو خط لکھا کہ دونوں چودھریوں کو بنجیب آباد میں لے آؤ۔ سعد اللہ خاں ان کو بنجیب آباد لے گیا اور چھبیسویں ستمبر کو چودھری صاحبوں کی ملاقات دنا، محمود خاں سے ہوئی۔ دونوں چودھری صاحبوں نے کچھ اشرفیاں نذر دیں اور دنا، محمود خاں نے ایک دو تھالہ ان کو بطور خلعت دیا اور دوسرے دن رخصت کر دیا۔

**شیرکوٹہ میں ہندوؤں کا قتل ہونا**

جب کہ چودھری امراؤ سنگھ شیرکوٹہ سے کانگینہ کو روانہ ہوئے تو غضنفر علی خاں اور مارٹے نے نہٹور سے دھام پور کو کوچ کیا اور غضنفر علی خاں تو دھام پور کھڑا رہا اور مارٹے بد نصیب بے رحم شیرکوٹہ میں گیا۔ ۲۶ ستمبر کو

اس ارادہ سے کہ وہاں کے ہنود کو قتل کرے بشیر کوٹ میں ہندوؤں نے وہاں سے بھاگنا چاہا۔ برہان الدین قاضی شیر کوٹ نے پٹواریوں کو جو قوم کے بنیے تھے اپنے گھر میں بلا کر اکٹھا کر لیا۔ اس عرصہ میں بہت سے لوگ دروازہ قاضی پر جمع ہوئے اور شور و غل برپا ہوا۔ قاضی نے ان سب لوگوں کو جو توقع پناہ اس کے گھر میں رہے تھے گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے دروازہ کے آگے وہ لوگ مارے گئے۔ غرض کہ اکتیس آدمی پٹواری اور برہمن اور بھاٹ نہایت ظلم اور قسارت قلبی سے ذبح کئے گئے دو آدمی تو زخمی ہو کر بچ گئے اور اکتیس آدمی مارے گئے۔ اس وقت سے مارے حوامزادہ کی بڑی دہشت لوگوں کے علی الخصوص ہندوؤں کے دل میں بیٹھ گئی تھی کہ جیدھر مارے کا شکر جاتا تھا لوگ حقرا جاتے تھے اور کانپ اٹھتے تھے۔

۱۱۶

## آپس میں باغیوں کے ملک کا تقسیم ہونا

ان واقعوں کے بعد مارے کو بہت زور ہو گیا اور ناٹھو دھاں کے خاندان میں درباب تقسیم ملک نزاع ہوا۔ مارے نے غضنفر علی خاں کو اپنے ساتھ کر لیا اور اس نے چاہا کہ احمد اللہ خاں کو بالکل بے دخل کیا جاوے کئی دن تک آپس میں رنجش رہی پھر باہم صفائی ہوئی اور تقسیم ملک کی، اس طرح پر قرار پائی کہ ناٹھو دھاں کو بارہ ہزار روپیہ مہینہ نقد ملا کرے۔ اور تحصیل نگینہ دوہام پور و چاند پور مارے خاں و غضنفر علی خاں کے حصہ میں دی جاوے۔ اور تحصیل بنجیب آباد و بجنور احمد اللہ خاں کے حصے میں اور آٹھ ہزار روپیہ مہینہ غضنفر علی خاں اور مارے ناٹھو دھاں کو دیں اور چار ہزار روپیہ مہینہ احمد اللہ خاں دے، چنانچہ یہ بندوبست چند دن تک قائم رہا۔



جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ کا چودھری بدھ سنگھ کو  
مدد دے کر پھر ضلع کو روانہ کرنا

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ جو میرٹھ میں بحضور حکام حاضر  
تھے انہوں نے بار بار جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ سے عرض کیا تھا کہ اگر  
تھوڑی سی بھی ملک ہم کو ملے تو ہم پھر دنا، محبہ و خاں سے مقابلہ کریں اور اس کو ضلع  
سے خارج کر دیں اور پھر ہم اپنی برادری کے بہت سے لوگ مقابلہ کو جمع کر لیں  
گے۔ اگرچہ جناب صاحب کمشنر بہادر کو اس میں تامل تھا مگر سبب اصرار بار بار  
عرض کرنے چودھریاں کے جناب کمشنر بہادر نے اس کی ملک تجویز کی اور  
لالہ گود سہائے ناظم حسن پور پاس جس قدر جمعیت تھی اس کا ساتھ کرنا اور کچھ  
فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر کا ملک کو دینا تجویز کیا اور جلد ریسیان  
ضلع بجنور کے نام حکم نامے جاری کئے کہ کوئی شخص دنا، محبہ و خاں کی اعانت  
نہ کرے اگر کرے گا تو مجرم سرکار ہوگا۔ چنانچہ سترہویں اکتوبر ۱۸۵۷ء کو  
یہ سب امور تجویز ہوئے اور حکم نامے جاتے بنام ریسیان ضلع بجنور تحریر ہوئے۔  
اور چودھری صاحبان کو میرٹھ سے رخصت کیا۔ نقل اس حکم نامہ کی بعینہ اس  
مقام پر لکھی جاتی ہے۔

حکم نامہ جناب صاحب کمشنر میرٹھ جو بنام ریسیان ضلع بجنور  
دریاب اعانت چودھری بدھ سنگھ تحریر ہوا  
نقل حکم نامہ جناب اڈو ڈنلپ ولیمز صاحب بہادر صاحب کمشنر

میرٹھ بنام جملہ رئیسان ضلع بجنور۔

جو کہ چودھری بدھ سنگھ تعلقہ دار ہلدوار اور ناظر گور سہائے ناظم خن پو واسطے و فیعہ اور اخراج نواب محمود خاں و جلال الدین خاں و عظمت اللہ خاں چٹاواہ و احمد اللہ و شفیع خاں و مارٹے وغیرہ باغیان کے معہ فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر وغیرہ متعین ہوئے ہیں اس واسطے یہ حکم نامہ بنام تمہارے جاری ہوتا ہے کہ جو کوئی منجملہ تمہارے یا رشتہ داران جو ملازمان یا باشندگان شہر تمہارے کے باغیان مذکور کو پناہ یا مدد دے گا یا اس کی نوکری کرے گا تو مجرم سرکار متصور ہو کر کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ و زمینداری وغیرہ تمہاری ضبط سرکار ہو کر تم کو تدارک سنگین ہو گا اور مسکن تمہارا مثل باغیان مالا گڈھ اور کھانہ بھون وغیرہ کے کرایا جاوے گا، چاہئے کہ یہ آفت اپنے اوپر مت لاؤ اور بے وقوف

۱۰ ضلع مظفرنگر کی تحصیل کیرانہ کے پرگنہ کھانہ بھون کا صدر مقام ہے، کرسانی ندی کے کنارے مظفرنگر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ اکبر کے زمانے میں اس کا نام کھانہ بھیم تھا۔ برباد مکانات کے کھنڈرات اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ تاریخی عمارتیں مولوی سعید الدین کی مسجد جو ۱۰۹۹ھ میں بنی، مولوی شیخ محمد کا مقبرہ ۱۱۰۹ھ میں بنا ہوا۔ اور پیر محمد کی مسجد ۱۱۱۴ھ جو اورنگ زیب کی بنوائی ہوئی ہے اور بھوانی دیوی کا حد مشہور ہیں ۱۸۵۷ء کی تحریک کا کھانہ بھون خاص مرکز رہا۔

(مظفرنگر گزیٹیر ص ۳۲۲ تا ص ۳۲۷)

ناکامی کے بعد کھانہ بھون کی حالت، ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر شہنشاہ دہلی کی گرفتاری عمل میں آئی اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ چند روز بعد کھانہ بھون کا نمبر آ گیا۔ پہلی بار کپتان اسمتہ اور لیفٹیننٹ کیولر اس کی زیر کمان (باقی اگلے صفحہ پر)



اور جاہل لوگوں کے دھوکے میں مت پڑو کہ اب سرکار کی طرف سے بر ملا سب کا تدارک ہو گا۔ اپنی عقل کو دخل دو۔ اگر سرکار سے ساری خلقت کے صاف کرنے کے واسطے تجویز ہوتا تو پھر ملک کے رکھنے سے کیا حاصل تھا۔ جو لوگ اور طرح سے بیان کرتے ہیں سب جھوٹ اور تمہاری خرابی کے واسطے کہتے ہیں البتہ جو

(بقایا حاشیہ ص ۲۶) سکھوں اور گروہوں کی فوج بھیجی گئی تھی۔ مجاہدین تھانہ بھون نے اُن کو مار کر بھگا دیا۔ اس کے بعد جنرل ڈنلاپ ایک بھاری فوج اور توپ خانہ کے ساتھ تھانہ بھون پہنچا۔ مجاہدین کو شکست دیکر تھانہ بھون کو تباہ کر دیا۔ یہاں اسی فوج کی تباہ کاری کا ذکر ہے۔ ایک شب آریچی میں انگریزی فوج کی آمد کی خبر نے سنسنی پھیلا دی۔ قصبہ کے گرو فیصل تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے اور وہی ایک توپ جو آغاز جنگ میں حضرت گنگوہیؒ نے انگریزوں سے چھینی تھی اس کو ایک بلند مقام پر نصب کر دیا گیا اور عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اس توپ کا پہلا فائر ایسا کامیاب ہوا کہ اس کا گولہ ٹھیک غنیم کی توپ کے دھانے پر جا کر گرا۔ مجاہدین کے پاس توڑے دار بندوقیں تھیں اور انگریز فوجوں کے پاس نئے طرز کی رائفلیں تھیں۔ صبح کو تھانہ بھون پر گولہ باری ہوئی۔ فیصل توڑ دی گئی دروازے اڑا دیئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر مکانوں میں آگ لگا دی جو ملا اس کو تر تیغ کر دیا۔ قیمتی مال و اسباب سے فوج نے اپنی جیبیں بھریں۔ جو باقی بچا وہ آس پاس کے گاؤں والوں نے لوٹ لیا۔ تھانہ بھون ایک اجڑا دیار بن گیا۔ قاضی عنایت اور ان کے ساتھی کسی طرح بچ نکلے اور بختور آگئے جہاں ان کی بڑی عزت کی گئی۔ دعلامہ کا شان دار ماضی جلد سے

از ص ۳۰۸ تا ص ۳۰۹)۔

(مزید حالات جانتے کے لئے ملاحظہ فرمائیے کتاب مذکور تھانہ بھون کے

حالات صفحہ ۱ از ص ۵۴۴ تا ص ۵۵۴)

لوگ مفسد اور سرکش ہیں اور سرکشی کی پناہ کے سبب مشہور ہو گئے ہیں ان کا تدارک ہوگا اور باقی جو اور لوگ سرکار کے خیر خواہ بنے رہے ان کے واسطے سب طرح سے فائدہ ہوا اور ان کے واسطے بروقت پہنچنے فوج سرکار کے کسی طرح اندیشہ نہیں اس واسطے تم کو لازم ہے کہ اب مفسدوں سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ نہ ان کو کسی طرح کی مدد نہ ان کو پناہ دو اور جو تم ایسا کر دگے تو یہ خیر خواہی تمہاری ظاہر ہو جاوے گی اور اس وقت تم کو اختیار ہے اور اگر اب تم مفسدوں کے ساتھ ہو جاؤ گے تو اب فوج سرکاری عنقریب پہنچے گی اور جیسا مفسدوں کا تدارک ہو گا ایسا ہی تمہارا ہو جاوے گا۔ ۱۸۵۷ء اکتوبر ۱۸۵۷ء۔

## چودھری بدھ سنگھ کا دھنورہ میں آنا

ان تحریکات کے بعد دونوں چودھری صاحب گھاٹ گڈھ مکتیہ سنگھ کا اترک اور فوج راج گلاب سنگھ کوٹیسرا اور ناظر گورسہائے ناظم حسن پور کو مع اس کی جمیعت کے ساتھ لے کر دھنورہ میں پہنچے اور پرماجناں جناب صاحب کمشنر بہادر موصومہ رئیسان بجنور چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور پاس پہنچے کہ جملہ رئیسان مکتوب الہم کے پاس پہنچا دیں۔

## چودھری پرتاب سنگھ کا دوبارہ روپیہ نینی تال کو بھیجنا

اس زمانہ میں چودھری پرتاب سنگھ کچھ روپیہ نینی تال روانہ کرنے کو تھے چنانچہ انہوں نے چار ہزار روپیہ حسب تفصیل ذیل دے دیں ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو روانہ نینی تال کے۔

چودھری پرتاب سنگھ	۲۰۰۰
امید سنگھ سیارام چودھری ان رتن گڈھ	۲۰۰۰
	<hr/>
	۴۰۰۰



اور بعد اس کے اپنے آدمیوں کی معرفت وہ حکم نامہ جات سب رئیسوں کے پاس روانہ کئے کہ وہ حکم نامے اٹھائیں اور اکتوبر ۱۸۵۷ء کو لوگوں کے پاس پہنچے اور جو دھری پر تاب سنگھ نے سامان رسد واسطے مقیم فوج دھنورہ کے تیار کیا اور اس عرصہ میں ایک توپ برنجی جو انہوں نے بنوائی تھی وہ بھی تیار کر لی۔

## جو دھری امراد سنگھ کا کاشی پور چلا جانا

جو دھری امراد سنگھ رئیس شیرکوٹھ نے اپنا رہنا بسبب اس ہنگامے کے شیرکوٹھ میں مناسب نہ سمجھا۔ وہ اسی تاریخ شیرکوٹھ سے کاشی پور چلے گئے۔

## احمد اللہ خاں اور ماٹے کا واسطے مقابلہ جو دھری بدھ سنگھ کے چاند پور میں جمع ہونا

ماٹے خاں نے بھرتہ دستے خبر پڑھائی جو دھریان ہلدور مع اپنے لشکر کے بمقام چاند پور پہنچا اور اس کے بعد شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں مع اپنے لشکر کثیر کے چاند پور میں جمع ہوئے اور اکثر رئیسوں کے نام خط لکھے کہ تم بھی آن کر شامل ہو مگر کوئی شریک نہ ہوا۔ اگرچہ توقع تھی کہ بہت بڑا مفید ہوگا کیونکہ سب مسلمان صلح کے یقین جانتے تھے کہ در صورت غلبہ جو دھریان کے کوئی ذیقہ زیادتی اور جبر کا باقی نہیں ہے گا کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر نہ ہوا ہوگا مگر سب رئیسوں کو حکم نامہ جناب صاحب کمشنر بہار کا بہت خوف تھا اس سبب سے سوائے ملازمین نواب کے کہ تعداد میں آٹھ نو ہزار سے زیادہ ہوں گے اور کوئی شریک نہ ہوا۔ مگر جو دھری صاحبوں کی طرف بھی جمیعت کثیر نہ ہونے پائی۔ اس اندیشہ سے کہ اگر نواب غالب آیا تو کوئی ایسا ظلم نہ ہوگا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہندوؤں پر نہ ہو گا۔ معہذا اگر ناظر گور سہائے حملہ کرتا تو ایک راہ نکل جاتی  
 باغیان ضلع بجنور کو ضلع مراد آباد اور دھنورہ وغیرہ پر حملہ کرنے کو۔

## چودھری بدھ سنگھ کے لام کا دھنورہ پر سے ٹوٹ جانا

بہر حال جو لام چودھری صاحبوں کا دھنورہ پر بندھا تھا وہ آگے نہ بڑھ  
 سکا بلکہ متفرق ہو گیا اور چودھری صاحبان نے وہاں سے مراجعت کی۔ احمد اللہ  
 خاں اور شفیع اللہ خاں اور مارے نے تجویز کی کہ جب تک بنیا دہلہ و رہا باقی  
 ہے یہ فساد بھی قائم ہے۔ اس لئے اس نے چاند پور سے ہلدور پر چڑھائی کی۔

## ص ۱۱۹ ہلدور کی تیسری لڑائی اور چودھری زندھیر سنگھ کا گرفتار ہونا

ہلدور میں چودھری زندھیر سنگھ مع قدرے جمعیت کے موجود تھے۔ جب  
 انہوں نے احمد اللہ خاں کے شکر کے آنے کی خبر سنی، حویلی میں محصور ہو گئے۔  
 لشکر احمد اللہ خاں نے حویلی کو گھیر لیا۔ طرفین کی طرف سے گولیاں چلتی رہیں  
 اور آدمی بھی مارے گئے۔ آخر کار رات کے وقت چودھری زندھیر سنگھ نے  
 اپنے ساتھ کے آدمیوں کو اجازت دی کہ جس طرح پرچا ہیں اپنی جان بچا دیں  
 اور حویلی میں سے نکل جا دیں۔ چنانچہ اکثر آدمی نکل گئے۔ صبح کو تاریخ تیسری  
 نومبر ۱۸۵۷ء احمد اللہ خاں کا شکر حویلی میں داخل ہوا اور چودھری زندھیر سنگھ  
 کو گرفتار کر لیا۔ رام دیال سنگھ پھوپھی زاد بھائی زندھیر سنگھ کا اور اڈور  
 چھ آدمی رشتہ مندان کے مارے گئے اور چودھری زندھیر سنگھ کو قید کر کے  
 براہ نگینہ سنجیب آباد لے گئے اور ایک مکان میں نظر بند کر دیا جس قدر اسباب  
 ہلدور میں تھا سب لٹ گیا اور مکانات جو دھریان ہلدور کے جلا دیئے



گئے اور ہلدور ویران محض ہو گئی۔

## مارٹے کا تاجپور کا چڑھنا اور چودھری پرتاب سنگھ کا گنگا پار جانا

جب کہ احمد اللہ خاں اور مارٹے چاند پور سے ہلدور کو روانہ ہوئے تھے یعنی دوسری نومبر ۱۸۵۷ء کو اس وقت مارٹے خاں نے چودھری پرتاب سنگھ کو خط لکھا کہ میرا شکر عنقریب تاج پور میں داخل ہوگا۔ مدتیار کر دو۔ اس خط کے ساتھ خبر شکست ہلدور اور گرتاری چودھری رندھیر سنگھ کی تاجپور میں چودھری پرتاب سنگھ کو پہنچی۔ انہوں نے جانا کہ میرا بھی یہی حال ہونے والا ہے اس لئے تدبیر روانگی کی کر کے پانچویں نومبر ۱۸۵۷ء کو تاج پور سے روانہ ہوئے اور ساتویں تاریخ کو گڈھ مکتیر میں پہنچے۔ چنانچہ نقل خط مارٹے خاں اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

## خط مارٹے بنام چودھری پرتاب سنگھ

نقل خط مارٹے خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور۔  
چودھری صاحب متفق مہربان کریم فرمائے بر حال نیاز مندان چودھری پرتاب سنگھ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق این کہ ارادہ لشکر این جانب بطرف تاج پور است مناسب است کہ آں صاحب تدبیر بد وغیرہ سازند چنان شود کہ بہ کسے نہج تکلیف مردمان لشکر را شود۔ باقی غیرت  
ص ۱۲ است فقط رقیمہ الشرق چودھری اٹام بخش عرف مارٹے از مقام

## باغیان گنگا پار کا بجنور میں آنا

اس ہنگامہ کے بعد نانا محمود خاں اور اس کے ہمراہی سب طرف سے بے فکر ہو گئے اور چودھریوں میں سے کسی کا اندیشہ ان کے دل میں نہ رہا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ گنگا پار کے جو باغی تھے انہوں نے بھی اپنے لئے بجنور سے زیادہ کوئی مامن نہ دیکھا۔ چنانچہ دلیل سنگھ اور قدم سنگھ گوجر اور صاحب عرف چھٹن اور عنایت علی خاں قاضی بھٹانہ بھون مع اپنے

۱۷ قاضی عنایت علی خاں بھٹانہ بھون کے با اختیار قاضی تھے۔ ان کا خاندان عہد شاہجہانی سے اس عہدہ پر ممتاز چلا آ رہا تھا۔ بائیس گاؤں جاگیر میں تھے۔ باوجود جاگیر دار ہونے کے نہایت متبع شریعت اور بڑے صادق القول تھے، فنون حرب اور شہسواری میں بہت مہارت تھی، بحریک آزادی میں آپ حاجی اماد اللہ صاحب، حافظ خامن علی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد منیر کے ہمراہ تھے، شاہی سپہ سالار نگریری فوج سے نبرد آزما ہوئے اس طوائف میں خامن علی شہید ہوئے۔ جب انگریزوں کا اقتدار دوبارہ قائم ہوا تو انہوں نے ایک سو سے زائد نفوس کو ہمارے جنوں والی باغی میں پھانسی دیدی۔ یہ یہاں سے بجنور گئے اور نواب محمود خاں کے ہمراہ رہ کر داد شجاعت دی پھر میرٹھ ہوتے ہوئے تبدیل کھنڈ پہنچے۔ ۱۸۵۹ء میں بھوپال میں قیام کیا، نواب قدسیہ یگم نے ان کو مقتول خواہرہ پر سواروں اور گھوڑوں کی تربیت اصلاح کے لئے ملازم رکھ لیا۔ ایک عرصہ بعد الور میں قصبہ ستجارہ کے قریب ایک موضع میں شمیر سادہ دوست کے یہاں مقیم رہے۔ وہیں ۱۹۱۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (علامہ کا شاندار ماضی جلد ۱ ص ۲۵۵)۔



رفیقوں اور ساتھیوں کے اس ضلع میں آئے اس ضلع کے باغیوں نے ان کو امن دیا ان کے سوا مرزا الطاف اور مرزا حاجی اور مرزا مبارک شاہ شاہزادگان مفرور دہلی اس ضلع میں آئے اور ذرا محمود خاں اور ماڑے نے اول اول بہت عزت اور توقیر کی۔

## باغیان گنگا پار کا اترنا اور چند چوکیات اور کھانا جات سہ کاری کو لوٹنا

ان باغیوں نے اس ضلع میں آن کر زیادہ تر فساد مچایا اور ذرا محمود خاں اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے کو ورغلا نا اور گنگا پار اترنے اور ضلع مظفرنگر اور سہارن پور میں فساد مچانے اور غدر ڈالنے پر ترغیب کی۔ یہ جاہل ان کے داموں

۱۵ مرزا حاجی شکوہ دہلی سے بنجیب آباد نواب محمود خاں کے پاس آئے۔ ان کے ہمراہ مرزا الطاف اور مرزا مبارک شاہ تھے۔ یہ حضرات دلی کے شاہی خاندان سے تھے، ماڑے خاں وغیرہ نے ان کی بہت پذیرائی کی۔ کچھ عرصہ بعد مرزا حاجی شکوہ یہاں سے چلے گئے، ۳۰ مئی ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں گرفتار کر لئے گئے ولس نے ان کی گرفتاری کی اطلاع گورنر جنرل کو دی۔

(فری ڈوم اسٹریٹنگل ان اتر پردیش جلد ۵ صفحہ ۵۲۴)

۱۶ چنانچہ ماڑے خاں کی گنگا کے دوسرے کنارے پر آنے کی اطلاع مع بندوقوں کے، ایک خط مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۸۵۷ء از کمشنر میرٹھ بنام میجر جنرل اے، ولسن مقیم میرٹھ میں درج ہے اور ماڑے خاں کے خلاف انگریزوں کی مدد آنے کی اطلاع (ایک ٹرپ کے دل لی نرس) اور پراسکیمپنی آرٹی لری مع دو بندوقوں کے بھی ملتی ہے۔ (بحوالہ خط نمبر ۲۵۵ از اے ولسن میجر جنرل کمانڈنگ میرٹھ بنام ایف ولسن کمشنر میرٹھ مورخہ ۶ دسمبر ۱۸۵۷ء)۔

میں آگئے اور پارا ترنے پر مستعد ہو گئے اور کئی دفعہ پار کو اترے اور چند چوکیات سرکاری  
 ص ۱۲۱ میں نقصان پہنچا یا۔ چنانچہ رضا حسن عرف چھٹن ساکن موضع سرانے ضلع مظفرنگر نے مع  
 پچاس آدمیوں کے گنگا اتر کر چوکی دھرم پورہ کو بھونک دیا اور چار بر قنداز چوکی کے  
 مار ڈالے اور دو گھوڑیاں وہاں سے چھین کر گنج آسکیں میں چلا آیا۔ سردار خاں ساکن  
 علاقہ کھٹاکر دودھ اور دلیل سنگھ کو جرنے بہت سے گوجرا چنے ساتھ لے کر رات کے  
 وقت سوئی کے نانگل سے اترا اور سرکاری بکٹ سے مقابلہ کیا اور کچھ گھوڑے لوٹ  
 لایا انہیں گوجروں اور بار کے باغیوں نے چوکی اللہ آباد اور کھٹانہ بھوکر ہیرٹی کو  
 روادولی کے گھاٹ سے اتر کر لوٹ لیا۔ عنایت علی خاں قاضی کھیڑہ مجاہد پور کی  
 جو کی براترا اور دو ہندو بر قنداز پکڑ لایا ایک کو مار ڈالا اور ایک کو مسلمان کر لیا  
 اسی طرح قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجرا اور رضا حسن عرف چھٹن دو ضرب  
 توپ اور دو ہزار آدمی کی جمیعت سے میران پور پر اتر آئے اور میران پور کے کھٹانہ  
 کو اور کچھ دوکانوں کو لوٹ لیا اور کئی آدمیوں کو قتل کیا اور دنا مجھو خاں کے نام  
 کی منادی پٹوانی اور پھر بھاگ آیا۔

## پہلا ڈاکہ کنکھیل کا اور کرانی صاحب برقی تار والہ کا گرفتار ہونا

ان دار داتوں کے بعد باغیوں کو اور زیادہ حوصلہ ہوا اور شفیق اللہ خاں  
 نے روڈ کی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سخت خاں ساکن بخیب آباد ایک گروہ  
 فوج کا افسر کل مقرر ہوا اور جنگ باز خاں جو سابق میں بر قنداز کو توالی جوالا پور  
 کھٹا اور پھر کول میں بھی رہا کھٹا اور کھایت اللہ خاں ساکن بخیب آباد جو پہلے  
 کپوڈر شفا خانہ روڈ کی کھٹا اور پھر ریڈ صاحب کے محکمہ میں پندرہ روپیہ مشاہرہ  
 کا نوکر کھٹا اور عمر خاں رسالہ دار اور علی بہادر خاں افسران ماسحت مقرر



ہوئے اور ساتویں جنوری ۱۸۵۷ء کو وہ فوج سوار اور پیادوں کی جمع اپنے  
 افسروں کے پایاب گنگا اتری اور کچھ پیدل مہاں پور کے ڈرام ہنر پر ہو کر  
 اتر آئے اور چوکی میا پور پر حملہ کیا۔ چھ نفر سواران ہنر جو اس چوکی پر متعین تھے  
 ان کے پانچ گھوڑے کھول لئے اور چوکی کا محاصرہ کر کے ہارگ کو آگ دیدی  
 اور تجمل حسین خاں لیس ساکن منگلور اور تفضل حسین سوار ساکن منگلور اور نادر علی  
 ساکن منڈ اور اور حیدر علی ساکن پور قاضی اور کنیش سنگھ پور بیہ پانچ سواروں  
 کو گرفتار کر لیا اور نبی بخش سوار ساکن روڑ کی حکمت عملی سے بھاگ گیا۔ بعد اس  
 کے اور ملازمان سرکاری کی تلاش ہوئی اور میا پور کے گودام سے ایک کرائی  
 صاحب مہتمم تار برقی اور مولامستری اور مولاس ٹنڈیل اور پندرہ بیل دار  
 لال ٹوپی والہ گرفتار کئے اور کپتان ریڈ صاحب بہادر کے دونوں بنگلہ میں  
 آگ دے دی۔ مولابخش محرو اور محمد حسن چوکیدار بھی گرفتار ہوئے تھے مگر  
 حکمت عملی سے بھاگ گئے۔ بعد اس کے یہ سب باغی کنکھل میں آئے اور  
 تار برقی پل، میا پور سے کنکھل تک توڑ دیا اور کنکھل میں (نا) محمود خاں کے نام  
 کی منادی پڑادی اور جملہ باشندگان کنکھل کو امن دیا۔ پھر ہر دو در میں گئے  
 وہاں بھی (نا) محمود خاں کے نام کی منادی کرائی اور گیارہ بجے دن کے مع ان لوگوں  
 کے کہ جن کو گرفتار کیا تھا گنگا کے اس پار موضع ابجنی میں جہاں انجی اور فوج تھی

---

۱۷ کنکھل اور جوالا پور ہر دو در کے نزدیک دو گاؤں ہیں۔ ہر دو در ۵۸ ر ۲۹  
 شمالی اور ۱۰ ر ۲۸ مشرقی خطوط پر واقع ہے۔ گنگا کے کنارے ہندوؤں کا  
 متبرک مقام ہے یہاں گوردھل کا مشہور ادارہ ہے۔  
 (گزٹر سہارن پور ص ۲۵۲)

چلے آئے۔

ص ۱۳

## حکام انگریزی کا کنکھل پر کوچ کرنا

تین بجے دن کے اس واردات کی خبر روڑگی میں اور وہاں سے منگلور میں جہاں کچھ فوج سرکاری مقیم تھی پہنچی رات کو حکام انگریزی اور کچھ فوج نے کوچ کیا۔ صبح ہوتے آٹھویں جنوری ۱۸۵۸ء کو افسران اور فوج مندرجہ حاشیہ بمقام میاں پور پہنچی۔ اس وقت مسٹر ملول صاحب بہادر اور کپتان ڈریمینڈ صاحب بہادر

کپتان بارگن صاحب بہادر اور  
ٹامس صاحب بہادر چار سوار اور  
خادم علی جمعدار سواران ہنر ساکن منڈاؤ  
کو ساتھ لے کر کھا در گنگا میں کنارہ  
گنگا تک بمقابلہ گھاٹ چاندی گئے  
اور اس پار سے ایک فقیر کو بلا کر حال  
فوج باغیان کا پوچھا اس نے بیان  
کیا کہ موضع اسجنی میں فوج پڑی ہے  
چنانچہ اس کو ہمراہ لے کر مقابلہ گھاٹ  
اسجنی جا کر کھڑے ہوئے اور دیکھا  
کہ کنارہ پر باغیان کی فوج پڑی  
ہے ان لوگوں نے جانا کہ یہ سب  
پار اتارنے کا ارادہ کرتے ہیں انہوں

بارگن صاحب بہادر برگڈ میجر  
کپتان بارگن صاحب بہادر  
کپتان ڈریمینڈ صاحب بہادر سپرینٹنڈنٹ ہنر  
ٹامس صاحب بہادر ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ ہنر  
فلپ صاحب بہادر سپر ویزر ہنر  
ملول صاحب بہادر جنٹل مجسٹریٹ  
سہارن پور۔

سپاہیان پلٹن سکھ ۱۰۰ نفر  
سپاہیان پلٹن گورکھ ۵۰ نفر  
سپاہیان پلٹن گورہ ۱۰ نفر  
سواران رجمنٹ اول خاکی ۲۵ نفر  
توپ دو ضرب



نے نقارہ بجایا سب سپاہ پریت باندھ کر کھڑی ہوئی اور ہتھیار سنبھالنے لگی یہ صاحب کھڑے دیکھا کئے۔ باغیوں نے اسی کنارہ سے بندو قوں کی فیر کی۔ سب صاحب کھڑے ہنسا کئے رتھوڑی دیر بعد سب صاحبوں نے اپنے خیمہ گاہ پر مراجعت کی رتھوڑی راہ طے کی تھی کہ باغیوں نے ایک توپ فیر کی اس کا گولہ ریت میں ان صاحبوں سے رتھوڑے قاصدہ پر گرا۔

## دوسرا ڈاکہ کنکھل کا اور باغیوں کا مارا جانا

نہیں جنوری ۱۸۵۸ء کو بارہ بجے شیو پرشا دنیٹو ایجنٹ نہر نے خبر دی کہ نواب کی فوج پارا تر رہی ہے۔ افسران انگریزی نے بجلی تیاری کا کیا اور ڈریمینڈ صاحب بہادر نے ڈرام نہر پر کھڑے ہو کر دور سے دیکھا کہ درحقیقت فوج اتر رہی ہے۔ کچھ تو اس پارا تر آئی ہے اور کچھ پایاب پانی میں چلی آتی ص ۱۲۳ ہے۔ یہ نادان اس ارادہ سے اترے تھے کہ کنکھل میں مقام کریں گے کیونکہ سب کے ساتھ آٹا اور مختصر برتن اور اوڑھنا بچھونا بھی تھا۔

کپتان ڈریمینڈ صاحب بہادر نے بجز دور یافت اس بات کے ڈرام نہر کا کھول دیا اور پانی نہر کا گنگا میں چھوڑ دیا اور قلع صاحب بہادر کو اس پر متعین کر کے خود کنکھل کو تشریف لائے۔ یہ نادانی اور یہ حکمت کپتان ڈریمینڈ صاحب بہادر کی بہت قابل تحسین ہے۔ درحقیقت اس حکمت سے دشمن کو موت کے چنگل میں پکڑ لیا اور بجائے آب شمشیر موج آب سے ان کا کام تمام کیا۔ یہ فوج باغیوں کی جو اتری ان میں سب کا سردار شیخ اللہ خاں بھانجہ محمود خاں کا تھا اور عبدالرحمن خاں اور عبداللہ خاں اور وہ سردار جو پہلے اترے تھے سب شریک تھے اور قریب ہزار آدمیوں کے سوار و پیادہ اور تین

ہاتھی جن میں سے ایک پر شفیع اللہ خاں سوار تھا مع تین ضرب توپ نیل دھارا  
 اتر آئے تھے اور ان میں سے چار سو ساڑھے چار سو آدمی تخمیناً سوار و پیادہ  
 ڈرام کے پانی کو اتر کر کنکھل کے متصل مقام وجہ تک آگئے تھے اور کچھ ڈرام  
 کے پانی میں تھے۔

غرض کہ وہ لوگ کنکھل میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ افسران انگریزی  
 مع اپنی فوج کے ان کے مقابل ہوئے اور حویلی ایکٹری والا پر مورچہ توپ قائم  
 کیا۔ باغیوں نے بار بندوقوں اور توپوں کی سرکاری جب قریب آئے تو سرکاری  
 فوج نے توپوں کا گراپ ان پر مارا، بیسیوں آدمی گر پڑے اور مارے گئے۔  
 باغیوں کا منہ پھر گیا اور بھاگ نکلے۔ سرکاری فوج نے دفعتاً دھاوا کر دیا اور  
 مارے بندوقوں کے جس قدر آدمی کہ ڈرام کے پانی کو اتر آئے تھے اور جس قدر  
 کہ پانی کے بیچ میں تھے اور جس قدر کہ اس کنارہ ڈرام کے کھڑے تھے سب  
 کو مار دیا اور بیسیوں آدمی ڈرام کے پانی میں جو بسبب چھوٹ جانے آب نہر کے  
 گہرا ہو گیا ڈوب گئے اور مقام وجہ غنیم سے چھین لیا۔ عین اس معرکہ میں کپتان  
 ہارگن صاحب بہادر نے کمال دلوری سے تنہا اپنا گھوڑا شفیع اللہ خاں کے  
 ہاتھی کے پیچھے والا اور بندوق فیر کی کفایت اللہ خاں جو خاصی میں بیٹھا تھا  
 اس کو گولی لگی وہ مر کر گر پڑا جب صاحب بہادر نے دوسرا فیر شفیع اللہ خاں  
 پر کیا اس کی قضا نہ تھی وہ خالی گیا اور شفیع اللہ خاں ہاتھی بھگا کر بھاگ گیا۔  
 بہت سے ہتھیار مار گھوڑے سواروں کے جو مارے گئے تھے اور ایک تھیلہ میگزین  
 کا جو ہاتھی پر سے گرا تھا فوج سرکاری کے ہاتھ آیا اور فتح و نصرت نصیب  
 اولیائے دولت سرکار ہوئی۔ اس معرکہ میں چار سو آدمی تخمیناً باغیوں کا مارا  
 گیا۔ حسن رضا خاں جو کنارہ آب ڈرام پر سرنگے زخمی ہو کر بیٹھ گیا تھا



اُس کا سر تلوار سے کاٹ لیا۔ سرکاری فوج میں کسی شخص کے پھول کی بھی چوٹ نہیں آتی۔ باقی آدمی باغیوں کے جو کنارہ نیل دھارا پر تھے، توپوں کے بھاگ گئے۔ رشیو پر شاؤنیٹو ایجنٹ نہر کو بجلد دے اس خبر سانی کے سوبر وپیہ انعام ملے۔

۱۵ حسن رضا خاں ساکن بسی کوٹہ نواب محمود خاں کے رشتہ دار تھے۔ ان کے پوتے مولانا عبداللہ خاں صاحب اس معرکہ کی تفصیل جو انہوں نے اپنے والد الحاج محمد ہدایت اللہ خاں صاحب سے سنی تھی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”جنوری ۱۸۵۸ء میں نواب نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ضلع سہارن پور پر حملہ کی تیاری کی۔ وہ چیدہ نوجوان جو اس معرکہ کے لئے منتخب کئے گئے ان میں حسن رضا خاں دادا مولانا عبداللہ خاں صاحب کرپوری بھی شامل تھے۔ ضلع بجنور کی شمالی حد پر کچھ ہمالہ کا بن (دو وسیع جنگل) واقع ہے اور مغربی حد پر گنگا۔ نواب کے لشکر نے ضلع سہارن پور پر چڑھائی کا جو راستہ اختیار کیا وہ بہت نامناسب تھا۔ نواب نے بن (جنگل) اور پہاڑ کا لحاظ رکھتے ہوئے شمال مغربی حد سے حملہ کی تجویز کی۔ چنانچہ لشکر کا کوچ ہوا۔ بن طے کرنے کے بعد قصبہ ”کن کھل“ کا رخ کیا۔ سرما کا موسم جنوری کا مہینہ تھا۔ ان ایام میں دریا پایاب ہوتا ہے اس لئے دریا کو پار کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ ابھی یہ پروگرام صیغہ راز میں تھا کہ شاطر انگریز نے اس کو ناکام بنانے کا بہت گہرا منصوبہ تیار کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ہی لشکر گنگا کے وسط میں پہنچا (باقی اگلے صفحہ پر)

## اس شکست کے بعد باغیوں میں تزلزل پڑنا اور بعض کا بریلی چلا جانا

جب اس شکست کی خبر بخیب آباد میں پہنچی تمام فوج باغیان میں  
کھل بلی پڑ گئی اور سب کے ارادے جو پارا تر نے کئے تھے وہ سست پڑ گئے  
اور ہر ایک باغی اپنے اپنے پرگنہ جات کے بندوبست میں جو بروقت تقسیم  
ملک ان کے حصے میں آئے تھے مصروف ہوئے اور سلاطین دہلی اور تلنگان  
باغی جو جمع تھے متفرق ہونے لگے اور بریلی کی طرف کسی کسی حیلہ اور بہانے  
سے چلے گئے۔

(بقایا حاشیہ ص ۲۸) گنگا کا وہ بند جہاں سے پانی ہر گنگ میں پہنچتا ہے توڑ دیا۔ فوراً  
ایک سیلاب موجزن ہوا اور تقریباً آدھے لشکر کو بہا لے گیا۔ بقول سرسید نواب کے  
لشکر کا آب شمشر کے بجائے موج آب سے کام تمام ہوا۔ انگریز کی چاق چوبند  
فوج نے اس تباہ شدہ لشکر کا تعاقب کر کے ایک ایک کو ختم کر دینے  
کی کوشش کی۔

دادا حسن رضا ہاتھی پر سوار تھے رزخی ہو کر گرے اور ایک  
درخت سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ آدمی تشکیل دو جیہہ تھے۔ دشمن کے  
سپاہیوں نے آپ کو نواب محمود خاں سمجھا اور سر قلم کر لیا۔

(آزادی نمبر روزنامہ الجمعۃ ۱۵ اگست ۱۹۵۵ء)



## معافی آراضیات مضبطہ کی تجویز

اس وقت احمد اللہ خاں نے یہ خیال کیا کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو اپنے شریک کیا جاوے یہ ایک مشہور بات ہے کہ بسبب ضبط ہو جانے آراضیات معافی عہد سرکار میں معافی دار سرکار دولت مدار انگریزی سے آزدہ خاطر ہیں اس امر کو احمد اللہ خاں نے واسطے شریک کرنے رعایا اس ضلع کے بہت اچھا حیلہ (حلیہ) سمجھا اور سو لہویں جنوری ۱۸۵۵ء کو حکم دیا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ہوئی ہیں واکذاشت کی جاویں اور پروانہ جات بنام جملہ تحصیل داران کے جاری کئے کہ فہرست ان معافی داروں کی جو عہد انگریزی میں ضبط ہوئی ہیں واسطے واکذاشت معافیات کے پیش کریں اور جو پروانہ جات کہ اس باب میں اس نے جاری کئے ان کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں۔

## نقل پروانہ موسومہ تحصیل داران در باب طلب فہرست معافی داران

نقل پروانہ احمد اللہ خاں موسومہ جملہ تحصیل داران ضلع جو کہ بعنایت الہی یہ ملک بہ قبض و تصرف ہمارے آیا ہے اور فضل الہی سے جب ملک ص ۱۲۵ نسلاً بعد نسلاً یہ ملک ہمارے قبض و تصرف میں رہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ہو کر جمع مقرر ہو گئی ہے ان کو اور نشان ان کے کو معاف و سجال رکھی جاوے گی اور جمع آراضیات معافیات کی

سہ حال سے نہ لی جاوے کس واسطے کہ یہ غریب دعا گو ہیں اس واسطے  
 حسب الحکم رو بکا رامروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم جمیع معافی داران کو اطلاع  
 دو کہ ہر ایک معافی دار عرضی اپنی بہ استدعا معافی آراضی معافی کے بر قید  
 تعداد آراضی اور جمع اور نام گاؤں کے بہ حضور این جانب گزارنے کے  
 بعد تحقیقات وہ آراضی معاف اور واگذاشت کی جاوے گی۔ المرقوم ۱۶  
 جنوری ۱۸۵۸ء

**جناب صاحب کلکٹر بہادر کامیرٹھ سے روڑ کی کو کوچ کرنا**

سولہویں فروری ۱۸۵۸ء کو چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ مورخہ ۱۵  
 فروری ۱۸۵۸ء نمبر ۸۵ بنام صاحب کلکٹر ضلع بجنور بمقام میرٹھ پہنچی کہ تم  
 مع عملہ ضلع بجنور بمقام روڑ کی روانہ ہو اور واسطے انتظام روہیل کھنڈہ  
 کے فوج کی لام بندی کا بمقام روڑ کی حکم ہوا۔ چنانچہ جب مسٹر الکنڈر شکسپیر  
 صاحب بہادر صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ ضلع بجنور اور جناب مسٹر جارج پامرٹ  
 صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور روڑ کی میں تشریف لائے اور باقی عملہ  
 اور رہنمایان ضلع بجنور جو گنگا پار تھے حسب تفصیل ذیل اور بتاریخ مختلف  
 روڑ کی میں پہنچے۔

۲۱ فروری ۱۸۵۸ء

۲۱ فروری ۱۸۵۸ء

۲۱ فروری ۱۸۵۸ء

۲۲، ۲۱ فروری ۱۸۵۸ء

۲۲ فروری ۱۸۵۸ء

سید احمد خان صدر امین بجنور

مولوی قادر علی تحصیل دار گینہ

کیسری سنگھ مہاجن گنج آسکین

عملہ کلکٹری و فوجداری



۲۲ فروری ۱۸۵۸ء	گلاب سنگھ زمیندار شیرکوٹ
۲۲ فروری ۱۸۵۸ء	امراؤ سنگھ سپہ سالار ہمت سنگھ رئیس ساہن پور
۲۲ فروری ۱۸۵۸ء	چودھری نین سنگھ رئیس بجنور
۲۳ فروری ۱۸۵۸ء	بران سکھ اور خوشحال چند بٹوئیان لگینہ
۲۴ فروری ۱۸۵۸ء	محمد رحمت اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر
۲۴ فروری ۱۸۵۸ء	چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور
	چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹ
۲۵ فروری ۱۸۵۸ء	مح خوشحال سنگھ
۲۶ فروری ۱۸۵۸ء	چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور
۳ مارچ ۱۸۵۸ء	میر قاسم علی تحصیل دار چاند پور
۱۸ مارچ ۱۸۵۸ء	سید تراب علی تحصیل دار بجنور
۲۲ مارچ ۱۸۵۸ء	ہندت کالا پرشاہ منصف لگینہ

ص ۱۲۶

## دنا، محمود خاں کا نسبت تقسیم ملک کا نیا انتظام اور دلی عہدہ کا مقدمہ کرنا

یہاں تو لام بندی فوج کی واسطے انتظام روہیل کھنڈہ کے ہو رہی تھی اور بجنور میں بے وفوف اپنے تئیں مالک ملک کا جان کر تقسیم ملک اور انتظام دلی عہدہ میں مصروف تھے جو تقسیم کے پہلے ہوئی تھی اس کا منشا دنا، محمود خاں یہ سمجھا تھا کہ تحصیل لگینہ اور دھام پور اور چاند پور کا مالک غرضنصر علی خاں اس کا بیٹا رہے گا۔ حالانکہ برخلاف اس کی توقع کے مارٹے خاں تنہا اس کا مالک ہو گیا اور سب کو بے دخل کر دیا۔ اس سبب سے دوبارہ باہم باغیوں

کے نزاع پیدا ہوا اور واسطے رفع اس نزاع کے سب لوگ بنجیب آباد میں جمع ہوئے اور مزمر نو انتظام ملک کا عمل میں آیا اور جو رو بکاری اس جدید انتظام کی بابت لکھی گئی اس کی بابت نقل بجنسہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

## میر تراب علی کا باغیوں کے ہاتھ سے نگیٹہ سے نکلنا

اگرچہ اس رو بکاری پر تاریخ نہیں ہے مگر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ بانیسویں فروری ۱۸۵۷ء کو یہ رو بکاری لکھی گئی اس وقت میں کہ سب باغی آپس کے رفع نزاع میں مشغول تھے سید تراب علی تحصیل وار بجنور جو نگیٹہ میں باغیوں کے ہاتھ میں پھنس گئے تھے با عانت مولوی محمد علی اور میر اشرف علی ریسان نگیٹہ جو انجام تک حیر خواہ سرکار رہے نگیٹہ سے نکل آئے۔

## نقل رو بکار تقسیم ملک اور تقرر ولی عہد

رو بکار بہ اجلاس امیر الدولہ ضیاء الملک (ضیاء الملک) ذوی القدر نواب محمد محمود خان بہادر منظر جنگ مرقوم۔

جو کہ آج کی تاریخ میں ہم کو انتظام کرنا مالی و ملکی ضلع بنجیب آباد کا ساتھ اس وجہ کے پر ضرور ہوا کہ ہم نے اپنی طرف سے جو اختیارات پیش اپنے تھے وہ کل اختیارات بر خور دار محمد احمد اللہ خاں کو دیئے تشریح ان اختیارات کی یہ ہے کہ بر خور دار مذکور الصدر (مذکورۃ الصدر) کو اختیار ہے کہ پیش گاہ اپنے سے امکانات موقوفی و سبالی حکمہ نظامت و فوجی اور نیز فوج میں اجراء کریں۔ چنانچہ اسی سبب سے خرچ



جیب خاص اپنی کا مبلغ آٹھ ہزار روپیہ مقرر کر لئے اور اسی میں خاندان نواب محمد کلو خاں اور نواب محمد لھو خاں مرحوم اور ملازمین سب بھی آگئے اور جو کہ بر خور دار غنہ نقر علی خاں کو اولاد اکبر اپنا سمجھ کر دلی عہد کرنا دہ ہزار روپیہ مشاہرہ واسطے اصراف لادہی اس کے کے مقرر کئے تا عین حیات ہماری اس کو معاملات ملکی و مالی یا اجرائے احکامات میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہوگی اور اسی طور سے مشاہرہ اولاد اپنی اور والدہ اور جملہ خاندان نواب محمد سلطان خاں مرحوم و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب افضل خاں مرحوم مقرر کیا کہ تفصیل اس کی بیچ تخت رو بکاری کے مندرج کی جاتی ہے اور سابق میں ہم نے ایک اقرار نامہ کہ جس مضمون کا بتاریخ انیسویں شوال ۱۲۴۳ ہجری درباب اولاد نواب محمد سلطان خاں مرحوم و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب افضل خاں بہادر مرحوم کے تحریر کیا ہے وہ جائزہ و برقرار رہے گا اور دو جو نیل فوج کے بہ تخت بر خور دار نور چشم محمد احمد اللہ خاں بہادر کے کئے گئے۔ ایک بر خور دار محمد شفیع اللہ خاں بہادر کو جو فوج ماتحت بر خور دار محمد احمد اللہ خاں بہادر کے تھی اور ایک چودھری امام بخش چنانچہ چودھری امام بخش سے بیچ اس ملک کے بہت کار نمایاں ہوئے ہیں تو اس نظر سے چودھری مذکورہ لکڑہ کو فرزند ہی اپنی میں لے کر بطور عطیہ جاگیر برگنہ شیر کوٹ میں انیس ہزار روپیہ کی نسل بعد نسل مرحمت کی بر خور دار محمد احمد اللہ خاں کو چاہئے کہ پیش گاہ اپنے سے فہرست دیہات تحصیل دار شیر کوٹ سے طلب کر کے حضور میں بھیج دیں کہ تجویز مناسب عمل میں آوے گی سند چودھری مذکورہ الصدر کو دی جاوے گی اور اگر خواستہ ایندوی ہے بعد انتظام ملک میان دو آب

کے کل پر گنہ شیر کوٹ کا نسلًا بعد نسلًا عطا کیا جاوے گا اس میں کچھ شک و شبہ نہ ہوگا اور مشاہرہ جو نیلی کا کہ جو فوج اس کے پاس ہے اس پر چھ سو روپیہ مقرر کیا اور برخوردار احمد یار خاں جو سابق سے سپہ سالار <sup>۱۲۸</sup> پٹن مقرر ہیں ہر دو فوج کے سپہ سالار رہیں گے اور سپہ سالار مذکور تہہ جو نیلی سے زیادہ رکھتے ہیں اور قواعد فوج کا یہ قرار پایا کہ جو جرنیل کہ مکان پر جاوے ہر روز بطر زرد زناچہ پاس سپہ سالار کے بھیجتے رہیں اور سپہ سالار کو یہ لازم ہے کہ رپوٹ اپنی ترسیل اصل عرضی کے مع مثل خدمت میں برخوردار محمد احمد اللہ خاں کے واسطے صدور حکم اخیر کے بھیجتے رہیں اور جو مقدمات کہ خفیف ہیں اس میں جرنیلوں کو اختیار ہے کہ بعد انفصال مقدمہ کے اطلاع سپہ سالار کو دیا کریں اور سپہ سالار بموجب قاعدہ مذکور بالا کے بخد مت برخوردار موصوف کے مرسل رکھا کریں اور برخوردار مذکور نقشہ ماہواری کا حضور میں بھیجتے رہیں تو اس صورت میں لازم بل الزم یہ امر ہوا کہ برخوردار محمد احمد اللہ خاں اقرار نامہ اس مضمون کا تحریر کر دیں کہ جیسے عہد نواب نجیب الدولہ بہادر مرحوم میں نواب سلطان خان بہادر مرحوم کا کھتا اسی طرح سے برخوردار مذکور کا رہند رہے اس میں کچھ سنجاوز و تفاوت نہ لادیں اور برخوردار مذکور کو مسند نشینی ہماری اور نہ ہماری اولاد سے کچھ دعویٰ نہیں ہوگا۔

تفصیل تنخواہ خاندان و جیب خاص۔

۱۵۰۲۰

محمد غففر علی خاں بہادر درویشی عہد	مظفر علی خاں بہادر	والدہ صاحبہ
۱۰۰۰	۵۰۰	۲۰۰



صاحبزادی صاحبہ ۱۰۰  
بیگم صاحبہ ۲۰۰  
ہمشیرہ صاحبہ ۷۰

نواب جلال الدین خاں بہادر ۱۰۰۰  
نواب محمد عظمت اللہ خاں بہادر ۴۰۰

احمد اللہ خاں صاحب ۱۰۰۰  
محمد شفیع اللہ خاں صاحب ۲۰۰

بوجہ خاندان ۱۰۰۰  
بوجہ کارسزکار ۲۰۰  
بوجہ خاندان ۲۰۰

کام کے ۱۲۹ ص ۲۰۰  
احمد یار خاں صاحب سپہ سالار ۲۰۰  
عبدالرحمن خاں صاحب ۲۰۰

خاندان کام کے ۲۰۰  
خاندان کام کے ۱۵۰  
۵۰

مصطفیٰ خاں صاحب ۲۰۰  
حبیب اللہ خاں صاحب بخشی فرج ۲۰۰

خاندان کام کے ۱۵۰  
خاندان کام کے ۵۰  
۵۰

حفیظ اللہ خاں صاحب ۲۰۰  
عباد اللہ خاں صاحب ۲۰۰

خاندان کام کے ۱۵۰  
خاندان کام کے ۵۰  
۵۰

کریم اللہ خاں صاحب

عزیز اللہ خاں صاحب

۲۰۰

۲۰۰

خانان کام کے

خانان کام کے

۵۰

۱۵۰

۵۰

۱۵۰

لہذا حکم ہوا کہ

احکامات مندرجہ متن رو بکار ہذا حسب ضابطہ بنام تحصیل داران  
و کھانا داران محلات ضلع بھیب آباد و بنام سپہ سالار و بنام جنرل برخواست  
محمد شفیع اللہ خاں و بنام چودھری امام بخش کے جاری ہوں کہ موافق اس  
کے کار بند ہوں اور ایک نقل رو بکار ہذا پاس برخواست دار محمد احمد اللہ خاں  
بہادر کے بھیجا جاوے کہ حسب نشانہ رو بکار ہذا کے کار بند ہو دیں اور  
اشتہارات واسطے آگاہی خاص و عام مشہر کئے جائیں۔

آراضی مضبوطہ عہد سرکاری کے معافی کے اشتہارات  
جو باغیوں نے جاری کئے

جب کہ نامحمد و خاں کو فراہمی فوج کی بہ مقام روڑ کی خبر پہنچی تو اس  
نے یہ بات چاہی کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو بھی درغلان کر لڑائی میں اپنے  
ساتھ شریک کیا جاوے، اسی خیال سے اس نے تیسویں فروری ۱۸۵۷ء کو پیش  
حکم دیا کہ آراضیات معافی جو سرکار میں ضبط ہوئی ہیں ان کی نصف جمع  
معاف ہوا ورجو معافی دار کہ ہمارے ساتھ بمقابلہ انگریزان گنگا پارے  
اس کی کل جمع معاف ہو۔ ظاہر ہے کہ اس اشتہار نے ضلع میں کچھ تاخیر نہیں  
کی۔ کیونکہ بہت جلد یعنی چوتھی مارچ ۱۸۵۷ء کو اس نے دوسرا اشتہار



متضمن معاف کرنے کل جمع آراضیات معافی ساقی کے جاری کیا مگر ہماری رائے میں اس پر بھی رعایا اس ضلع میں سے بجز ان لوگوں کے جو ملازم نواب تھے اور کوئی سرکار کے مقابلہ پر نہیں آیا بلکہ ملازمین سے بھی بہت لوگ جان چھپا کر بھاگ گئے۔ چنانچہ ہم اس مقام پر چوتھی مارچ ۱۸۵۹ء کے اشتہارات کو بحسنہ نقل کرتے ہیں کہ اس میں پہلے اشتہار کا مضمون بھی بلقلم مندرج ہے۔

## نقل اشتہار باغیان درباب معافی

اشتہار کچہری نظامت ضلع بجنپ آباد اجلاس محمد احمد اللہ خان صاحب بہادر واقعہ ہر مارچ ۱۸۵۹ء۔

رویکار مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۵۹ء اجلاس نواب محمد محمود خان صاحب بہادر بدین خلاصہ کہ ساقی میں واسطے معافی نصبت جمع آراضی ملک معافیات ضلع کے اشتہار عام جاری کیا گیا تھا اور واسطہ معافی نصبت دیگر کے یہ حکم تھا کہ جو معافی داران شامل قتل کفار ان بہ مقام گنگاپار ہمراہ شکر کے ہووے گا اور سرکار سے سند حاضری کی اس کو ملے گی بذریعہ اس سند کے مستحق معافی کا ہوگا اور اگر شہید ہو جاوے گا تو وارثان اس کے کو معافی ہوگی اور اب حضور کو بنظر ترجمہ اور افلاس معافی داران کے مناسب منظور ہوا کہ معافیات کل معاف کی جاویں اور ایک فہرست جملہ معافیات بہ قید آراضی معافی اور نام معافی داران ہر ایک تحصیل سے طلب ہووے اور ہر ایک معافی دار سے بقدر حیثیت اس کے

اقرار نامہ اس مضمون کا لیا جاوے کہ جس وقت سرکار کو ضرورت ہوئے تو ہمراہ لشکر آدمی مسلح واسطے امداد کے دیا کرے بعد ازاں ہونی لہذا یہ اشتہار واسطے آگاہی خاص و عام کے جاری ہوتا ہے کہ جن معافی داران کو دعویٰ معافیات کرانے اپنی معافی کا ہے وہ بمیعا و پندرہ یوم کے سامنے حضور کے جہاں لشکر ہو حاضر ہو کر عرضی اپنی حاضری کی گزارنے اس وقت تحقیقات مراتب مذکورہ کی ہو کر وہ صورت استحقاق حکم معافی پانچ<sup>۱۳</sup> کا دیا جاوے گا۔

## تفصیل باغیوں کی فوج کی بقید مقامات جہاں متعین تھی

ان اشتہارات کے بعد احمد اللہ خاں اور اس کے صلاح کاروں نے ہر ایک مقام پر جہاں جہاں سے سرکاری فوج کے اترنے کا احتمال تھا کچھ کچھ فوج متعین کی، اگرچہ فوج متعین کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر ادلی بدلی ہوتی رہتی تھی مگر جب فوج سرکاری اس ضلع میں اتری ہے اس وقت جس جس مقام پر جس جس قدر فوج موجود تھی اس کی تفصیل اس مقام پر لکھی جاتی ہے یہ نہیں کہتا کہ یہ تفصیل بالکل صحیح اور حقیقی ہے مگر جہاں تک ممکن ہوا ہے تحقیقات کر کے لکھا گیا ہے۔

جنرل جوئس صاحب بہادر کاروٹر کی میں سہجنا  
یہاں تو نواب نے ہر طرح سے ناکہ بندی کر رکھی تھی اور اُدھر سرکاری

۱۵ ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ نمبر (ج) صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳



فوج بمقام روڑ کی جمع ہوتی تھی کہ دفعتاً تیرہویں اپریل ۱۸۵۷ء کو جنرل جونز صاحب بہادر اس فوج کے کمانیر مقرر ہو کر روڑ کی میں داخل ہوئے اور میجر جرجیل صاحب بہادر کو حکم دیا کہ کن کھل میں جا کر پل جو تیار ہوتا ہے اس کی حفاظت کریں اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کو حکم ہوا کہ بڑی توپیں اور لٹائی کا سامان نانگل کے گھاٹ کے سامنے لے جا کر غنیم کو اس طرح پر دکھلائیں کہ گویا پایاب پانی میں ہو کر دریا کے پار اترتے ہیں۔

## پل کشتیوں کا شیشم والی گھاٹ پر بندھنا اور کچھ فوج سکراری کا پار اترنا اور روڑ کی سے لشکر کا کوچ ہوتا

چودھویں اپریل ۱۸۵۷ء کو کپتان ڈرہینڈ صاحب بہادر سا فسر کمان انجینئرز کپتان برن لو صاحب بہادر انجینر دو توپیں ہاتھیوں پر رکھ کر مع ایک کمپنی گورہ اور ایک کمپنی سکھ آکھ بجے کے قریب موضع کن کھل سے بمقام گھاٹ شیشم والی گنگا پار اتر گئے اور مورچہ لگا دیئے۔ غنیم کی طرف سے کوئی مقابل نہیں ہوا۔ نتیجتاً دو سو آدمی جو وہاں متعین تھے وہ بھاگ گئے۔ پندرہویں تاریخ تک پل کشتیوں کا بخوبی تیار ہو گیا اور اسی تاریخ کو کل لشکر روڑ کی سے کوچ ہوا اور گنگا کا تالہ اتر کر پل کے پاس مقام ہوا اور سوٹھویں تاریخ کو کل لشکر کا تو وہیں مقام رہا مگر توپ خانہ اور ملتان رسالہ اور کوک صاحب کی پلٹن پار اتر گئی۔

اسی تاریخ میجر اسماعیل صاحب بہادر نے اپنے لشکر کو گنگا کے کنارہ پر بڑھا کر اسی کنارہ پر غنیم کے لشکر پر توپیں ماریں اور ادھر سے بھی توپیں چھوٹیں اور پھر اپنی فرود گاہ پر واپس آئے۔

## آنبہ سوت کی لڑائی اور سرکار کی فتح

سترھویں تاریخ کو میجر اسماعیل صاحب بہادر نے پھر گنگا کے کنارہ پر  
آن کر توپ چلائی اور اسی تاریخ کو تمام لشکر نے مقام فرود گاہ متصل پل سے  
حسب انتظام مندرجہ حاشیہ کوچ کیا اور پل کو انز کما آنبہ سوت کی طرف چلا۔  
یہ رستہ مشکل تھا اور دونوں طرف

سرطک کے جنگل ہے بعضی جگہ بہت  
گھاٹ ہے اور کہیں کم ہے جب کہ  
کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر نے  
گنگا کے پار مورچہ لگایا تھا تو احمد اللہ  
خاں دارانگر میں تھا اس کو خبر پہنچی  
کہ دو انگریز اور تھوڑی سی فوج  
پار اترا آئی ہے اس لئے اس نے  
دارانگر سے آنبہ سوت پر کوچ کیا  
اور مارٹے کے لشکر میں سے ہزار  
سباز ہی اور کچھ سوار اپنے ساتھ لیکر  
سولھویں تاریخ کو آنبہ سوت پر پہنچا

ہمراؤ

۶۰ پلٹن ریفیل کی ایک کمپنی جو محاربہ  
متفرقہ کے لئے تجویز ہوئی تھی۔

۶۰ ریفیل کی ایک کمپنی جو دو ضرب  
توپ کی محافظت کرتی تھی۔

سیپیرا دہینیرا ایک سالہ سواران

قلب لشکر

ایک سالہ سواران اور توپ خانہ

کپتان آسٹن صاحب بہادر

۶۰ پلٹن ریفیل مع پنجابی پیدل کابریٹ

اسباب حرب اور خزانہ مع سواران

۱۵ آنبہ سوت کی لڑائی کی تفصیل مسٹر شیکسپیئر کلکٹر ضلع بجنور کی رپورٹ میں بھی  
موجود ہے۔ (خط نمبر ۵۵ بنام ڈبلیو میور سیکریٹری ٹو گورنمنٹ این۔ ر۔ ڈبلیو۔ پی  
الہ آباد مورخہ ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء)



رسالہ مائتانی

لشکر کا عقب

ایک کمپنی پیادگان پنجابی اور ایک  
رسالہ سواران۔

لشکر قلب کے دونوں طرف ایک  
ایک کمپنی پیادگان ہندوستانی  
اور آدھی آدھی کمپنی سواران متعلق تھیں

اور سترھویں کو اس نے بھی آنبہ  
سوت سے گنگا کی طرف کوچ کیا  
تھا۔ جب ہماری فوج ہلی ندی پر  
چھ میل راہ چل کر پہنچی تو فوج ہراول  
کو معلوم ہوا کہ غنیم یہاں موجود ہے  
میجر مسٹر صاحب بہادر نے کمال  
دائانی اور جیتی سے ایک بلند جگہ پر  
ریفل پلٹن کی ایک کمپنی متعین کی اور

سواران اور توپ خانہ کو آگے بڑھا کر سرحد موضع شام پور قریب رسیا پڑ  
کے لڑائی شروع کی۔ اسی وقت جنرل جون صاحب بہادر نے حکم دیا کہ  
کپتان کیورٹین صاحب بہادر کا رسالہ اور کپتان اسٹن صاحب بہادر کا  
۱۳۳ توپ خانہ لشکر کے آگے دوڑایا جاوے اور پیادہ صف باندھ کر غنیم کے  
قیام گاہ پر بڑھیں۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا کہ احمد اللہ خاں دارانگر سے خبر سن کر  
آنبہ سوت پر آیا، درحقیقت اس کا ارادہ چھاپہ مارنے کا تھا لیکن وہ اس  
ارادہ سے ناامید ہوا اور سرکاری توپ خانہ اور ریفل کی پلٹن اور ملتان  
رسالہ نے غنیم پر ایسی آگ برساتی کہ وہ بالکل سراسیمہ ہو گئے اس وقت  
جنرل جون صاحب بہادر نے دفعتاً سواروں اور توپ خانے کو آگے  
بڑھنے کا حکم دیا اور کپتان کیورٹین صاحب نے ہر مقام پر غنیم پر پورش کی  
اور شراپیل کے گولہ برابر غنیم پر پڑنے لگے۔ دشمن بھاگ نکلا اور بجیر چند  
توپوں اور بند قوں کے فیر کرنے کے اس سے اور کچھ نہ ہو سکا خاص آنبہ سوت

پر جو بہت مشکل اور مورچہ کے لئے بہت عمدہ جگہ تھی اور غنیم نے بہت  
 مدت سے یہاں مورچہ درست کیا تھا اس کو بھی چھوڑ بھاگ گیا۔ یہاں تک  
 کہ سیکڑوں آدمی جو تیاں اور وردی کے کپڑے اور اپنے ہتھیار پھینک  
 کر بھاگے۔ تمام جنگل اور سڑک پر ہتھیار بکھرے ہوئے تھے اور ہر قدم پر  
 لاش بڑی تھی میں جو لشکر محارب کے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا قصداً لاشوں  
 کو دیکھتا تھا کہ شاید کوئی شناخت میں آئے مگر کوئی نامی آدمی نہیں مارا  
 گیا۔ البتہ دو لاشیں تلنگاں نمک حرام کی نظر پڑیں اور میری دانست میں  
 تخمیناً تین سو ساڑھے تین سو آدمی غنیم کا مارا گیا اور سرکار کی طرف بجز ایک  
 آدمی کے اور کسی کا نقصان نہیں ہوا۔ چار توپیں دشمنوں کی اور تمام اسباب  
 میگرن اور ڈیرہ و خیمہ جو آئندہ سوت پر کھڑا ہوا تھا سب چھین لیا مگر دو توپیں  
 غنیم کے آدمی لیکر نجیب آباد بھاگ گئے تھوڑی دیر کے بعد لشکر وہاں  
 سے آگے بڑھا اور موضع بھاگو والا پر پہنچ کر مقام کیا۔ یہاں سے آٹھ میل  
 نجیب آباد اور آٹھ میل نانگل تھی۔

بعد شکست کھانے کے احمد اللہ خاں مع چند سواروں کے جدا بھاگا  
 اور بہت سے سوار اور پیادہ سیدھے نجیب آباد کو بھاگے اور کچھ نانگل کی طرف  
 گئے اور اکثر آدمی جو تیاں اور ہتھیار اور وردی پھینک کر جنگل میں چھپ گئے جب  
 اس مقام پر لڑائی ہو رہی تھی اور اس سے تھوڑی دیر پہلے میجر اسماعیل صاحب <sup>۱۳۴</sup>  
 بہادر نے نانگل کی طرف سے دشمن پر گولہ مارے تھے جو فوج دشمن کی نانگل  
 پر متعین تھی وہ بھی سر اسیمہ ہو گئی اور بہت سے بھاگ نکلے تھے کہ اس عرصہ میں  
 شفیع اللہ خاں بھاگا ہوا نانگل میں پہنچا اور اس کے تھوڑی دیر بعد احمد اللہ  
 خاں پہنچا اور یہ سب مل کر نجیب آباد آئے اور اسی وقت بھاگنے کی تیاری



کی پانچ بجے تک جملہ باغیان نجیب آباد سے بھاگ گئے دو ضرب توپ جو آنہ سوت سے بھگا کر لائے تھے اور چار ضرب توپ جو نانگل سے بھگا کر لائے تھے اور ایک ضرب توپ جو خاص ذرا محمود خان کی اردلی کی تھی ان توپوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور چودھری رندھیر سنگھ اور کرانی صاحب ہتھم تار برتی کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور نجیب آباد کی تمام رعایا شہر سے نکل گئی اور شہر بالکل خالی ہو گیا۔

## نانگل کے گھاٹ سے سرکاری فوج کا اترنا

اسی تاریخ ہنزل جون صاحب کو خبر پہنچی کہ نانگل سے بھی غنیم اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی وقت میجر اسماعیل صاحب کو حکم دیا کہ بھاری توپیں اور ماہر حرب گنگا کے پار تاریں چنا پچھ اس کی تعمیل ہوئی اور میجر اسماعیل صاحب کا توپ خانہ اور پہلا پنجاب رسالہ مع بھاری توپوں کے بایاب گنگا اتر آیا اور رات کے وقت میجر موس صاحب بہادر نانگل سے اس شکر میں آئے اور ملاقات کر کے اپنی فروگاہ کو پھر گئے۔

## نجیب آباد پر سرکار کی چڑھائی اور سرکار کی فتح

اٹھارویں تاریخ کو اسی قاعدہ سے شکر کا کوچ بھاگو والہ سے نجیب آباد ہوا۔ جب لشکر قریب مان ندی کے پہنچا تو غنیم کی طرف سے تین آواز توپ کی آئیں۔ کچھ شک نہیں ہے کہ سردار باغیوں کے بالکل بھاگ گئے تھے اور تمام شہر خالی پڑا تھا مگر کچھ سپاہی پتھر گڈھ کے قلعہ میں تھے۔ جب انہوں نے کہا گنا چاہا تو توبہیں چھوڑ دیں تاکہ ان کو بھاگنے کی فرصت ملے۔

جنرل جون صاحب بہادر نے اسی وقت برگڈیہ کوک صاحب کو حکم دیا کہ آگے جاویں۔ چنانچہ صاحب ممدوح آگے بڑھے۔ شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ جب قلعہ پتھر گدھ کی طرف بڑھے تو کچھ باغی قلعہ میں سے بھاگتے دیکھائی دیئے۔ ان کے تعاقب میں سواروں نے گھوڑے ڈالے اور تیس آدمی ان میں کے مارے۔ شہر اور قلعہ بالکل فتح ہو گیا اور سرکار دولت مدار کے قبضہ میں آ گیا قلعہ میں سے چھ ضرب توپ اور گولہ اور سامان حرب اور شہر میں سے دو توپیں ایک احمد اللہ خاں کے دروازہ پر سے ایک اس کارخانہ میں سے جہاں توپیں بنتی تھیں اور ایک شہر اور قلعہ کے بیچ میں جو میدان ہے وہاں سے سرکار دولت مدار کے ہاتھ آئیں، شہر نجیب آباد کاٹ گیا اور تمام شہر میں بکثرت آگ لگ گئی۔

## شہر نجیب آباد میں آگ کا لگنا

نہایت افسوس ہے کہ ہمارے حکام کو اس طرح سے شہر کا جلا تا منظور نہ تھا۔ شاید اتفاقاً آگ لگ گئی اور یہ سبب اس کے کہ شہر خالی پڑا تھا اور پانی بھی وہاں بہت کمیا ہے آگ کے بجھانے کا کچھ علاج نہ ہوا۔ مگر عموماً یہ بات مشہور ہوئی کہ ہندوؤں نے جن کے گھر نواب نے جلا دیئے تھے اس فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھ کر قصداً تمام شہر میں آگ لگوا دی اور جو رنج کہ ان کے دلوں میں تھا اس کا بدلہ بخوبی نکال لیا اور

۱۵ یہ ذکر مسٹر شیکسپیر نے اپنی رپورٹ میں بھی کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو خط نمبر ۵ بنام مسٹر ڈبلیو میور)



کچھ نہیں کہ ایسا ہی ہو۔

## قلعہ پتھر گرہ کا حال

مناسب ہے کہ قلعہ پتھر گرہ کا بھی کچھ تھوڑا حال لکھوں بنجیب خاں نے ۱۷۵۵ء میں یہ قلعہ بنایا۔ ۱۷۵۸ء میں بنجیب خاں سے اس قلعہ پر لڑائی ہوئی۔ جھنکوراؤ سیندھیا اور ملہار راؤ مرہٹے نے چانڈی کے متصل گوتمکھ گھاٹ سے اتر کر بنجیب آباد کو اور اس قلعہ کو لوٹا تھا پھر شاہ عالم کے وقت میں ضابطہ خاں پر نواب بخت خاں اور سیندھیا اور کوجی مرہٹے نے چڑھائی

۱۷۷۱ء نواب مرزا بخت خاں، متوسلان شاہ ایران سے تھے۔ اصحابان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ جب نادر شاہ نے ایران پر قبضہ کیا تو شاہ کے کنبہ دار بھی گرفتار کئے گئے۔ مرزا کو بھی قید ہوئی۔

مرزا محسن برادر بزرگ صفدر جنگ بطور سفیر محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف ۱۷۳۹ء میں ایران گئے۔ تو انہوں نے نادر شاہ سے سفارش کر کے مرزا بخت خاں کو رہائی دلوائی۔ بخت خاں اور اس کی بڑی بہن رہا کر دی گئی۔ مرزا محسن نے ان کی بہن کو اپنے جالہ عقد میں لیا اور جب واپس آئے تو بخت خاں کو ہمراہ لیتے آئے۔

یہاں سے جا کر اولاً مرزا کو چک (محمد قلی خاں) داروغہ قلعہ آلہ آباد کی ملازمت اختیار کی۔ بعد میں بنگالی چلے گئے اور نواب قاسم علی خاں سے متعلق ہو گئے۔ اس نے ان کو تیس لاکھ روپیہ خوج کی فراہمی (باقی اگلے صفحہ پر)

کی اور پھر گڈھ پر توپیں ماریں اور لوٹے لیا۔ پھر ۱۷۷۷ء میں شجاع الدولہ نے اس قلعہ پر تسلط کیا۔ پھر ۱۷۸۱ء میں سرکارِ دولت مدار انگریزی کا اس ملک پر تسلط ہوا۔ پھر ۱۷۸۵ء میں امیر خاں نے اس نواح میں غدر مچایا۔ اب ۱۷۸۵ء میں ان نمک حراموں نے اس خاندان کا نام و نشان مٹا دیا۔

(بقیہ ماثیہ صفحہ ۲۹۵) کو دیدیاد بکسر کی جنگ میں سنجف خاں بھی شریک تھے۔ اس جنگ کے خاتمہ پر وہ کمپنی کی ملازمت میں آگئے۔ ۱۷۹۵ء میں الہ آباد پر انگریز متصرف ہوئے تو لارڈ کلایٹون نے ان کی خدمت کے صلہ میں دو لاکھ کی پنشن عطا کی اور شاہِ عالم کی طرف سے کٹرہ کا فوجدار بنا دیا۔ حنیر الدولہ کا بادشاہ پر اثر بڑھا تو یہ اس عہدے سے برطرف کر دیئے گئے کچھ عرصہ بعد شاہِ عالم کی توجہ ان پر پھر ہوئی تو ان کو تین ہزار سوار و پیادہ پر افسر مقرر کر دیا گیا۔ شاہِ عالم واپسی آئے تو یہ ہمرکاب تھے۔ اگرہ پر جاٹوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ شاہ نے ان کی سرکوبی پر سنجف خاں کو متعین کیا۔ یہ شاہی فوج لے کر جاٹوں پر حملہ آور ہوئے اور اگرہ کو فتح کر لیا۔ کامیابی پر بادشاہ نے نواب ذوالفقار الدولہ کا خطاب دیا اور عہدہ امیرالامرائی پر سرفراز کیا۔ ان کی امیرالامرائی کے زمانے میں ایرانی امراء کا دورہ بار میں بہت اثر بڑھ گیا تھا۔ آخر زمانہ میں سنجف خاں کی اخلاقی حالت بہت گر گئی تھی۔ مرزا مظہر جانِ جاناں کو ان ہی کے اشارے سے قتل کیا گیا۔ شاہ عبدالعزیز پر بھی ان کے زمانے میں سختیاں کی گئیں۔ ۱۲۲۱ پر یں ۱۷۸۲ء کو ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق ص ۳۰۸ و ۳۰۹)



## جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کا گرفتار ہونا اور مارا جانا

انیسویں تاریخ کو خبر ملی کہ جلال الدین خاں بھائی محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں جو پہلے مفت امر وہ تھا کوٹ قادر میں ہیں۔ اسی وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کچھ سوار ساتھ لے کر ان کی گرفتاری کو گئے مگر پہنچنے سے پہلے ان دونوں نے اپنے تئیں ملتان سواروں کے سپرد کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں گرفتار آئے اور گوروں کے پہرہ میں مقید ہوئے اور بیسویں تاریخ ص ۱۳۶ شے ان کا کوٹ شروع ہوا اور بعد ثبوت جرم کے جیل جون صاحب بہادر کے حکم سے نور پور کے مقام ۲۳ تاریخ کو گولی سے مارے گئے۔

## باغیوں کے مکانات حکومت کا اوڑانا

بیسویں اپریل ۱۸۵۸ء کو یہ تجویز ہوئی کہ مکانات متناہ محمود خاں اور جلال الدین خاں جو ان کی سرداری اور حکومت کے نشان ہیں اوڑا دیئے جاویں تاکہ سرکار کی کماں ناراضگی ان نیشن دار نمک حواموں سے ظاہر ہو اور لوگوں کو بخوبی عبرت ہو چنانچہ اسی تاریخ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور دیوان خانہ جو بہت بڑا مکان اور حکومت کی جگہ تھی اوڑا دیا گیا۔ اسی تاریخ یہ تجویز ہوئی کہ ایک کمپنی سکھ اور توپ خانہ اسی تحت حکومت میجر اسماعیل صاحب بہادر اور اول پنجاب رسالہ تحت حکومت پکتان ہوس صاحب بہادر پتھر گڑھ میں رہے۔

۱۵ جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کی گرفتاری اور پھانسی دیئے جانے کی خبر ”دی بنگال ہیرکارہ اینڈ انڈیا گزٹ“ ۲۴ اپریل ۱۸۵۸ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔

## جناب مسٹر جارج پامر صاحب کا مع فوج کے نجیب آباد میں مقیم ہونا

اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ انتظام نصف  
شمالی ضلع کا اپنے ذمہ لیں۔ چنانچہ صاحب ممدوح ہمراہ اس فوج بمقام نجیب آباد  
مقیم رہے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ صدر اسین کو حکم دیا کہ تم بھی  
جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر کی خدمت میں حاضر۔ وکران کی اطلاع  
میں کام کرو۔ چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل اور صاحب ممدوح کی تابع داری  
میں حاضر رہا۔

## نگینہ پر باغیوں کا جمع ہونا اور رندھیر سنگھ کی رہائی

جب یہ باغی نجیب آباد سے بھاگے ہیں تو نگینہ ہوتے ہوئے دھام پور  
گئے اور رستہ میں احمد اللہ خاں نے جو دھیری رندھیر سنگھ کو اپنی قیدی سے  
چھوڑ دیا اور وہ یا عانت زبیداران پورینی نجیب آباد میں پہنچے اور شکر میں  
شامل ہوئے۔ نگینہ دالے بھی شہر کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ جب حرامزادہ  
مارے نے دارانگر میں خبر سنی کہ فوج سرکاری نجیب آباد میں داخل ہو گئی تو  
اس نے سرکار کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور دارانگر سے مع اپنی تمام فوج کے

۱۵ خط نمبر ۱۱۹ از مجسٹریٹ سہارن پور بنام ایف ولیم، کسٹرفرسٹ ڈویژن  
میرٹھ، سہارن، مجسٹریٹ آفس موضعہ ۱۲۳ اپریل ۱۸۵۶ء سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۱  
اپریل ۱۸۵۶ء کو مارے خاں کی فوج، کا مقابلہ انگریزی دستوں (باقی اگلے صفحہ پر)



براہِ بجنور نگینہ کو آیا اور بجنور میں ہر دیال جاٹ کو قتل کیا اور چند ہندوؤں کو گرفتار کر کے نگینہ لے آیا اور نگینہ کے باغوں میں مورچہ قائم کئے اور احمد اللہ خاں کے بلانے کو سوار بھیجے اور جتنی فوج کہ متفرق ہو گئی تھی اور جتنے باغی فرار ہوئے تھے سب کو بلا کر جمع کیا۔ چنانچہ سب باغی یعنی مارٹے خاں اور قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجر اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور حبیب اللہ خاں اور کلن خاں اور نتھو خاں متعین افضل گڈھ کل اپنی جمیعت میں اور توپوں کو لے کر بمقام نگینہ جمع ہوئے مگر نہ محمود خاں نگینہ پر نہیں آیا بلکہ سیوارہ میں جا کر مع ایک ضرب توپ اور کچھ سواروں کے مقیم ہوا اور بیسویں تاریخ رات کے وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کو بذریعہ مخبروں کے جو جناب ممدوح نے مقرر کر رکھے تھے مفصل خبر غنیم کے ہر ایک مورچہ اور توپوں کی تعداد کی بخیب آباد میں پہنچی اور میرا شرف علی ساکن نگینہ نے جو نواح نگینہ میں موجود تھا اور سرکار کے خیر خواہوں میں ہے مفصل حالات کی عرضی بھجور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی غرض کہ جملہ حالات نگینہ کے بخوبی بمقام بخیب آباد دریافت ہو گئے۔

(بغایہ حاشیہ ص ۲) سے ہوا مارٹے خاں کو شکست ہوئی اور کافی آدمی اس کے مارے گئے۔ دس ہندوؤں کا بھی نقصان ہوا۔ دارانگرا در بجنور انگریزی فوجوں نے لیا اور ۲۲ ہندو قیں بھی چھین لیں۔

(بحوالہ سہارن پور کلکٹر ٹریٹ۔ پری میڈی ریکارڈس، مئی ۱۸۵۶ء جو ڈیشیل پریس اشورڈ ٹوڈی گزٹز بک نمبر ۲۳۳ صفحہ ۲۵۴) اسٹیٹ آرکائیوز آف اتر پردیش۔ آلہ آباد۔

# نگینہ کی لڑائی اور سرکاری فتح

ایک سو تارخ کو فوج کا بخیب آباد سے نگینہ پر کوچ ہوا۔ اسی ترتیب سے ہراول اور قلب اور عقب اور یمن دیا ر لشکر کا روانہ ہوا جس وقت کہ لشکر نہر کے پل پر پہنچا جہاں سے نگینہ تین میل رہتا ہے جو انان سپرینٹنڈنٹ نے فی الفور پل پر درختوں کی ٹہنی کاٹ کر ڈالیں اور توپ خانہ اسی اور ریفیل کی پلٹن پل پر سے اتر گئی اس وقت غنیم کے سوار دکھائی دیئے۔ فی الفور ۴ سالہ ٹڈ گون اور مد ضرب توپ اور جو انان محاربہ متفرق دائیں ہاتھ کی طرف متعین ہوئے اور سواران ملتان بائیں ہاتھ پر اور توپ خانہ محاصرہ آگے بڑھایا گیا۔ باغیوں کی طرف سے بھی توپ سر ہوئی اور ریفیل کی پلٹن اور پہلی پلٹن پنجابی آگے بڑھی اور سترہ پلٹن اس کی تائید میں رہی پلٹن پیادگان سکھ نے آگے بڑھ کر باڈھ مار دی غنیم سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلا دائیں طرف سے سرکاری فوج نے بڑھنا شروع کیا احمد کپتان کیورٹین صاحب بہادر نے ملتان رسالہ کے سوار ساتھ لے کر بائیں طرف کو رخ کیا غنیم کی فوج بے اختیار بھاگی جاتی تھی اور مد ہادی مارے جاتے تھے تمام مورچہ دشمن کے سرکار کے قبضہ میں آ گئے پلٹن ریفیل اور پہلی پلٹن پنجابی نے یورش کر کے پانچ توپیں غنیم کی ایک مورچہ پر سے چھین لیں اور کپتان برٹ صاحب بہادر نے جمعیت جو انان کاربیسر یورش کر کے فوج غنیم کے بائیں طرف سے در توپیں اور دو جنائلی چھین لیں اور ایک توپ مارے کے مکان میں سے سرکار کے قبضہ میں آئی۔

جس فوج نے دائیں طرف سے غنیم پر یورش کی تھی اور باغی بھاگے پٹن



جاتے تھے اس وقت سرکاری فوج متفصل کچے باغ کے جو بائیں کے نام سے مشہور ہے پہنچی اس باغ میں کچھ لوگ مسلح شہر سے بھاگ کر ان چھپے تھے اور کچھ باغی بھی بھاگتے وقت گھس گئے تھے۔ منجملہ ان کے عنایت رسول جو نامی باغی اور مشہور حرا مزادہ مقام مع جان محمد اپنے ملازم کے اس باغ میں گھس گیا تھا جب سرکاری فوج کے چند سوار اس باغ کے قریب پہنچے تو اس نے یا اس کے نوکر نے ان سواروں پر بدوق فیہ کی۔ اس وقت یقین ہوا کہ اس باغ میں باغی چھپے ہوئے ہیں۔ سرکاری فوج نے اس باغ میں جا کر قریب پچاس ساٹھ آدمی قتل کیا اور ساٹھ ستر آدمیوں کو زندہ پکڑ کر گولیوں سے مار دیا۔ عنایت رسول مع اپنے نوکر کے مارا گیا اور اکثر آدمی قاضی محلہ کے جو اس باغ میں چھپے ہوئے تھے وہ بھی مارے گئے جس قدر غورتیں اس باغ سے نکلیں ان سے کسی نے کچھ مزاحمت نہ کی۔

## تار برقی والہ صاحب کا زندہ ملنا

کپتان کیوٹین صاحب یہاں درنے جو ملتان کی رحمت کے سوار لے کر بائیں طرف گئے تھے چار میل تک باغیوں کا تعاقب کیا۔ موضع مجھیرہ کے نیچے دھام بورد کی سڑک پر چار توپ اور چھ ہاتھی غنیم کے چھین لئے اور جس قدر لوگ ہاتھیوں پر سوار تھے سب کو قتل کیا اور کرانی صاحب ہتھم تار برقی جو دنا، محمود خاں کی قید میں تھا منجملہ انہیں ہاتھیوں کے ایک ہاتھی پر سوار تھے کپتان صاحب صحیح سلامت اس کو شکر میں آئے۔

جس روز نگینہ میں لڑائی ہوئی ہے اس روز باغیوں کو سرکاری فوج آنے کا یقین نہ تھا اس لئے دلیل سنگھ گوجر باغی مع ایک توپ اور دو سواروں

کے رسد لینے کو بڑھ پور گیا تھا اور وہاں کے مہاجنوں کو لوٹ کر نگینہ پھر آتا تھا اس عرصہ میں غنیم کی شکست ہو چکی تھی۔ جب دلیل سنگھ موضع شریف الملک پور عرف قاضی مار کے پاس پہنچا چند سرکاری سواروں نے اس کا تعاقب کیا اور توپا اس سے گھین لی اور سب سواروں کو مع دلیل سنگھ کے بھگادیا مار لڑائی میں پندرہ توپیں اور کل میگزین سرکار کے قبضہ میں آئیں اور ایک توپ جس کو باغیوں نے نیا بنایا تھا اور چھوٹے کے وقت پھٹ گئی تھی میدان میں سے ڈٹی پڑی پائی۔

## جناب کپتان ہوس صاحب بہادر کا بڑھ پور جانا اور سعد اللہ خاں کو مارنا

جس وقت نگینہ پر لڑائی شروع ہونے کو تھی نجیب آباد میں میجر ہوس صاحب بہادر نے اپنے رجمنٹ کے سوار ساتھ لے کر بڑھ پور کو کوچ کیا تھا اس ارادہ سے کہ باغی اس طرف سے بھاگنے نہ پائیں۔ افسوس ہے کہ صاحب کے پہنچنے سے بہت پہلے دلیل سنگھ بڑھ پور سے پھر چکا تھا۔ میجر صاحب نے بڑھ پور کے جنگل میں تلاش کیا تو سعد اللہ خاں سابق تھانہ دار نگینہ جو باغیوں کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ پولس تھا جنگل میں بھاگتا ہوا ملا اور اسی جگہ مع ایک اور سوار کے مارا گیا۔

## شہر نگینہ کا انتظام

برمجر دستہ ہونے نگینہ کے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اور جناب اندرسن صاحب بہادر برگٹ میجر مع سپاہیان پلٹن خاکی کے شہر نگینہ میں



تشریف لے گئے اور سید تراب علی تحصیل دار کو واسطے انتظام شہر کے اپنے ساتھ لیا اور شہر کی ناکہ بندی کر کے جیسا کہ چاہئے انتظام شہر کا فرمایا اور تین سو آدمی شہر میں سے گرفتار کئے۔ ان میں سے چون آدمی اسی وقت مارے گئے اور باقیوں نے اسی وقت رہائی پائی۔ اسی وقت جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے مولوی محمد علی رئیس نگینہ کو جو خیر خواہ سرکار تھے تلاش کر کے بلایا اور اپنے لشکر میں رہنے کا حکم دیا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے گھر کو بھی لٹنے سے بچایا۔ باقی تمام شہر نگینہ کا شام تک لٹا رہا۔ اس لڑائی میں سرکار کی جانب سے بہت کم نقصان ہوا مگر افسوس ہے کہ فٹنٹ کا سٹلنگ صاحب بہادر اس معرکہ میں بہت دلاوری سے کام آئے۔

رات کے وقت جناب صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر نے مولوی قادر علی تحصیل دار نگینہ کو بدستور نگینہ کی تحصیل داری پر مامور کیا اور سید تراب علی تحصیل بجنور کو حکم دیا کہ تم نگینہ میں ٹھہرو اور تمام تحصیل و مخانہ جات متعلقہ تحصیل نگینہ کا انتظام کرو اور جس قدر کہ آدمی مناسب سمجھو نوکر رکھ لو۔ چنانچہ سید تراب علی نے بخوبی انتظام کیا جس سے حکام بخوبی راضی ہوئے۔

### دھام پور کو لشکر کا کوچ

صبح بائیسویں تاریخ کو لشکر نے نگینہ سے کوچ کیا اور دھام پور پہنچ کر مقام ہوا۔ ایک توپ جو ذرا محمود خاں کے ساتھ سیوہارہ کی طرف گئی تھی اور وہاں سے بھاگتے وقت رستہ میں رہ گئی تھی اس کی اطلاع زمینداران موضع گنگا دھری پور پر گئے سیوہارہ نے جو دھری پور تا پ سنگھ کو دی۔ انہوں نے اپنے آدمی متعین کر کے اس توپ کو منگا لیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جملہ باغی اس ضلع سے بھاگ گئے اور مراد آباد کی طرف چلے گئے۔

جو کہ مراد آباد میں فیروز شاہ آگیا تھا۔

## کل لشکر کا مراد آباد کو کوچ ہونا اور جناب مسٹر الکنڈر سپیر

صاحب بہادر کا تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمہ لینا  
اس لئے تمام لشکر نے ۲۳ تاریخ کو مراد آباد کی طرف کوچ کیا اور جناب  
مسٹر الکنڈر سپیر صاحب بہادر نے بمقام نور پور تمام ضلع کا انتظام اپنے  
ذمہ لے لیا اور لشکر سے جدا ہوئے۔ جنرل جون صاحب بہادر نے ہمارے جناب  
صاحب کلکٹر بہادر کی کمال احسان مندی ظاہر کی کہ آپ نے ہم کو بخوبی مدد دی  
اور بسبب لائقیت ضلع کے خبروں کے پہنچانے اور رسد کے تیار کرنے میں  
بلا تاخیر آپ نے کمال کوشش کی اور اسی وقت جنرل جون صاحب بہادر نے فوج

۱۵ جنگ آزادی کے سربراہ اور وہ رہنماؤں کی صف اول میں جن کا شمار کیا  
جاتا ہے ان میں فیروز شاہ بھی شامل ہیں۔ یہ ۱۸۵۷ء میں حج سے واپس آئے تھے کہ ہنگامہ  
انقلاب شروع ہوا۔ انہوں نے فوراً انقلابی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور آخر  
تک لڑتے رہے۔ ان کے حربی کارناموں کا سلسلہ گویا رے شروع ہوتا ہے۔ ہاں کے  
بعد وسط ہند میں مذکور کے مقام پر انہوں نے کارہائے نمایاں دکھائے۔ آخر میں اودھ  
اور روہیل کھنڈ کی لڑائیوں میں سید احمد شاہ اور خان بہادر خاں کے ہمراہ میدان جنگ  
میں لڑتے رہے۔ آخر میں تانیا ٹوپی کے ہمراہ جو تاناراؤ مرہٹہ کا سردار تھا مختلف  
لڑائیوں میں حصہ لیا۔ بالآخر فیروز شاہ کی رائے اور مشورہ کے خلاف تانیا ٹوپی نے انگریزوں  
کی اطاعت قبول کر لی۔ شہزادہ فیروز شاہ حجاز کی طرف چلے گئے اور وہیں آخر عمر  
تک رہے۔ (سرکشی ضلع بجنور صف ۳۰۵ و صف ۳۱ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)



مقیم میران پور کو جو مقابلہ گھاٹ دارانگر پابک کی حفاظت کرتی تھی حکم دیا  
دریا کو (کا) عبور کر کے بجنور میں داخل ہوں۔ چنانچہ بھیسویں تاریخ کو اس  
فوج نے عبور کیا۔

**جناب مسٹر الگنڈر سکسپیر صاحب** اور جناب مسٹر جارج پامر  
صاحب بہادر کا مع توپ خانہ غنیمت نگینہ لفتح و فیروز میں بجنور میں داخل ہونا  
جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جس قدر توپیں فتح نگینہ میں ہاتھ آئی تھیں  
جنرل جون صاحب سے اپنے قبضہ میں لیں اور باوجودیکہ اس وقت سب فوج  
کا کوچ مراد آباد کی طرف ہو گیا مگر صاحب ممدوح نے بہ کمال دانائی و دلادری  
سب توپوں کو اپنی حفاظت میں لے کر بھیسویں جون کو بجنور میں داخل ہوئے  
جس انتظام سے توپیں آئی تھیں ہر شخص اس کو دیکھ کر تعجب کرتا تھا۔  
جناب جارج پامر صاحب بہادر جنرل مجسٹریٹ نے اسی قلیل عرصہ  
میں بنجیب آباد و دگرت پور اور منڈا اور وغیرہ کا بخوبی انتظام اور حفاظت  
اور تحصیل اور چوکیات بٹھا کر اسی تاریخ بجنور میں تشریف لائے اور میں بھی ہمراہ صاحب  
ممدوح بجنور میں پہنچا اور بھیسویں تاریخ سے کچھری صدر ایسی کی کھد لے دی۔

ضلع میں اس قدر جلد انتظام ہونا نادرات سے ہے  
بھیسویں تاریخ کو فوج مقیم میران پور اور کپتان سچ صاحب بہادر  
اور سواران رسالہ پولس اور اکھائیسیں تاریخ کو میجر موس صاحب بہادر  
اور میجر اسماعیل صاحب بہادر مع چار توپ بجنور میں داخل ہوئے۔  
اپریل کا مہینہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ جناب مسٹر الگنڈر سکسپیر  
صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کی حسن تدبیر

۱۲۱ اور سعی کوشش سے تمام ضلع میں امن ہو گیا۔ تمام ضلع میں تھانہ جات اور  
 چوکیات اور تحصیلیں قائم ہو گئیں اور ہر ایک جگہ زر مال گذاری سرکار تحصیل  
 ہوتا شروع ہو گیا۔ یہ وقت بہت نازک تھا کہ رعایا کی تسلی اور باغیوں کی  
 سرادہی دونوں ساتھ ہوتی تھیں۔ یہ دونوں کام ایسے ثنائیتہ تدبیروں  
 سے انجام پائے کہ ہر ایک کے دلوں پر حکومت اور قوت سرکار کی دہشت  
 ہر دم بڑھتی گئی اور اسی کے ساتھ رعایا تسلی اور دلاسا پاتی گئی۔ خیال کرنا  
 کرنا چاہئے کہ یہ ضلع بالکل ملا ہوا ہے پہاڑ اور بہت بڑے بڑے جنگلوں  
 سے۔ جب کہ سرکار کی بخوبی عمل داری تھی جب بھی اکثر ڈاکو اس میں رہتے  
 تھے اب کہ کثرت یا غیاب کی اس ضلع میں تھی ایسا خیال میں گذرتا تھا کہ  
 اس ضلع کے بہت لوگ جو جنگل سے واقف ہیں جنگل میں چلے جائیں گے  
 اور نئے سرے سے ایک جماعت ڈاکوؤں کی پیدا ہو جائے گی صرف  
 ان دونوں حاکموں کی حسن تدبیر تھی کہ ان خرابیوں میں سے کوئی بھی نہ ہونے  
 پائی اور جس قدر کہ آدمی جنگل میں چلے گئے تھے سب جنگل سے نکل کر اپنے  
 اپنے مکانات میں آ گئے اور اپریل کا مہینہ گذرنے سے پہلے جنگل کی راہیں سب  
 صاف ہو گئیں اور کوٹ دوار اور لال ڈھانگ کی منڈیوں میں بخوبی تجارت  
 جاری ہو گئی۔ ایسا جلد انتظام ہونا ایک نادر بات اور بہت بڑا اثر ان دونوں  
 صاحبوں کی تدبیر کل ہے۔ اب مناسب ہے کہ میں بھی اپنی کتاب کو ان دونوں باتوں  
 اور مدبر حاکموں کی دعائے ترقی عمر و دولت اور اقبال پر ختم کروں۔

دولت و فتح و ظفر اقبال و جاہ و منزلت

و رضاء عفا باد و ایم ختم کر دم یر دعا



## خاتمہ

جو امر کہ دنیا میں پیش آدے آدمی کو لازم ہے کہ اس پر غور کرے اور اس کا مال اور نتیجہ سوچے (سوچنے) اور اس سے ایک نصیحت کی بات سمجھ لے۔ یہ ہنگامہ فساد جو پیش آیا صرف ہندوستانیوں کی ناشکری کا وبال تھا اس زمانہ کے بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ سرکار دولت مدار انگریزی ہی کی عملداری میں پیدا ہوئے اور بہت سے ایسے ہیں کہ انہوں نے سرکار ہی کی عمل داری میں ہوش سنبھالا ہے غرض کہ ہندوستانیوں نے آنکھ جو کھولی تو سرکار ہی کی عمل داری کو دیکھا اور کوئی عمل داری نہیں دیکھی تاریخ دیکھنے کا اور کتابوں سے پچھلے حالات دریافت کہ کے عبرت پکڑنے کا ہندوستان میں مطلق رواج نہیں رہا۔ اس سبب سے تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ پچھلی عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا زیادتیاں ہوتی آئی ہیں، کوئی شخص کیا امیر اور کیا غریب چین سے نہیں رہتا تھا اگر تم پچھلی عملداریوں کے ظلم اور زیادتیوں سے واقف ہوتے تو سرکار انگلشیہ کی عمل داری کی قدر جانتے اور خدا کا شکر ادا کرتے مگر تم نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں کیا اور ہمیشہ ناشکری کرتے رہے اس لئے خدا نے اس ناشکری کا وبال تم ہندوستانیوں پر ڈالا اور چند روز سرکار دولت مدار انگلشیہ کی عمل داری کو معطل کر کر پچھلی عملداریوں کا نمونہ دکھلایا۔

---

سلسلہ سرسید احمد خاں کے مسودہ میں یہ خاتمہ شامل نہیں ہے۔ (بحوالہ سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق ص ۲۸۷)

”سرسید احمد خاں کے ہاتھ کا تحریر کردہ ”سرکشی ضلع بجنور“ کا نسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں موجود“ (ایضاً ص ۱۲۷)

اے باشندگانِ ضلع بجنور تم خیال کرو کہ اس ضلع میں تین عالتیں گزر گئیں چند روز تعطیل عہداری رہا کہ کسی کی عملداری کو زور اور طاقت نہ تھی اس زمانہ میں خیال کرو کہ باہم رعایا نے کس قدر اپنے ہم جنسوں پر ظلم اور زیادتی کی، ہزاروں گھر لوٹ لئے اور بیسیوں گاؤں جلا دیئے۔ سیکڑوں آدمی مارے گئے ہزاروں آدمی لٹ کر فقیر ہو گئے۔ کسی کا مقدور نہیں تھا کہ ایک گائوں میں سے دوسرے گائوں تک بے خطر رستہ چل سکے۔ پھر مسلمانوں نے اول اور آخر اس ضلع میں زور پکڑا اور جو بہت بڑے موروثی نواب کہلاتے تھے اور گویا انہی کے بزرگوں نے اس ضلع کو بسایا تھا انہوں نے عمل داری کی ان کی عمل داری کا مزہ دیکھ لیا اور جس قدر ہندو اس ضلع کے تباہ اور برباد اور قتل اور غارت ہوئے بڑے بڑے رئیس اس ضلع کے تباہ و برباد ہو کر جلا وطن ہو گئے۔ بیسیوں ہندو بے گناہ پکڑے گئے اور مارے گئے اور حال اسباب گھر سب لٹ گئے۔ مسلمانوں کو جو اس وقت میں ان نوابوں کے ہاتھ سے نقصان نہیں پہنچا یہ بات بھی ایک مصلحت کی تھی کہ وہ بدذات جانتے تھے کہ کسی طرح مسلمان تمہارے برخلاف نہ ہو جائیں اگر خدا سزا ستہ ان کی حکومت کو ذرا بھی پایداری ہو جاتی تو تم لوگ مسلمان بھی دیکھ لیتے کہ انہی تمہارے ہم مذہب لوگوں سے تم پر کیا کیا زیادتیاں اور کیا کیا ظلم ہوتے ان نوابوں کی عمل داری کے درمیان میں چند روز ہندوؤں کا غلبہ اور زور ہو گیا اور چودھریوں نے اس ضلع میں ان دنوں حکومت کر لی۔ تم نے ۱۷۳۳ء ہندوؤں کی حکومت کا مزہ چکھ لیا کہ ان کے ہاتھ سے مسلمانوں پر کیا کیا گنا اور کتنے گھر لٹے اور کتنے گاؤں مسلمانوں کے جلے اور جو رو بیٹی تک کی لیے عزتی ہوئی۔ تم سچ بتاؤ کہ سرکار انگلشیہ نے چون برس اس ضلع میں



عمل داری کی کسی شخص ہندو مسلمان نے کسی قسم کی تکلیف اور ایذا پائی یا پھر تم  
 تم یہ خیال نہ کرنا ہی ایام غدر میں ہندوستانیوں کی حکومت نے یہ آفتیں تم پر  
 ڈالی تھیں۔ اگلے بڑے بڑے بادشاہوں کی عملداریوں کا حال تاریخ کی  
 کتابوں سے دیکھو کہ ان مقتطم عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا آفتیں رعایا  
 پر رہتی تھیں۔ یہ آرام جو سرکار دولت مدار کی عملداری میں تھا۔ اس کا  
 لاکھواں حصہ بھی نصیب نہ تھا۔ دیکھو سرکار انگلشیہ کی عملداری میں ہندو  
 مسلمان سب امن اور آسائش سے رہتے تھے کوئی زبردست زبردست پر  
 ظلم نہیں کر سکتا، ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد پر پیشور کی پرستش  
 میں مصروف ہے کوئی کسی سے معترض نہیں، ہندو اپنے مذہب کے موافق شیوالے  
 بناتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں مسلمان اپنے مذہب کے موافق مسجدیں بناتے  
 ہیں اور اذانیں دیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں کوئی روکتے والا اور منع کرنے والا  
 نہیں، سوداگرا اپنے تجارت کے کام میں مشغول ہیں لاکھوں روپیہ کا مال ایک  
 بڑھے ضعف گماشتہ کے ساتھ کر کر ہزاروں کوں بھیجتے ہیں اور نفع اٹھاتے  
 ہیں کسی ڈاکو ٹھگ کا اندیشہ نہیں رہا، رستے کیسے صاف ہیں کہ رات کو عورتیں  
 ہزاروں روپیہ کا زیور پہنے گاڑی میں بیٹھ منزلوں چلی جاتی ہیں اور کچھ ٹھٹکا  
 نہیں ہوتا، زمیندار کا شتکار اپنی کھیتی کے کام میں مشغول ہیں۔ جو روپیہ مالگنداری  
 کا ان سے کٹھہر گیا اس سے زیادہ جبہ بھی کوئی نہیں لیتا، غرض کہ یہ انصاف اور  
 یہ آسائش اور یہ آزادی اور عدم مزاحمت ہر کس کے حال اور قال اور مذہب  
 اور ملت سے جیسا کہ ہماری سرکار انگلشیہ کے عہد میں ہے کسی کے عہد میں نہیں  
 ہوا، تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کیا اس کا وبال  
 تم پر پڑا اور چند روز تغیر عملداری کر کے تم کو مزہ چکھا دیا، حکمت الہی اس میں

یہ کہتی کہ اب تم ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اس کے  
 قص: سایہ حمایت کو اپنے سر پر طلق ہمارے بہتر سمجھو خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔  
 ہندوستان میں اکثر یہ طریق رہا ہے جب کوئی زبردست کسی ملک پر  
 قابض ہوا تو رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی اور سب لوگ اس کے ساتھی  
 ہو گئے جب وہ چلا گیا اور دوسرا آیا پھر اس کے مطیع ہوئے۔ سمجھو اس بات  
 کو کہ یہ امر سرکار مدار انگلشیہ کی عملداری کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اگلی  
 ہندوستانی عملداریوں میں رعایا کو آزادی حاصل نہیں تھی ہر طرح پر عاکم وقت  
 کے ظلم و زیادتی اور بے جا حکومت میں دبے رہتے تھے، تمام مال اسباب  
 رعایا کا درحقیقت ان ظالموں کا تھا کہ جس کا چاہتے تھے ضبط کر لیتے تھے  
 اور جس سے چاہتے تھے تقصیر بے تقصیر ڈانڈا لیتے تھے۔ ایسی عملداری کا کچھ حق  
 رعایا پر نہیں ہوتا۔ برخلاف ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کے کہ اس میں  
 عام رعایا کو آزادی حاصل ہے۔ ہر شخص اپنی چیز کا آپ مالک ہے وہ جو چاہتا  
 ہے سو کر لیتا ہے، سرکار دولت مدد انگلشیہ جس طرح اپنا حق محفوظ رکھتی ہے  
 اسی طرح حقوق رعایا کی بھی حفاظت کرتی ہے، اگر ایک ادنیٰ چار سرکاری  
 رعیت کا یہ جانتا ہے کہ ایک پیسہ بھی میرا سرکار نے ناحق لے لیا ہے تو اس کی  
 نالاش خود سرکار پر کر کر اپنا انصاف پاسکتا ہے۔ گویا اس عملداری میں رعایا اور  
 حکام سب شامل ہیں اس قسم کی عملداری کا حق ایک رعایا پر ہوتا ہے جس کا  
 ادا کرنا ہر ایک رعیت پر واجب ہے اور وہ حق یہ ہے کہ ایسی عملداری کی  
 رعایا کو طرف داری اپنی گورنمنٹ کی واجب اور لازم ہوتی ہے اور نہ کرنے  
 کی صورت میں مجرم اور قصوروار ہوتا ہے۔ پس اس نازک وقت میں سب  
 ہندوستان کی رعایا کو واجب تھا کہ سرکار انگلشیہ کی طرف داری کرتی اور



جو حق عملداری سرکار کا ان کے ذمے تھا اس کو ادا کرتے اور طرفداری کے یہ  
 معنی ہیں کہ جہاں تک ہو سکتا سرکار کی امداد و اعانت کرتے اور مخالفین سرکار  
 کو مدد نہ دیتے اور یہ تمام رعایا ہندوستان کی ایک بہت اچھی ملک ہوتی جو  
 ہر جگہ مخالفین سرکار کے ذفعہ کو مستعد رہتی تاکہ سرکار زیادہ تر رعایا کے  
 حال پر متوجہ ہو کر ہندوستان کی رعایا کو اس سے بھی زیادہ آزادی اور عزت  
 دیتی جیسا کہ گورنمنٹ کی خوبی رعیت پروری اور انصاف گتری ہے ایسا  
 ص ۱۴۵ ہی رعایا کا ایمان اپنی گورنمنٹ کی طرف داری ہے۔ ہم لوگ اس سے غافل  
 رہے بلکہ اس کے برعکس کیا اور تمام اپنے ہموطنوں کی عزت کو خاک میں ملا دیا  
 اے کاش! اگر تم ایسا کرتے تو یہ روز بد جو تم کو بسزائے تمہارے اعمال کے  
 نصیب ہوا ہے کیوں ہوتا۔ اب بھی تم کو چاہئے کہ حق گورنمنٹ ادا کرو اور  
 جو رو سیاہی تم کو گورنمنٹ سے حاصل ہوئی ہے اس کو آب زلال اطاعت  
 اور فرماں برداری اور دلی طرفداری گورنمنٹ سے دعو و تاکہ نتیجہ نیک پاؤ۔

مرد باید کہ گیر و اند گوش

در نوشت است پند بر دیوار

## اعلان

د واضح ہو کہ بعض اس خیر خواہی کے کہ جو اس ہنگامہ میں ان تین ملازمان  
 سرکار دولت مدار سے ظہور میں آئی سرکار دولت مدار نے بموجب رپورٹ  
 جناب الگڈر شیکسپیر صاحب بہادر دام اقبالہ، مورخہ پانچویں جون ۱۸۵۸ء  
 نمبر ۵۶ و تیسویں جون ۱۸۵۸ء نمبر ۷۵ اور رپورٹ جناب صاحب کمشنر  
 بہادر و ہیل کھنڈ دام اقبالہ مورخہ یکم جولائی ۱۸۵۸ء اور رپورٹ حکام  
 عالی مقام صدر دیوانی عدالت مورخہ انیسویں جون ۱۸۵۸ء نمبر ۷۲ اور حکم

گورنمنٹ مورخہ مارہویں جولائی ۱۸۵۸ء نمبر ۲۲۷۹ سید احمد خاں صدر امین  
 بجنور کو عہدہ صدر الصدور مراد آباد پر مقرر فرمایا اور علاوہ اس کے دوسو  
 روپیہ ماہوار پینشن میں حیات ان کے امدان کے بڑے بیٹے کی مقرر فرمائی  
 اور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر بجنور کو دیہات زمینداری متصل خورجہ ضلع بلند  
 شہر میں جس کی جمع مال گذاری پانچ ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہ ہو مرحمت ہوئی  
 تجویز فرمائی اور میر تراب علی تحصیل دار کو اوپر عہدہ فائزہ ڈپٹی کلکٹر مجسٹریٹ  
 کے ممتاز فرمایا اور دیہات زمینداری ضلع آگرہ میں جس کی جمع مال گذاری ڈھائی  
 ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہ ہو مرحمت ہونے تجویز فرمائے۔ چنانچہ اس کی  
 منظوری ہو جب چٹھی صاحب سکریٹری گورنمنٹ مورخہ اسیسویں جولائی ۱۸۵۸ء  
 نمبر ۲۷۰۳ آگئی۔ اب دیکھو ہمارے قدردان گورنمنٹ کی قدردانی کو جن لوگوں نے  
 اس ہنگامہ میں اپنی خیر خواہی ظاہر کی کس قدر ان کی قدر و منزلت بڑھائی۔

**MIANA LIBRARY**



# ضمیمہ جات متن

اور

متعلقہ ضمیمہ

ماخوذ  
از سرکشی ضلع بجنور مرتبه طاک

۱۴۶

از سرکشی منفع بجوئد مرتبه واکر طمعین الحق

۳۱۸



# ضمیمہ ب

- ۱ ملبر۔ محمد علی خاں افضل گرٹھیہ کاشی پور سے پکڑا گیا۔
- ۲ ملبر۔ محمد عمر خاں افضل گرٹھیہ سابق میں ضلع حصار میں تحصیل دار تھا۔
- ۳ ملبر۔ محمد حسین خاں افضل گرٹھیہ اول رسالدار ہوا پھر مشیر ہوا پھر مختار ہو کر بریلی خاں بہادر کے پاس گیا۔
- ۴ ملبر۔ محمد حسن خاں افضل گرٹھیہ ڈپٹی کلکٹر سرسہ۔
- ۵ ملبر۔ مظفر خاں افضل گرٹھیہ ادل بھٹانے دار نانگل ہوا پھر کوتوال بجنیب آباد تھا۔
- ۶ ملبر۔ عطا خاں افضل گرٹھیہ جمعدار اردلی محمو د خاں۔
- ۷ ملبر۔ عنایت اللہ افضل گرٹھیہ جمع خرچ پولیس۔
- ۸ ملبر۔ نیاز اللہ خاں افضل گرٹھیہ۔
- ۹ ملبر۔ اکبر علی افضل گرٹھیہ۔
- ۱۰ ملبر۔ دختر شاہ ولی خاں زوجہ احمد اللہ خاں۔
- ۱۱ ملبر۔ احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار۔
- ۱۲ ملبر۔ عبدالرحمن خاں مصاحب۔
- ۱۳ ملبر۔ مصطفیٰ خاں انسر پلٹن بعد مصاحب۔
- ۱۴ ملبر۔ دختر محب اللہ خاں زوجہ شاہ ولی خاں۔
- ۱۵ ملبر۔ نیاز اللہ خاں تحصیلدار ضلع ہمیر پور۔
- ۱۶ ملبر۔ سیف اللہ خاں ڈپٹی ایجنٹ متعینہ راج بھرت پور۔
- ۱۷ ملبر۔ عباد اللہ خاں قبل غدر پیشکار کاشی پور بعد باغیاں کے اول تحصیلدار نگینہ بعد مصاحب۔

- ۱۸ لمبر۔ عظمت اللہ خاں قبل غدر منصف ٹھاکر دوارہ بعدہ پٹیش دست محمود خاں۔
- ۱۹ لمبر۔ دختر عظمت اللہ خاں زوجہ حبیب اللہ خاں بخشی۔
- ۲۰ لمبر۔ دختر عظمت اللہ خاں زوجہ اسماعیل خاں منصف سہارن پور۔
- ۲۱ لمبر۔ احمد اللہ خاں قبل غدر تحصیل دارنجیب آباد، نواب باغی کی طرف سے اول  
ڈپٹی کلکٹر بعد اس کے مختار کل۔
- ۲۲ لمبر۔ شفیع اللہ خاں بعدہ باغیان اول تحصیل دارنجیب آباد بعدہ جنرل فوج۔
- ۲۳ لمبر۔ عزیز اللہ خاں مصاحب۔
- ۲۴ لمبر۔ دختر احمد اللہ خاں زوجہ حفیظ اللہ خاں۔
- ۲۵ لمبر۔ حبیب اللہ خاں داماد عظمت اللہ خاں باغیان کی طرف سے بخشی فوج۔
- ۲۶ لمبر۔ کریم اللہ خاں قبل غدر پیشکار دھام پور بعد اس کے اول تحصیل دار  
دھام پور پچھر مصاحب۔
- ۲۷ لمبر۔ حفیظ اللہ خاں داماد احمد اللہ خاں مصاحب محمود خاں۔
- ۲۸ لمبر۔ شفاعت علی خاں عرف جیون علی خاں مصاحب۔
- ۲۹ لمبر۔ محمد خاں۔
- ۳۰ لمبر۔ ثابت علی خاں پیشکار دھام پور۔
- ۳۱ لمبر۔ ولایت علی خاں۔
- ۳۲ لمبر۔ عنایت علی خاں قیدی جیل خانہ مراد آباد۔
- ۳۳ لمبر۔ مہدی علی خاں صفرین۔
- ۳۴ لمبر۔ پسر ثابت علی خاں صفرین۔
- ۳۵ لمبر۔ نامحود خاں باغی مطلق۔
- ۳۶ لمبر۔ غضنفر علی خاں ولی عہد باغی۔



- ۳۷ ملبر۔ معظم علی خاں پسرنا محمود خاں باغی۔  
 ۳۸ ملبر۔ دختر محمود خاں۔  
 ۳۹ ملبر۔ جلال الدین خاں برادر محمود خاں باغی۔  
 ۴۰ ملبر۔ دختر جلال الدین خاں۔  
 ۴۱ ملبر۔ زوجہ علاؤ الدین خاں پسر امین الدین خاں۔  
 ۴۲ ملبر۔ سید بیگم زوجہ عظمت اللہ خاں دختر بھیمو خاں۔  
 ۴۳ ملبر۔ فیض بیگم زوجہ سعد اللہ خاں دختر نقو خاں۔  
 ۴۴ ملبر۔ اسحاق خاں پسر سعد اللہ خاں۔  
 ۴۵ ملبر۔ سعد اللہ متبغی زوجہ غلام قادر خاں سابق منصف امر و ہر شریک جلال الدین خاں۔  
 ۴۶ ملبر۔ اسماعیل خاں پسر سعد اللہ خاں منصف سہارن پور۔

۱۵ یہ نام مطبوعہ نمبر ۱۸۵۸ء میں نہیں دیا ہوا لیکن سرکشی ضلع بجنور مرتبہ ڈاکٹر معین الحق  
 ۲۹۳ پر دیا ہوا ہے۔  
 ۱۶ مطبوعہ نمبر ۱۸۵۸ء میں نمبر سلسلہ ۴۰ کے بعد ۴۵ سے ہی شروع ہوتا ہے۔

# ضمیمہ (ج)

## فہرست فوج باغیان

نام مقام	نام افسران	سپاہ سواران		سپاہ پیادہ	میزان	تعداد
		تعداد سواران	نام رسالہ داران	نام غول		
آئبہ سوت	احمد اللہ خاں شفیع اللہ خاں	۵۵	عطاء اللہ خاں	احمد اللہ خاں	۵۰۰	۵
		۷۰	نیا ز اللہ خاں	شفیع اللہ خاں	۷۰۰	
		۴۰	قادر علی خاں	ازہر بیان ماٹے	۱۰۰۰	
		۷۵	شیخ نجف علی			
		۳۵	قادر بیگ			
		۳۲	عمر خاں برادر عوف			
		۳۶	کاظم علی خاں			
		۳۱	شیو رام گوجر			
			سواران رجمنٹ باغی			
		۸۰	ہمرا بیان قاضی			
			عنایت علی خاں			
		۱۲۰	ازہر بیان ماٹے			
		۱۳۴	بہار الدین خاں			
			میزان		۵۰۰	۴

۱۵ یہ بجائے ۲۰۰ کے ۲۰۰ ہے کہ بت کی غلطی سے ایک صفروہ گلیا ہے کیونکہ میزان میں صاف ۵۰۰ لکھا ہے



		۱۰۰۰	اردو محمد خاں	۱۰۰	عمدہ خاں بخو خاں جمعدار	محمود خاں مصطفیٰ خاں حفیظ اللہ خاں کریم اللہ خاں عزیز اللہ خاں	بجیب آباد
۱۰	۱۰۰۰			۱۰۰	میزان		
		۱۰۰۰		۵۰		غفلت اللہ خاں کلن خاں عبدالرحمن خاں	ہانگل
۴	۱۰۰۰			۵۰	میزان		
		۴۰۰۰	ہمراہیان مارٹے ہمراہیان دین سنگھ گوجر	۴۰ ۱۵۰ ۴۰۰ ۷۰	سواران رجسٹ باغی ہمراہیان قاضی علی دیگر ہمراہیان قاضی علی سواران مارٹے گوجر ہمراہیان دین سنگھ	مارٹے خاں قاضی عنایت علی دلیل سنگھ گوجر	دارانگر
۸	۲۵۰۰			۴۹۸	میزان		
		۱۵۰ ۵۰	ہمراہیان تھو خاں انہمراہیان مارٹے	۷۰	نظام علی خاں غلام محمد خاں عرف گکامی خاں نائب	نتھو خاں	افضل گڈھ
۲	۴۵۰			۷۰	میزان		
۳۰	۱۷۵۰			۱۵۲۴			میزان کل

# ضمیمہ نمبر ۱

نواب محمد محمود خاں، امیر الدولہ، ضیاء الملک، ذوی القدر  
منظر جنگ بہادر — اور ان کے خاندانی حالات

اٹھارویں صدی کے وہ نامور جنہوں نے غیرت و خودداری اور حریت پروری  
کی روایات زندہ رکھیں ان میں نجیب خاں کا نام خاص طور پر عزت و احترام کا مستحق ہے۔  
نجیب خاں ابن سردار اہالت خاں ابن ملک عنایت خاں، عمر خیل قبیلہ سے  
تھے۔ یہ قبیلہ روہیلوں میں با اعتبار بزرگی و شرافت ممتاز تھا۔ اہالت خاں قبیلہ کا سردار  
تھا اور ان کے بھائی بشارت خاں گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ وہ عہد فرخ سیر  
میں بسلسلہ تجارت ہندوستان آئے۔ یہاں کٹہیر میں روہیلوں نے اپنی ریاست  
قائم کر لی تھی۔ اسی علاقہ میں بشارت خاں نے بلاس پور پر قبضہ کر لیا اور اس کا نام  
اپنے نام پر بشارت نگر رکھا۔

نجیب خاں، پشاور سے ۲۵ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں منری ہے۔ اسی  
مقام پر شہلہ میں پیدا ہوئے۔ یہاں ان کو نہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملے نہ  
زندگی بسر کرنے کا کوئی ذریعہ ملا تلاش معاش میں دو آب کے علاقے میں آگئے

۱۵ سرکشی بجنور ص ۲۹۸ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق۔ ۱۶ نجیب التواریخ ص ۱۵۰ نصیر الدین  
تلمی نسخہ حبیب گنج۔ ۱۷ نجیب التواریخ ص ۵ (ب)



وہ ہندوستان تین سال کی عمر میں بشارت خاں کے ہمراہ آئے تھے۔ اللہ نے  
 بنجیب خاں کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ ۱۷۳۳ء میں وہ آنولہ گئے اور  
 علی محمد خاں کے یہاں ملازم ہو گئے۔ شروع میں بارہ سواران کے نیچے رکھے گئے  
 تھے۔ جلد ہی وہ ترقی کر گئے اور کئی سو سواران کی ماتحتی میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ  
 بعد علی محمد خاں کو شہنشاہ نے سرہند کا گورنر مقرر کیا۔ بنجیب خاں ان کے ہمراہ  
 گئے تو اس وقت نواب علی محمد خاں کو بنجیب خاں کی صلاحیتوں کے پرکھنے کا موقع  
 ملا۔ انہیں کی جان بازی سے صوبے پر قبضہ ہو گیا۔ اسی معاملہ میں نواب نے ان کا  
 عہدہ بڑھایا۔

جب بنجیب خاں کی بیوی کا ۱۱۶۱ھ میں انتقال ہو گیا اور وہ سرہند سے  
 آنولہ واپس آئے تو نواب دوندے خاں رئیس بسولی نے اپنی دختر در بیگم سے  
 بنجیب خاں کی شادی کر دی اور ۱۱۷۴ھ محال ضلع بجنور کے جس میں چاندپور، نگینہ  
 اور بجنور وغیرہ کے علاقے شامل تھے، نواب علی محمد خاں سے دوائے اور اپنی  
 فوج کا رسالدار کر دیا۔ دارانگر کی تحصیل بھی ان کے ذمہ تھی۔ تھوڑے عرصہ میں بنجیب خاں  
 نے اس کو ایک آباد قصبہ بنا دیا اور ایک درسگاہ بھی قائم کی جہاں علمائے فرنگی محل درس  
 تدریس کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

۱۱۷۵ھ سرگزشت بنجیب الدولہ نواب عبدالسلام خاں (قلمی) ۲۵ بنجیب الدولہ اور جنگ پانی پت ۳۶  
 ۳۷ بحوالہ درس نظامیہ اور فرنگی محل (مقالات شبلی) (سرکشی بجنور ص ۲۹۹ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق)  
 نوٹ: ایک مدرسہ بنجیب آباد میں بھی قائم کیا جس کی اساس مدرسہ رحیمہ کے اصول  
 و قواعد تھے اور ولی اللہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت کا اس میں خاص انتظام  
 تھا۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوب ص ۲۰۲)

اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان آ کے مرہٹوں کے تسلط سے خلاصی دلائے۔ لیکن افسوسناک بات ہے کہ اس وقت جنگ پانی پت کا فائدہ ملک کی مرکزی سرکار مغلیہ نے نہ اٹھایا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں بالکل جان نہ تھی بلکہ آئندہ چل کر اس کا فائدہ جنگ پلاسی کے فاتحین کو پہنچا۔ جو یقیناً شاہ صاحب کے مقصد کے خلاف تھا۔

نجیب الدولہ کو علوم رسمی کی تعلیم یقیناً نہیں ملی تھی لیکن ان میں وہ تمام خوبیاں تھیں جو محنت، دیانت داری اور تجربے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی عسکری لیاقت بے پناہ تھی۔ وہ دشمنوں کی سازش کا توڑ کرنا جانتے تھے۔ ناسازگار حالات میں ان کی دور بین نگاہ صحیح راہ عمل دیکھ لیتی تھی۔ خود اعتمادی اور سیاسی بصیرت کی ان میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ وہ انتہائی قومی درد اور مذہبی جذبہ رکھنے والے تھے۔ انہوں نے مغلیہ سلطنت کو بچانے کے لئے وہی سب کچھ کیا جو سلجوقیوں نے خلفاء بنی عباس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے کیا تھا۔ ۳۵

ہمارے بعض مورخین نے نجیب الدولہ کی شخصیت اور کارناموں کی صحیح تصویر پیش نہیں کی ہے۔ روہیل کھنڈ کے ایک مشہور عالم حاجی محمد مہدی صاحب نے ان کی شان میں متعدد تصدیق لکھے ہیں۔ ان کا انتقال ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۱ء کو ہو گیا۔ ان کی عدل گستری اور بالغ نظری کا یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا کہ جب وہ بستر مرگ پر آخری سانس لے رہے تھے تو انہوں نے اپنی

۱۵ شاہ دلی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۱۷۱۔ خلیق احمد نظامی۔

۱۶ ایضاً ص ۵۳ ایضاً ص ۲۰۱۔

۱۷ بہادر شاہ ظفر ص ۷۷؛ امیر احمد علوی۔



فوجوں کو دجوان کے ساتھ باپوڑ کے مقام پر بھٹیں اور جب کہ گڈھ کا مہیلہ  
 ہو رہا تھا، حکم دیا کہ گنگا کے میلے میں آنے جانے والے ہندو یا تریوں  
 کے جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔<sup>۱۵</sup>

نواب نجیب الدولہ کے بعد ضابطہ خاں دلی میں اپنے باپ کے فرائض  
 منصبی ادا کرنے لگے۔ سندھیہ کا قلعہ پر قبضہ ہوا تو ضابطہ خاں اپنی باؤنی  
 محال نجیب گڑھ کو چلے گئے۔ جب شاہ عالم نے ضابطہ خاں کو طلب کر کے  
 حکم دیا کہ اپنے باپ کی جائداد کا حق جانشینی اور عہدہ کے مروجہ یکس افارے  
 اور صرف خاص کی ان آراضیات کا جو نجیب الدولہ کے پاس عرصہ دراز تک  
 رہیں حساب پیش کرے تو یہ اطلاع پا کر انہوں نے قاصد کو روٹا دیا۔ اس پر  
 شاہی فوج کا ایک حصہ برسرِ کر دی بخت خاں ایرانی جو ذریعہ اور سپہ سالار  
 فوج شاہ عالم تھے مع ٹو کو جی ہلکر مہاراجی سندھیا اور ویاجی کرشنا سرائان  
 مرہٹہ، ضابطہ خاں پر حملہ آور ہوئے۔ یہ فوج ضابطہ خاں کے علاقہ میں داخل  
 ہو گئی۔ اس فوج کی روانگی کے گیارہ دن بعد شاہ عالم ثانی بھی دہلی سے روانہ  
 ہوئے۔ ضابطہ خاں نے اہل خاندان و خزانہ پتھر گڑھ کے قلعہ میں بھجوا دیا اور  
 خود ایک فوج روہیلوں کی ہمراہ لیکر مقابلہ کے لئے آیا۔ ۲۳ فروری ۱۷۷۲ء  
 کو بمقام سکر تال فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں نواب کو ناکامی کا منہ دیکھنا  
 پڑا۔ وہ شمال میں پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ ان کے میدان چھوڑنے پر  
 شاہی فوج نے پتھر گڑھ پر چڑھائی کی۔ ۱۷ مارچ ۱۷۷۲ء کو قلعہ خالی کر لیا

۱۵ بہادر شاہ ظفر ص ۲۰۳: امیر احمد علوی۔ ۱۵ سرکشی بجنور ص ۲۰۲ مرتبہ ڈاکٹر معین الحق  
 ۱۶ تاریخ ہندوستان جلد نہم دہم ص ۳۱۹: ذکار اللہ۔

گیا۔ مرہٹوں نے سنجیب الدولہ کی قبر کے قریب تک کوٹھا دیا اور ضابطہ خاں کا خزانہ قبضہ میں کر لیا اور نواب کے افراد خاندان مرد اور عورتیں اور ان کے خرد سال لڑکے غلام قادر کو گرفتار کیا۔ آخر شش شجاع الدولہ کی سفارش پر یہ رہا ہوئے۔

۱۷۷۴ء کی جنگ ردھیلہ میں ضابطہ خاں شجاع الدولہ، نواب اودھ کے ساتھ تھا۔ بعد میں سخت خاں نے پھر بادشاہ کو راضی کر کے ضابطہ خاں کے خلاف جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۲۸ اپریل ۱۷۷۴ء کو شاہ عالم مرہٹوں کی کثیر فوج لے کر ضابطہ خاں کی آخری جائے پناہ غوث گڑھ پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ فتح ہوا۔ ضابطہ خاں جان بچانے کی خاطر سکھوں کے علاقہ کی طرف چلا گیا۔ عورتیں اور بچے بھی گرفتار کر لئے گئے اور اگرہ کے قلعہ میں بھیج دیئے گئے۔ غلام قادر کو بادشاہ نے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ کچھ عرصہ بعد شاہی حکومت کو جاٹ اور ساجوتوں سے مقابلہ کرنا پڑا تو ضابطہ خاں سے معاملہ کیا اور ساتوں محال مع قلعہ غوث گڑھ اس کو واپس کئے گئے۔ اپنے علاقے میں آکر کچھ عرصہ رہے تھے کہ پیام موت آگیا۔ ۲۱ جنوری ۱۷۷۵ء کو ان کی وفات واقع ہوئی۔

نواب ضابطہ خاں کے بیٹے معین الدین خاں عرف بھمبو خاں اپنے بھائی غلام قادر کی موت کے بعد پنجاب کی طرف چلے گئے۔ دہلی پر ۱۸۰۳ء میں لارڈ ٹیک نے قبضہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد انگریزی سرکار کی طرف بلائے گئے اور پانچ ہزار روپیہ ماہوار پنشن مقرر ہوئی اور بریلی میں قیام کی اجازت ملی۔ ۱۸۱۲ء میں ان کو سنجیب آباد میں قیام کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ ۱۷



سر سید نے بھبھو خاں کی باز آباد کاری کو انگریزوں کی عنایت خسرانہ قرار دیا ہے لیکن سر سید کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد میاں لکھتے ہیں:

”یہ بھی تاریخ کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ۱۸۱۲ء کا دور کمپنی کی حکومت کے لئے بہت سخت تھا۔ ایک طرف پنڈاری گریلا لڑائیاں لڑ رہے تھے دوسری طرف مرہٹوں کی نا صابطہ فوجیں دہلی کے قریب تک پہنچ رہی تھیں۔ مہاراجہ گوالیار انگریزوں کے برخلاف راجہ نیپال سے ساز باز کر رہا تھا۔ ایسی صورت میں عنایت خسرانہ نہیں بلکہ سامراجی اغراض کا تقاضا تھا کہ نواب بھبھو خاں جیسے با اثر شخص کو ایسے پر خطر علاقہ میں بسایا جاوے جو فوجی لحاظ سے بہت اہم تھا۔ جہاں میدانی علاقہ کے باشندے پہاڑی قوموں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا آتش فشاں جب چاہے تیار کر سکتے تھے۔“

انہیں مصلحتوں کی خاطر بھبھو خاں کو وقتی طور پر آلہ کار بنایا گیا اور جیسے ہی یہ مصلحتیں ختم ہوئیں اور بھبھو خاں کی عمر کا آفتاب غروب ہوا، وظیفہ کی مقدار پانچ ہزار ماہانہ کی بجائے صرف ایک ہزار ماہانہ کر دی .. .. حق و انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ بھبھو خاں کو پورا ضلع واپس دے دیا جاتا اور اس کی نوابی تسلیم کی جاتی۔ لہ

لہ علماء کا شمار ماضی جلد ۳ ص ۳۳۳ : مولانا محمد میاں۔

نواب محمود خاں، معین الدین خاں کے بیٹے تھے جو اپنے آبائی وطن سنجاب آباد  
میں پیدا ہوئے۔ ایک عالی شان محل بنوایا جس کا نام "مبارک محل" تھا۔ اس میں  
ایک چھٹی بھون بھی تھا۔ ایام گراما میں اس کی چھت سے باریک بوندیں مبینہ  
کی سی برساتی جاتی تھیں۔ ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام  
کیا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو انہوں نے اپنے سلاطین کا انتظام ان کے سپرد کیا۔  
ایک ہزار روپیہ ماہوار پنشن ان کو سرکار انگریزی سے ملنے لگی۔ ان کے سوتیلے  
بھائی جلال الدین خاں تھے۔ دونوں بھائیوں میں ترکہ کے سلسلے میں سخت اختلافات  
ہو گئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جائداد دونوں میں تقسیم ہو گئی۔

نواب محمود خاں بے حد فیاض اور سخی تھے۔ داد و دہش کے باعث ہمیشہ  
مفروض رہتے۔ یہاں تک کہ ۱۸۴۵ء میں اپنی جائداد محمد سعید خاں بہادر  
نالی رامپور کے پاس رہن کر دی۔ نواب محمود خاں نہایت خوش طبع یا ریاش اور  
مہمان نواز تھے۔ سپاہیانہ مزاج رکھتے تھے۔ لشکار کا بہت شوق تھا اکثر وقت  
اسی شغل میں بسر ہوتا۔ گولی کا نشانہ خوب لگاتے تھے۔ مرزا شاہ رخ بہادر  
شاہزادہ دہلی، راجہ ہندو راؤ بھی یہاں لشکار کو آتے تھے۔ انگریز حکام بھی ان  
کے ساتھ لشکار میں رہتے۔

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں وہ ہمہ تن مصروف رہے اور ۸ جون  
۱۸۵۷ء کو ضلع میں اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ ۲۱ جولائی کو شہنشاہ دہلی کی  
خدمت میں عہدہ خاں کے ہاتھ ایک عرضداشت روانہ کی اور شاہ دہلی ابو ظفر  
بہادر شاہ سے امیر الدولہ ضیاء الملک محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ بہادر کا  
خطاب پایا۔

۱۵ ملاحظہ فرمائیے فرمان شاہی سرکشی بجنور ص ۲۲ و ۲۳۔



انقلابیوں کی شکست کے بعد نواب اور ان کے ساتھی بجنیب آباد کو  
 خالی کر گئے۔ ان میں سے جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کو کوٹ قادر  
 سے گرفتار کر لیا گیا اور ۳۲ اپریل ۱۸۵۹ء کو ان جاں بازان دطن کے سینے  
 کو گولی کا نشانہ بنا کر انگریزی حکام نے ان کی طرف سے بے فکری حاصل  
 کر لی۔ کچھ مجاہدوں نے لکھنؤ جا کر انگریزی فوج کا مقابلہ کیا۔ شکست کے بعد  
 کچھ کو جام شہادت نصیب ہوا اور بعض انگریزی فوج کی پھانسی اور بندوبست کی  
 زد میں آئے۔ نواب محمود خاں مع اپنی بیگم اور چند انقلابیوں کے نیپال کی  
 طرف چلے گئے اور ایک اطلاع کے مطابق نیپال میں دھوکر (DHOKER)  
 کے قریب وہاں کی ناموافق آب و ہوا کے اثر سے انتقال ہو گیا۔ یہیں ان کے  
 ساتھ بالارادہ بھائی نانا ہر دت سنگھ تعلقہ دار (Butwal) کا بھی  
 انتقال ہوا۔

۱۵ ملاحظہ فرمائیے سرکشی بجنور ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶۔  
 ۱۶ دی بنگال ہرکارہ اینڈ انڈیا گزٹ جولائی ۱۸۵۹ء و نیشنل لائبریری کلکتہ

## ضمیمہ نمبر ۲

خط نمبر ۱۰۶ از A. Shakespear. مجسٹریٹ و کلکٹر ضلع بجنور، بنام  
R. Alexander. کمنڈر وہیل کھنڈا، بریلی، مورخہ بجنور، ۲ اگست ۱۹۵۹ء

یہ ایک طویل رپورٹ ہے جس میں متعدد سرخیوں کے ماتحت اس زمانہ کی ضلع کی  
حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ فل اسکیپ سائز کے تقریباً ۱۰۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس  
کی اہمیت یہ ہے کہ سرکشی ضلع بجنور کے بیانات اور اس کی ردائیں جلتی ہیں۔ طوالت  
کی وجہ سے اصل عبارت کا ترجمہ پیش نہیں کیا جا رہا ہے بعض سرخیاں جن کے ماتحت یہ  
رپورٹ بقیہ پراگراف نمبری لکھی ہے، درج ذیل ہیں۔

”گوجر دھوں کا ضلع میں ہجوم۔ شہباز پور کھدر پر حملہ۔ حکام انگریزی کا زمینداروں  
کی مدد حاصل کرنا۔ سفر پناہ گزینی کی نوابی گفتگو۔ تحصیل نگینہ کا لٹنا۔ بجنور جیل کا ٹوٹنا۔  
حکام انگریزی کا خزانہ کنوئیں میں ڈالنا۔ محمود خاں بجنور میں۔ نجیب آباد کے نواب  
کا دوبارہ بجنور میں آنا۔ محمود خاں بحیثیت نشن دار۔ محمود خاں کا اپنی عملداری کا  
اعلان کرنا۔ نئے ہاٹوں کا چلن بہادر شاہ سے فرمان حاصل کرنا۔ دوسرے اضلاع  
کے انقلابیوں کا آنا۔ نئے انتظامات وغیرہ۔“

۱۵ ڈیپارٹمنٹ - ۱۷ x فائل زٹیو آف انٹنس آؤٹ بریک آف ڈسٹرینس

ایٹ بجنور۔ میونسپل ریکارڈس۔ د۔ اسٹیٹ آرکائیوز آف اتر پردیش، ۱۰ آباد

۱۶ اصل خط پر تاریخ ۲ اگست درج ہے جو قلم زد کر دی گئی ہے۔

نوٹ: اس رپورٹ کا بیشتر حصہ اسٹریگل فار فریم ان اتر پردیش جلد ۵۰ مرتبہ ایس  
۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵ اور ۱۰۷۶ تا ۱۰۷۹ پر بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔



## ضمیمہ ۳

خط نمبر ۵۵ از A. Shakespear کلکٹر و مجسٹریٹ بجنور Bijnour  
بنام W. Muir سکریٹری ٹو گورنمنٹ این۔ ڈبلور پی، الہ آباد مورخہ بجنور ۳۰ اپریل ۱۸۵۵ء  
یہ رپورٹ مسٹر میکے خط نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۵ء کا جواب ہے۔ جو مسٹر ٹیکسٹر  
نے رپورٹ کی سے روانہ ہونے کے بعد متعدد سرخیوں کے ماتحت پیش کی تھی اور  
فل اسکیپ سائز کے تقریباً ۱۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بیانات، سرکشی  
ضلع بجنور کی عبارت سے کافی ملتے جلتے ہیں۔ لہذا اطوالت کے پیش نظر اس کو  
یہاں درج نہیں کیا گیا۔ البتہ چند سرخیاں بطور مثال درج کی جاتی ہیں۔  
”آنبہ سوت کے قریب لڑائی۔ قلعہ پتھر گڑھ سے فوج کی داپسی۔ جلال الدین  
اور سعد اللہ خاں کو پھانسی دینا۔ نجیب کے نواب کے دیوان خانہ کو اڑانا۔ نگینہ  
کی لڑائی۔ مراد آباد میں فیروز شاہ کی آمد کی اطلاع۔ بجنور کے سرداروں کا  
پہاڑوں کو چلا جانا۔ اسماعیل خاں حسن پور میں وغیرہ۔“

۱۵ ڈیپارٹمنٹ۔ x x ۱۷، فائل نمبر (۲) سیریل (۱) — میڈنی ریکارڈس  
اسٹیٹ آرکائیوز۔ اتر پردیش الہ آباد

نوٹ: اس رپورٹ کے اقتباسات اسٹریگل فار فریم ان اتر پردیش جلد ۵ مرتبہ  
ڈاکٹر ایس اے اے رضوی از ص ۴۱۵ تا ص ۴۲۲ پر بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۲

(ترجمہ) اقتباس از یادداشت جی. سی بیروز (G. C. Barues) کمشنر  
سپرٹینڈنٹ سسٹمز اسٹیشن۔

(۴) .. .. میں دو برس سے زیادہ ضلع بجنور میں جو رہیں کھنڈ کا شمالی ضلع ہے، مجسٹریٹ اور قائم مقام مجسٹریٹ کی حیثیت سے رہ چکا ہوں اور میں وہاں کے عام باشندوں اور شرفاء کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہاں کی آبادی زیادہ تر جاٹ اور تنگا لوگوں کی ہے۔ وہ بے ضرر لوگ ہیں اور انہوں نے کبھی بغاوت نہیں کی۔ اگرچہ ہر قسم کی پابندیاں ان پر سے ہٹائی گئی تھیں، وہاں کے باشندے عجیب غریب لوگ ہیں۔ وہ لوگ بہت بڑے زمیندار ہیں اور ایک لاکھ سے دو لاکھ تک لگان ادا کرتے ہیں اور گورنمنٹ کے معاملہ میں ان کا رویہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہلدوار اندھن پور کے چودھری "راجپوت" ہیں۔ تاج پور کے چودھری "تنگا" ہیں۔ ساہن پور کے "راؤ" اور شیرکوٹ کے چودھری "جاٹ" ہیں۔ ریہڑ کے "راؤ" راجپوت" ہیں اور چاند پور و MEHMUA کے سید ہیں۔ کمرت پور کے زمیندار مفتی ہیں اور بجنور خاص کے چودھری جاٹ ہیں۔ یہ سب اچھے کردار کے لوگ ہیں۔ .. .. بنجیب آباد میں نواب کا گھراٹا ہے جو کہ بنجیب خاں روہیلہ کی اولاد ہیں۔ وہ دو بھائی ہیں اور ان کو گورنمنٹ سے پنشن ملتی ہے۔ ان میں سے بڑے بھائی کو مسٹر شکسپٹر کلکٹر نے ضلع کا اسٹارچ بنا دیا ہے۔ میں نے خزانچی انبار ساکن بنجیب آباد کی زبانی سنا ہے کہ ضلع پوری طرح پامنا ہے اور برٹش حکام کے دوبارہ آنے کا منتظر ہے۔

(۵) میں سمجھتا ہوں کہ لجنور کو دوبارہ حاصل نہ کرنا ایک بہت بڑی نازی کی بات ہوگی۔ میں کچھ فوج الگ مخصوص کر دوں گا اور میں مسٹر ٹیکسٹر اور مسٹر پامپر



کو بلاؤں گا جو کہ قلع کے سول آفیسر ہیں اور ان کو ان فوجی دستوں کے ساتھ واپس بھیجا جائے گا۔ آئندہ فوجوں کی نقل و حرکت صورتِ حال کے مطابق ہونی چاہئے لیکن اگر بجنور میں امن رہا جیسا کہ میرا خیال ہے تو ہمیں مراد آباد اور بریلی کی طرف رخ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نواب راہپور کے ذہن کا پتہ یقینی طور پر لگا لینا چاہئے اور اس طرح ہمارا اختیار بالائی روہیل کھنڈ پر ہو سکتا ہے۔ R. 66 گورکھا الموڈہ سے نیچے لائی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہاں کا موسم جنگلی اردنرائی سے گزرنے کی اجازت دے۔

(۶)۔ میرے خیال میں مسٹر ولسن سے بہتر کوئی شخص نہیں جو اس دستہ کے ساتھ مراد آباد جاسکے۔ بالائی روہیل کھنڈ کے لوگ ان سے واقف ہیں اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم کو فوجی طاقت اور اس سلسلے میں کہ اسے کس سمت جانا چاہئے، بہت سے قیمتی مشورے دے سکیں گے، اس کی ایک نقل ان کو بھی بھیجی جائیگی۔  
نوٹ: یہ تحریر ۲۷ جولائی ۱۹۵۷ء سے قبل کی ہے۔ (مرتب)

---

فارین ڈیپارٹمنٹ، انڈیکس ۵۹ - ۱۸۵۰ - ۷۱، بی، دہلیوم I اس  
نمبر ۱۴ صفحہ ۲۹۷ "بجنور" - نمبر ایس۔ سی ۸ - ۲ مارچ ۱۹۵۷ء  
(نیشنل آرکائیوز آف انڈیا، نئی دہلی)

## ضمیمہ ۵

A. Brandreth. G. C. Barua. از، ۲۲، بنام  
 آفس سکرٹری اینڈ چیف کمشنر فار پنجاب، مورخہ انیالہ ۵ اگست ۱۸۵۷ء  
 بسلسلہ خط نمبر ۱۸، مورخہ ۲۱ جولائی جو کہ میں نے روہیل کھنڈ کے معاملات سے متعلق  
 ایک یادداشت پیش کرتے ہوئے لکھا تھا، اسی سے متعلق ایک نیم سرکاری خط کی نقل  
 آپ کی خدمت میں اور پیش کر رہا ہوں جو کہ مجھ کو کمشنر میرٹھ نے بھیجا تھا جس میں بتایا گیا  
 تھا کہ (ضلع بجنور) کے ہندو تعلقہ داروں اور خاص طور پر چودھری پرتاپ سنگھ آف تاج پور  
 نے جو کہ گماہیں، بنجیب آباد کے نواب کو بجنور سے نکال دیا تھا اور اس کو اپنی رہائش گاہ  
 بنجیب آباد میں محصور کر دیا تھا، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ہر حملہ آور کے خلاف بغیر فوجی دستوں  
 کی امداد کے بھی، برٹش حکام کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ یقینی طور پر ضروری ہے کہ کچھ  
 فوجی ایداد افسران ضلع کے ہمراہ واپس ہو، حالانکہ اگر میں مجسٹریٹ ہوتا اور وہاں کے لوگوں سے  
 واقف ہوتا تو بغیر فوجی دستوں کے چلا جاتا۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے  
 میں چیف کمشنر صاحب کے احکامات حاصل کر لیں۔ اب جبکہ کیپٹن اسٹیفورڈ کے دستہ کو میرٹھ  
 جانے کے لئے حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ میں جناب چیف کمشنر صاحب اور جنرل گوان صاحب  
 سے یہ گزارش کروں گا کہ مسٹر ولیمس کی سفارس پر عمل کیا جائے۔ نصیری پلٹن کے ۱۴ جوان  
 اور بہت سے زنگر وٹ فوجی دستوں سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

۳۔ میرے خیال میں اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اس کمشنری دروہیل کھنڈ کی ہمت  
 افزائی کی جائے اور افسران ضلع کے (ذریعہ) اپنی پوری قوت کے ساتھ ہندوؤں کی مدد کی جائے۔

نارین ڈیا پارٹمنٹ انڈیکس ۵۹-۱۰۵۰-۱۔ بی دایوم I ایس نمبر ۱ صفحہ ۲۹۷  
 بجنور۔ ایس۔ سی نمبر ۸-۲ مارچ ۱۹۵۸ء۔ (این۔ اے۔ آئی، نئی دہلی)



## ضمیمہ نمبر ۶

(ترجمہ) آفتاب اس از یادداشت J. Lawrence. مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۵۷ء

”دہلی پر قبضہ ہمارا اولین مقصد ہونا چاہئے اور جب تک ہم اس پر قابض نہیں ہوتے میرے رائے میں کسی اور اہم بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے۔ اور گنگا پار تو یقیناً نہیں اترنا چاہئے ایسا کرنا محض پاگل پن ہوگا۔ اب اس وقت جب ہم موجودہ ذرائع سے محروم ہیں، اتنی جلدی مالاگرٹھ پر حملہ کرنا مصلحت کے خلاف اور جلد بازی ہوگی اور یقیناً یہ بات اس سے زیادہ روہیل کھنڈ پر حملہ کرنے کے سلسلے میں صادق آتی ہے۔ اگر مسلمان اور ہندو لڑتے ہیں تو یہ جتنا بھی لڑیں ہمارے لئے بہتر ہی ہے۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کو ذبح کرنے دیجئے اور دہلی پر قبضہ کے بعد ہمارے لئے پورے روہیل کھنڈ پر دوبارہ فتح پانا مشکل نہ ہوگا۔ اپنے موجودہ وسائل کے ساتھ صوبہ متحدہ میں داخل ہونا پاگل پن کی بات ہے۔ یہ کیسے ہوگا کہ مسٹر ولیمس کی رائے اتنی جلدی تبدیل ہوگئی۔ ایک دن تو وہ اس کی بہت زوروں پر مخالفت کرتے ہیں اور پھر روہیل کھنڈ کی طرف فوجی نقل حرکت کی پوری قوت کے ساتھ حمایت کرتے ہیں۔“

---

فارن ڈیپارٹمنٹ۔ انڈیکس ۵۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۔ بی والیوم ۲ ایس  
 نمبر ۱۴ صفحہ ۲۹۷ ”بجنور“۔ ایس بی نمبر ۸۔ ۲ مارچ ۱۹۵۸ء  
 (نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نئی دہلی)

# ضمیمہ

(ترجمہ) اقباس G. O. نمبر ۱۸۵۴، خط از R. Alexander. کشر  
روہیل کھنڈر بنام F. William. کشر میرٹھ ڈویژن. ڈی/مینی تال  
۲۲ دسمبر ۱۸۵۴ء

”۳۔ ضلع بجنور اس وقت بد نظمی اور انتشار کی حالت میں ہے۔ جس کو اگر نواب  
کی کھلم کھلا بغاوت پر نہیں تو اس کے کردار کے دور و خے پن سے ضرور منسوب  
کیا جا سکتا ہے۔ اس شخص کے ظلم و استبداد کی بنا پر ہندوؤں نے اس کی  
مخالفت کی اور شرور میں اس کو ان کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ بعد میں ان میں  
تفرقہ ہو جانے سے (نواب نے) ان پر حملہ کر دیا اور بہادر میں فتح حاصل کر لی۔  
اور اپنے لیے رحمتہ انداز کو جاری رکھا جہاں تک مسلمانوں کو اپنے تابع کرنے  
کا تعلق ہے (اس سلسلے میں) ہندوؤں کی اکثریت اور غم و غصہ، نیز مسلمانوں کے  
معمولی رسائل کے پیش نظر ایک مختصر مگر متقل فوج ہی امن قائم کرنے کے لئے  
کافی ہو گی۔“

---

فارین ڈیپارٹمنٹ انڈیا کیس ۵۹۔ ۱۸۵۰ء، ۱۷ دہائی والیوم I ایس  
نمبر ۱۳ صفحہ ۲۸۷ ”بجنور“۔ نمبر ایس سی نمبر ۸۔ ۲۔ مارچ ۱۹۵۶ء  
(این۔ اے، آئی۔ نیو دہلی)



ضمیمہ

Translation in English of Summary of events as submitted by Durga Prasad, Record keeper of Bijnour Collectorate, dated Jan. 2, 1858.

---

I am submitting here with a summary of the events which took place in the district of Bijnour at the hands of Nawab Mahmud Khan after your leaving this place. For a couple of days or so he acted in conformity with the English methods. His own men namely Ahmad Ullah Khan, Azmat Ullah Khan, Karimullah Khan, Shafi Ullah Khan came to Bijnour. Azmat Ullah Khan was made 'Pesh Dast' and Ahmad Ullah Khan became the joint (Administrator). Shafi Ullah Khan was appointed Tahsildar of Najibabad, Ibad Ullah Khan of Nagina, Karim Ullah Khan of Dhampur; and Habib Ullah Khan was appointed 'Bakhshi' of the army. Similarly everyone was given a high post—Command or Superintendence. The recruitment of the army began and the government mail service was stopped. Every member of his family bruted about rumours of the rebel victory on the hillock near Delhi and the English defeat at the Meerut Battery. A thatched barrack in front of the collectors court was made for the army and the soldiers billeted also in the Court Rooms and in front of the office. They made 'Chulhas' (Ovens) and cooked food there. All the chattels and furniture of your 'Kothi' and of

the bungalows of the Joint Magistrate, of Mr. Lumber, Mr. Johnson and of the Doctor were taken away on carts to Najibabad, and Ahmad Ullah Khan twice transported the Govt. Treasure to Najibabad.....

---

1. Bijour Collectorate Mutiny Basta No. 7/1, file No. 46/59 (old)

نوٹ : انگریزی ٹرانس لین مآخوذاذا سٹریگل فار فریڈم ان اتر پردیش  
جلد ۳۳۸ - ۳۴۰ ڈاکٹر اے۔ اے۔ رنوی۔



**Translation of a petition from Behari Lal, Nazir of the Collector's Office, Zillah Bijnour (Zila Bijnor), dated 30th November. (1857.)**

On the 24th November. I addressed you a petition, describing the state of things in the district of Bijnour yesterday, Choudhree Ram Sahai who is a native of Bijnour proper, arrived here. It appears that the total strength of the rebel troops consists of between six and seven thousand men, of which five thousand are at Nujjeehabad (Najibabad) and about one hundred or one hundred and twenty-five men are stationed at the ferry of Daranuggur Roolee. A portion consisting of about 1,000 men are with the rebel Maree (Mareh Khan) and another with Ahmed Oolah Khan. Nawab Mahomed Mahmood Khan is at Nujjeebabad; Maree Khan in the direction of Chandpoor and Ahmed Oollah Khan towards the ferry of Chandee etc. There are only about eight or nine guns with them. They have divided the duty of collecting the revenue in this way that for the tulseels of Dhampur, Nigeena (Nagina) and Chandpoor, the revenues are appropriated by Maree Khan, and the son of Nawab Mahomed Mahmood, and Ahmed Oolah Khan is in possession of 'the tulseel' of Bijnour and Nujjeebabad. But in as much as in consequence of misrule and the tyranny of the insurgents the people and land-holders have been broken down; nothing has been realized from the generality of the villages. But the revenue has been forcibly collected from those villages of which the proprietary rights belonged to the 'Sahookars' and the gentry. Many of the Rases have come over from there. Choudhree Partap Singh of Tajpore has gone over to Meerut.

In like manner, other men of lesser note, have also come over ; At Bijnour and Nujeebabad no 'Sahookar' has remained, in consequence of the oppression of the Nawab. All have quitted those places. Many of the Mohomedans of the higher class have also sent away their families to different places. And now that the rebels expect that their heads will be soon trampled upon by the hoofs of the horses of the brave soldiers of the Government, their livers have dissolved into water and the generality of them seek safety in flight. But wherever they may go, they will meet with the punishment fit for their acts. By the grace of the Almighty they must be annihilated. Maree Khan is a convict of the Government ; and a notorious bad character. His misdeeds have procured for him the fame (infamy) of the arch fiend. This scoundrel also escaped at the time of the escape of the other convicts. By cast (See—caste) he is a weaver. Ahmed Oalah Khan is the Nawab's sister's son, and during the time that Mr. Charles Gubbin was collector of Bijnour, that officer appointed him 'Tuhseeldar' of Nujeebabad, at the recommendation of the Nawab.

The troops of the Government are encamped at Meeranpoor (Miranpur), and Roorkee and at Mooana (Mawana) opposite the ferry of Raolee and Chandee Ghat. It is hoped that the district, across the Ganges will be soon settled. The numerical strength of the rebels has been much diminished. They will certainly take to flight on the approach of Government troops. But wherever they will go, they will meet with the punishment they merit for their crimes and misdeeds. Whatever may come to my knowledge hereafter, will be duly communicated.

---

\*Foreign Secret Consultations, 29th Jan. 1858, Nos. 31—32  
National Archives, New Delhi.

५ ४४



# اشاریہ :-

## شخصیات

امراؤ سنگھ :- ۱۵۸ ۱۵۵ ۱۵۲	احمد اللہ خاں :- ( )
۱۵۹ ۱۴۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴	۹۳ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۱۸ ۱۲۱
۱۸۲ ۱۸۹ ۱۹۰ ۲۴۰ ۲۴۴	۱۳۱ ۱۴۰ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱
۲۴۰ ۲۸۴	۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۸ ۱۵۹
الکذندرشیکسپر :- ۱۰۱ ۹۶ ۹۲	۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۸
۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۷	۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳
۱۸۱ ۱۹۰ ۲۱۴ ۲۳۰ ۲۸۳ ۳۰۱	۱۸۵ ۲۰۱ ۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۲
۳۰۷ ۳۰۷	۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۶ ۲۲۸ ۲۲۹
آسٹن کپتان ۲۹۴ ایداز حسین ۹۳	۲۳۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۶
اندر سین ۳۰۵ امید سنگھ ۲۶۹	۲۴۷ ۲۴۸ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵
اسماعیل میجر ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۵	۲۵۷ ۲۵۸ ۲۶۵ ۲۷۰ ۲۸۲
۲۹۶ ۳۰۰ ۳۰۸	۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹
اڈوڈ فیلپس ۲۶۶ ۲۷۷	۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵
اکبر اعظم ۱۶۷	۲۹۷ ۳۰۱ ۳۰۲
امام بخش ۹۴ احسان علی ۹۶	امام بخش عرف مارے خاں :-
امیر خاں بٹاری ۲۹۹ آسٹن ۱۴۶	۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۶۱
احمد بخش خاں ۲۴۴ اصغر علی ۱۷۷	۲۲۸ ۲۲۸ ۲۲۳ ۲۲۶ ۲۴۳
اشرف علی ۲۱۶ ۲۳۴ ۲۴۲ ۲۵۸ ۳۰۲	۲۴۴ ۲۴۵ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲
امیر علی ۲۳۴ امتیاز علی ۲۳۰	۲۸۴ ۲۸۶ ۲۸۹ ۲۹۳ ۳۰۱
	۳۰۲ ۳۰۳

(پ)

پرتاپ سنگھ:- ۹۸ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۲۷ ۱۲۹

۱۳۳ ۱۴۳ ۱۵۲ ۱۵۵ ۱۶۲

۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۲ ۱۸۶ ۱۸۷

۱۹۲ ۱۹۶ ۲۰۱ ۲۱۸ ۲۲۶

۲۳۲ ۲۴۰ ۲۴۳ ۲۴۶ ۲۴۷

۲۴۸ ۲۶۲ ۲۶۴ ۲۶۹ ۲۷۰

۲۷۲ ۲۸۴ ۳۰۶

پنڈت رازدھاکشن:- ۹۶ ۱۲۱ ۱۲۸ ۱۳۳

۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۲۰۱ ۲۰۹ ۲۱۴

پاٹرو (جارج) ۹۲ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۳۰

۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۸ ۱۹۰

۱۹۵ ۱۹۷ ۱۹۹ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۷

۲۱۴ ۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵

۲۳۰ ۲۵۰ ۲۸۳ ۳۰۱ ۳۰۸

پرکھولال ۹۵ ۲۳۳ ۲۴۸

(ت)

تراب علی:- ۹۳ ۹۸ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۲۰

۱۲۳ ۱۲۵ ۱۲۸ ۱۳۲ ۱۳۵ ۱۳۶

۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۶ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۳

امام الدین ۲۳۵ امام سی عظیم ۲۳۵

افضل خاں ۲۸۶ اکبر بادشاہ ۱۳۹

(ب)

بانکے رائے:- ۹۲ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۵۶ ۲۲۹

بدھ سنگھ:- ۹۵ ۱۶۲ ۱۶۵ ۱۸۷ ۱۹۳

۱۹۶ ۲۱۸ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۴۱ ۲۴۲

۲۴۳ ۲۵۶ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۸۳

بسنت سنگھ:- ۱۴۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳

۱۴۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱

بنسی دھر ۹۵

بھولانا تھ ۹۵ بنسی دھر ۹۵

بھاری لال ناظر ۹۴ برٹن مٹر ۱۳۶

بارگن مٹر ۲۷۷ برن کپتان ۲۹۲

بٹ کپتان ۳۰۳ بساؤن پٹان ۱۳۹۹

بھاگیرت ۱۰۸ برہان الدین ۲۶۵

بھوپ سنگھ ۱۱۶ ۲۳۷ بشن لال ۹۴

بھاری لال گماشتہ ۹۴ ۱۴۷ بخشی رام ۹۴

بخشی سنگھ ۲۲۹

بھادر علی جمعدار ۱۲۰ ۱۳۲ ۱۳۷



( چ )	۱۸۸ ۱۸۷ ۱۸۶ ۱۸۳ ۱۷۹ ۱۷۳
چارلس وینگفلڈ :- ۱۵۲ چیت سنگھ :- ۱۳۸	۲۸۴ ۲۴۲ ۲۳۷ ۲۲۰ ۲۱۷ ۲۱۶
چرچل (میجر) ۲۹۲ چند بھان ۱۱۷	۳۱۵ ۳۰۶ ۲۸۵
چھیدا لال :- ۹۵	تارا چند رسین :- ۹۲
( ح )	( ٹ )
حبیب اللہ خاں :- ۱۳۰ ۱۳۱ ۲۲۸ ۳۰۲	ٹکوجی :- ۲۹۸
حفیظ اللہ خاں :- ۲۸۹	( ث )
حسن رضا خاں :- ۹۵ ۱۵۵ ۱۶۲ ۱۶۹ ۲۷۹	ثابت علی :- ۱۶۲ ۱۷۱
( خ )	( ج )
خوشحال :- ۲۸۴	جودھ سنگھ :- ۱۲۶ ۱۲۷ ۵۵ ۱۶۰
خوب چند وکیل ۲۵۳ ۲۵۴	۱۸۵ ۱۷۷ ۱۷۹ ۱۷۵ ۱۷۳ ۱۷۲
خان بہادر خاں ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۵۰	۲۸۴ ۲۴۶ ۲۳۸ ۲۳۱ ۲۰۱
( د )	جلال الدین خاں :- ۱۳۹ ۲۵۵ ۲۵۶
ذیل سنگھ :- ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰	۳۰۰ ۲۸۸ ۲۶۰
دلدار :- ۲۳۳ درگا پرشاد :- ۹۴	جیون علی :- ۲۲۳ جیراج سنگھ :- ۲۱۷
دھند وپت :- ۲۰۸	حمیت سنگھ :- ۱۲۶ ۲۵۳ ۲۵۴
دونندے خاں :- ۱۳۷ ۱۳۸	جھنگور اورندھیا :- ۲۹۸ جانسن مسٹر :- ۹۲
دیپی داس بزاز :- ۹۸	جونس (جنرل) ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۶
( ڈ )	۳۰۸ ۳۰۷ ۳۰۰ ۲۹۷
ڈریمینڈ (کپتان) ۲۷۷ ۲۷۸	جہانگیر (بادشاہ) ۱۶۸
۲۹۳ ۲۹۲	جان محمد :- ۳۰۴

(س)

۱۹۸ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۹  
۲۱۹ ۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۰  
۲۲۸ ۲۵۰ ۲۵۲ ۲۸۳ ۳۱۵  
سعد اللہ خاں:- ۹۳ ۱۲۸ ۱۴۳ ۱۴۴  
سدا سکھ ۹۴ سید مہمل ۹۴ ۲۳۴  
سعید خاں ۱۲۸ سلطان خاں (نواب) ۲۸۷  
سید شجاع علی ۲۳۰ سردار سنگھ ۹۵  
سیج (کپتان) ۳۰۸ سیتا رام ۲۶۹  
سید احمد شاد ۲۵۷ سید محمد ۱۶۷

(ش)

شفیع اللہ خاں:- ۱۱۸ ۱۲۱ ۱۳۹ ۱۵۵  
۱۸۵ ۲۰۱ ۲۱۹ ۲۳۸ ۲۴۲ ۲۴۳  
۲۵۷ ۲۶۱ ۲۶۷ ۲۷۰ ۲۸۶  
۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۵ ۳۰۲  
شجاعت خاں ۱۶۷ ۱۶۸  
شاہ رخ (مرزا) ۱۵۷ شمش الدین ۲۴۴  
شیہ راج سنگھ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۹۰  
شیہ پرشاد ۱۷۸ ۱۸۰  
شجاع الدولہ ۱۳۸ ۲۹۹

زندہیر سنگھ:- ۱۱۵ ۱۳۳ ۱۳۷ ۱۶۲

۱۸۷ ۱۸۷ ۱۹۳ ۱۹۶ ۲۰۱ ۲۳۹

۲۴۰ ۲۵۶ ۲۶۳ ۲۷۱ ۲۹۶ ۳۰۱

رام دیال:- ۱۸۷ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۳۲

۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷

۲۳۸ ۲۵۱ ۲۷۱

رحمت خاں (حافظ) ۹۳ ۱۴۰

رستم علی:- ۱۶۷ ۱۶۷ ۱۶۸

رانی لکھنؤ:- ۱۰۴

رابرٹ الکنڈر:- ۱۲۰

ریڈ (مٹر) ۲۷۵ رتن سنگھ:- ۹۵

راحت نقی:- ۹۶ رحیم اللہ:- ۹۶

رام سرورپا:- ۹۶ ۱۱۰ ۱۲۰ ۱۴۲

۱۴۷ ۱۴۷ ۱۷۸

روپ چند:- ۱۵۰ ضاحن ۲۷۵، ۲۷۳

راؤ گلاب سنگھ:- ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۹

(س)

سید احمد خاں (صدر امین) ۹۳ ۱۰۹

۱۱۰ ۱۳۰ ۱۴۰ ۱۴۸ ۱۸۳ ۱۸۶

۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۵

۳۴۸



( غ )

غضنفر علی خاں :- ۱۷۲ ۲۶۳ ۲۶۴

۲۶۵ ۲۸۲ ۲۸۶ ۲۸۷

غلام قادر :- ۱۳۸ ۱۳۹

غلام قادر (جلی) :- ۱۳۹

( ف )

فتح چند :- ۱۷۰ فیضو :- ۲۳۳

فیروز شاہ :- ۳۰۷

( ق )

قاضی عنایت علی :- ۳۰۲ ۲۷۳ ۲۷۵

قادر علی :- ۹۳ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۲۳ ۱۲۴

۲۰۲ ۲۵۱ ۲۸۳ ۳۰۶

قاسم علی :- ۹۲ ۲۸۲ قطب الدین ۱۳۴

( ک )

کلن خاں عرف احمد یار خاں :- ۱۳۰ ۱۳۱

۱۳۴ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۲۵۷ ۲۸۷

۳۰۲ ۲۸۸

کپتان ریڈ ۱۳۶ کان (ڈاکٹر) ۱۳۶

کلو خاں (نواب) ۲۸۶

کاری :- ۹۳ ۹۸ ۱۳۰

کیوٹ ۹۲ کالی چرن (بابو) ۹۲

شاہجہاں (بادشاہ) ۱۷۷ ۱۷۸

شہباز شاہ ۹۵ شاہ عالم ۲۹۸

شہامت علی ۹۳ شہباز ۹۳

( ص )

صادق علی (میر) ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸

۱۸۷ ۱۸۸ ۲۴۹

صادق علی خاں ۹۳

( ض )

ضابطہ خاں ۱۳۸ ۲۹۸

( غ )

غمدو خاں :- ۱۵۰ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۸

علیم اللہ (مولوی) :- ۱۳۸ ۱۳۹

عبداللہ خاں :- ۹۵ ۲۸۸

عباد اللہ خاں :- ۱۳۴ ۲۱۶ ۲۷۸

عبدالرحمن :- ۲۵۷ ۲۷۸

عظمت اللہ خاں :- ۱۳۰ ۱۳۸ ۱۵۵

۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۹ ۲۶۷ ۲۸۸

عزیز اللہ ۲۸۹ علی بہادر ۲۷۵

عمر خاں ۲۷۵ عبدالاحد (نواب) ۱۳۸

عنایت رسول :- ۳۰۴

( ہا )

محمود خاں (نواب) ۹۳ ۱۰۵ ۱۰۶

۱۱۲ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۸ ۱۲۲ ۱۲۶ ۱۲۷

۱۲۸ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۵ ۱۳۶

۱۳۷ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۵

۱۴۸ ۱۵۰ ۱۵۲ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۹

۱۶۰ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۷

۱۹۰ ۱۸۵ ۱۹۰ ۱۹۶ ۱۹۸ ۱۹۹

۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۲۰ ۲۲۳

۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۴۲

۲۵۷ ۲۵۸ ۲۶۴ ۲۶۷ ۲۸۵ ۲۸۹

۲۹۰ ۲۹۶ ۳۰۰ ۳۰۲ ۳۰۶

محمد رحمت خاں :- ۹۳ ۱۰۱ ۱۰۹ ۱۲۸

۱۸۴ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۵

۱۹۸ ۲۰۳ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۹ ۲۱۹

۲۲۱ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۹

۲۲۶ ۲۳۰ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۵۰ ۲۸۲ ۲۸۵

مرنی :- ۹۲ ملکہ وکٹوریہ ۱۹۵

مشریج :- ۲۹۲ ملول ۲۷۷

مولابخش ۲۷۴ محمد حسین ۲۷۴

مدح خاں ۱۰۲ مصطفیٰ خاں ۱۸۸ ۲۸۸

کالکا پرشاد ۹۳ ۲۸۲ کاشنگ ۳۰۶

کرانی (تاریقی والا) ۲۹۶ ۳۰۲

کوک :- ۲۹۲ ۲۹۷

کیورٹن (پکتان) ۲۹۲ ۳۰۳ ۳۰۴

کنھیالال ۱۸۷ کول ۲۷۵

کنور سین ۲۳۷ کریم اللہ خاں ۹۳ ۲۸۹

کیسری سنگھ :- ۲۸۲

کوہبرگ ۱۳۶ ۱۳۹ کریم بخش ۲۳۰

کنج لال ۲۰۰ کفایت اللہ ۲۷۵

( گ )

گھاسا سنگھ ۱۵۹ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴

۱۶۹ ۱۷۰ گلاب سنگھ ۹۵ ۱۱۹

گنگا پرشاد ۹۵ گورسہائے نانا ۲۷۱

گورسہائے ۲۶۷ گوند سنگھ ۳۳۳ ۲۲۷

گلزار لال ۹۲ گف (پکتان) ۱۲۲

گلاب سنگھ زمیندار ۲۸۱ ۲۸۲

( ل )

لطافت علی ۹۵ ۱۲۳ ۲۱۷

لطف علی ۹۵ لارڈ ایک ۲۲۲

لیکمرج سنگھ ۲۲۰ لیٹر ۹۲ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸

لجھمن سنگھ ۱۵۹



۱۸۶ ۱۸۵ ۱۷۷ ۱۷۶ ۱۷۳ ۱۷۲	میر مراد علی :- ۹۳ منوالال ۹۳
۲۸۲ ۲۴۶ ۲۳۹ ۲۳۱ ۲۰۱ ۱۹۲	مقتدر اس :- ۹۴ ۱۵۸ ۱۵۶ ۱۴۰ ۱۴۱
۲۳۰ ۱۱۹ نجف علی ۱۷۴ ۹۲ (ڈاکٹر) ۱۷۴	منگل سین :- ۹۴ معین الدین خاں ۱۳۹ ۱۳۶
۱۷۰ نواب رامپور :- ۱۹۰ ۱۹۱ نبی بخش	مہاراجہ ٹیل :- ۱۳۸ مصاحب علی ۱۳۲
۱۷۹ ۱۷۲ ۱۵۵ ۱۴۷ ۱۴۱ ۱۴۰	محمد علی :- ۹۴ ۱۲۳ ۲۳۰ ۲۳۳
۲۳۱ ۲۳۷ نجف علی شیخ ۱۷۱ ۱۷۰	۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۷ ۲۳۲ ۲۸۵ ۳۰۶
نجف علی خاں ۲۹۸	مہاراجہ سنگھ :- ۱۷۲ ۱۷۶ ۲۵۶ ۲۶۱ ۲۸۳
نتھہ خاں ۱۱۸ ۱۸۷ ۲۲۷ ۲۳۳	مینڈھو خاں ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۳۲
۳۰۲ ۲۴۱	۲۴۱ ۲۳۳
نجیب خاں :- ۱۳۸ ۲۸۷ ۲۹۸ نبی بخش ۲۳۰	معظم علی خاں ۲۸۷ منشی امر سنگھ ۹۴
( ۵ )	محمد حسین خاں ۹۵ منیر الدین ۹۵ ۱۰۶ ۱۰۷
ولی محمد ۱۲۸ ولیم (مشر) ۱۸۸	نوبین لال ۹۶ میران سنگھ ۲۱۷
ولسن (جان کری کرافٹ) ۱۸۲ ۱۸۵ ۱۸۷	مفتی اسحاق ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۲۷
۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۲۱۴ ۲۲۲	مکھن لال ۱۷۰ مینر خاں ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹
۲۳۲ ۲۲۹	مرزا الطاف ۲۷۲ مرزا مبارک شاہ ۲۷۲
( ۶ )	محمد بہادر شاہ ظفر (بادشاہ دہلی) ۱۵۶
ہوس (جنرل) ۲۹۶ ۳۰۵ ۳۰۸ ہر سہا ۹۵	محمد سلطان خاں ۲۸۶ مہو خاں ۲۸۶
ہری سنگھ ۲۴۳ ۲۴۷ ہریال سنگھ ۳۰۲	موتی سنگھ ۲۳۷ مہاراجہ ۲۹۸
ہمت سنگھ ۲۰۲ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۲۰ ۲۲۳	مرتضیٰ خاں ۲۸۶ مظہر اللہ ۹۴
۲۸۲	( ۷ )
ہر سکھ رائے :- ۱۱۴	نین سنگھ :- ۱۰۱ ۱۱۴ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۵۵ ۱۷۰

## مقامات

( )

PPA PPL PPH PPD PPP

231 234 238 240 241

۲۴۵ ۲۵۳ ۲۵۰ ۲۲۶ ۲۲۲

۳۰۲ ۳۰۸ ۳۱۵

بلند شہر:- ۳۱۵ برم لپیر:- ۱۱۰ ۱۱۱

بخارہ :- ۱۷۳ بکیراج پور :- ۲۴۳

بریلی :- ۱۲۰ ۱۲۴ ۱۲۷ ۱۳۳ ۱۳۹ ۱۴۸ ۱۵۱ ۱۵۵

بلدیہ کی کھوڑ:- ۲۵۳ بدایوں ۱۲۵

۲۵۰: چھراؤں ۱۳۸

جی کوٹلہ :- ۱۳۲ ۱۳۴ ۱۳۶ ۱۳۸ ۱۴۰

۲۱۹۔ لشیوی سر ۲۳۳ ۲۴۱

خروج پور:- ۱۲۴۔ بوزہ کری ۱۲۱

۲۹۴ ۲۹۵ ۱۲۱ - باکووالہ:-

بسم الله الرحمن الرحيم :- ۱۴۶

(پ)

لیکھیت ۱۲۵ پورنی ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۲۵

۲۲ ۲۳۳ ۲۴۴ پٹریا پور ۲۴۶

٢٢٩ ٢٢٨ ٢٢٧ ٢٢٦ ٢٢٥ ٢٢٤ ٢٢٣ ٢٢٢ ٢٢١ ٢٢٠ ٢١٩ ٢١٨ ٢١٧ ٢١٦ ٢١٥ ٢١٤ ٢١٣ ٢١٢ ٢١١ ٢١٠ ٢٠٩ ٢٠٨ ٢٠٧ ٢٠٦ ٢٠٥ ٢٠٤ ٢٠٣ ٢٠٢ ٢٠١ ٢٠٠ ١٩٩ ١٩٨ ١٩٧ ١٩٦ ١٩٥ ١٩٤ ١٩٣ ١٩٢ ١٩١ ١٩٠ ١٨٩ ١٨٨ ١٨٧ ١٨٦ ١٨٥ ١٨٤ ١٨٣ ١٨٢ ١٨١ ١٨٠ ١٧٩ ١٧٨ ١٧٧ ١٧٦ ١٧٥ ١٧٤ ١٧٣ ١٧٢ ١٧١ ١٧٠ ١٦٩ ١٦٨ ١٦٧ ١٦٦ ١٦٥ ١٦٤ ١٦٣ ١٦٢ ١٦١ ١٦٠ ١٥٩ ١٥٨ ١٥٧ ١٥٦ ١٥٥ ١٥٤ ١٥٣ ١٥٢ ١٥١ ١٥٠ ١٤٩ ١٤٨ ١٤٧ ١٤٦ ١٤٥ ١٤٤ ١٤٣ ١٤٢ ١٤١ ١٤٠ ١٣٩ ١٣٨ ١٣٧ ١٣٦ ١٣٥ ١٣٤ ١٣٣ ١٣٢ ١٣١ ١٣٠ ١٢٩ ١٢٨ ١٢٧ ١٢٦ ١٢٥ ١٢٤ ١٢٣ ١٢٢ ١٢١ ١٢٠ ١١٩ ١١٨ ١١٧ ١١٦ ١١٥ ١١٤ ١١٣ ١١٢ ١١١ ١١٠ ١٠٩ ١٠٨ ١٠٧ ١٠٦ ١٠٥ ١٠٤ ١٠٣ ١٠٢ ١٠١ ١٠٠ ٩٩ ٩٨ ٩٧ ٩٦ ٩٥ ٩٤ ٩٣ ٩٢ ٩١ ٩٠ ٨٩ ٨٨ ٨٧ ٨٦ ٨٥ ٨٤ ٨٣ ٨٢ ٨١ ٨٠ ٧٩ ٧٨ ٧٧ ٧٦ ٧٥ ٧٤ ٧٣ ٧٢ ٧١ ٧٠ ٦٩ ٦٨ ٦٧ ٦٦ ٦٥ ٦٤ ٦٣ ٦٢ ٦١ ٦٠ ٥٩ ٥٨ ٥٧ ٥٦ ٥٥ ٥٤ ٥٣ ٥٢ ٥١ ٥٠ ٤٩ ٤٨ ٤٧ ٤٦ ٤٥ ٤٤ ٤٣ ٤٢ ٤١ ٤٠ ٣٩ ٣٨ ٣٧ ٣٦ ٣٥ ٣٤ ٣٣ ٣٢ ٣١ ٣٠ ٢٩ ٢٨ ٢٧ ٢٦ ٢٥ ٢٤ ٢٣ ٢٢ ٢١ ٢٠ ١٩ ١٨ ١٧ ١٦ ١٥ ١٤ ١٣ ١٢ ١١ ١٠ ٩ ٨ ٧ ٦ ٥ ٤ ٣ ٢ ١ ٠

۲۴۹۔ پرتاپ پور ۱۱۷

ابوالخیر پور بن کر:- ۹۹ الباس:- ۱۰۲

امروز ہے :- ۱۷۳ | فضل گڑھ :- ۲۲۲ ۳۰۲

اکبر آباد :- ۱۱۷      الہمپٹری :- ۱۱۷

امین پور :- ۱۲۴ آسوکھٹہ :- ۱۲۳

اگر: ۳۱۵ آنہ سوت: ۲۹۴۲۹۵

۲۹۹ آئینہ بیوت کی لڑائی :- ۲۹۳

(ب)

بکینور: ۹۱- ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۲ ۱۰۳

113 112 110 1-9 1-4 1-5

111 110 119 112 114 115

۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷

۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷

۱۴. ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۵. ۱۵۳

143 141 140 15A 159 155

124 125 126 127 128 129

182 183 184 185 186 187

191 19. 189 182 184 180

1918 1919 1920 1921 1922



( ت )

تاج پور :- ۱۱۶ ۱۲۷ ۱۳۳ ۱۵۸ ۱۵۵

۱۶۰ ۱۶۱ ۱۸۷ ۱۹۴ ۲۲۷ ۲۳۲ ۲۴۷

۲۵۳ ۲۵۵ ۲۶۴ ۲۷۲

تھانہ بھون :- ۲۷۷ ۲۷۳

( ط )

ٹھاکر دھارہ :- ۱۴۰

( ج )

جلال آباد :- ۲۳۶ ۲۳۸

جھالو :- ۱۷۲ ۲۲۶ جولائی :- ۱۹۷

جہان آباد :- ۱۶۶ ۱۶۸ جھڑی (موضع) ۲۴۳

( چ )

چھال واڈلیٹھ ۶۸ چھیلی (موضع) ۱۱۹

چاند پور :- ۱۱۵ ۱۱۹ ۱۲۲ ۱۴۲ ۱۶۶

۱۶۸ ۱۸۷ ۲۴۷ ۲۴۹ ۲۵۲

چانڈی :- ۲۹۸ چھتاور :- ۱۷۷

چچول :- ۲۵۰

( ح )

حاجی پور :- ۱۱۷ حسین پور رائے :- ۱۴۴

( خ )

خوجہ :- ۲۵۰

( د )

دارانگر :- ۱۲۲ ۱۲۶ ۱۳۷ ۲۰۰ ۲۹۳

۲۹۴ ۳۰۰ ۳۰۸

دھرم پور :- ۲۰۱ ۲۰۰ ۲۵۰

دہلی :- ۱۳۹ ۱۴۹ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۸ ۲۸۱

دھامپور :- ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۲۲ ۱۴۳ ۱۵۱

۱۵۳ ۱۵۴ ۱۶۲ ۱۶۶ ۱۶۸ ۲۴۴ ۲۷۲

۳۰۱ ۳۰۵

دھنور :- ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱

( س )

رام جی والا ۹۹ رتن گڑھ ۲۶۹

رڑکی :- ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۳۰ ۱۳۷ ۱۴۶ ۲۷۷

۲۸۳ ۲۸۹ ۲۹۱ ۲۹۲

ریڑی ۱۱۶ رامپور (موضع) ۱۱۷

رام پور (ریاست) :- ۱۷۱ ۱۸۰ ۲۲۲

راولی :- ۱۹۷ ۲۰۰

( س )

سہارنپور :- ۱۰۲ ۱۰۴ ۲۷۲

سواہی پوری :- ۱۷۷ ۲۲۰ ۲۲۲ ۲۲۵

۲۲۶ ۲۳۸ ساہن پور :- ۲۰۵

سیوہارہ :- ۱۹۶ ۳۰۲ ۳۰۶ سکندر پور ۱۱۷

کوٹ قادر:- ۳۰۹ ۱۷۹ ۱۷۷ ۱۷۷  
کن کھل:- ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸  
کنج پور:- ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰  
کارولی:- ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰  
کھیری:- ۱۷۹

( گ )

گڈھ مکٹیسر:- ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲

( ل )

لنڈھوہ:- ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵

( م )

میرٹھ:- ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹

۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸

۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰

۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲

مراد آباد:- ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵

۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵

۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴

۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰

محمد پور:- ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳

محکمہ کوٹھ:- ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳

محکمہ پکے باغ:- ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸

( نش )

شہباز پور کھدر:- ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱

شیخوپور:- ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲

شیرکوٹ:- ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳

۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱

۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵

۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶

۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷

شبنم والی گھاٹ:- ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵

شاہجہاں پور ۱۲۵ شام پور ( موضع ) ۲۹۴

شریف الملک پور:- ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸

شیخ کی سرانے ۱۳۳ شفیع آباد ۲۲۷

( غ )

غوث گڑھ:- ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱

( ف )

فیروز پور:- ۲۲۲ فضل پور:- ۱۲۲

( ق )

قاسمی کھیر:- ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸

( ک )

کالی گھاٹ ( راوی ) ۹۸ کانٹھ ۱۶۲ ۲۵۳ ۱۷۹

کرت پور:- ۱۱۷ ۲۱۹ ۲۲۰ ۳۰۸ ۲۵۶

۳۵۴



محلہ مردہگان ۱۷۷	مجلسہ تہذیبیہ ۲۲۹	نرائن سہائے ۲۶۱	نرائن پور ۲۲۷
مجلسہ (موضع) ۳۰۴	مجاہد پور ۲۷۵	تجینہ:- ۱۰۶ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۳ ۱۱۸	
میراں پور:- ۱۹۰ ۱۹۵ ۱۹۷ ۱۹۹		۱۳۶ ۱۴۰ ۱۴۳ ۱۵۰ ۱۵۳ ۱۶۴	
۲۰۰ ۲۱۷ ۳۰۸		۱۷۲ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۹۶ ۲۱۷ ۲۱۹	
منڈاؤر:- ۱۱۲ ۱۲۰ ۱۲۳ ۱۲۴ ۲۱۷		۲۲۲ ۲۲۳ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴	
۲۲۰ ۲۲۲ ۳۰۸		۲۳۵ ۲۳۶ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲	
منظر نگر:- ۱۵ ۱۳۰ ۱۹۰ ۱۹۷ ۲۰۰		۲۵۱ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۸۵ ۳۰۱	
منصوری:- ۱۱۲ ۲۲۸ ۲۲۸ ۱۹۶		۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۸	
موبین پور:- ۲۲۷ ۲۲۷ ۲۲۷ ۲۲۷		۲۲۷ ۲۲۷ ۲۲۷ ۲۲۷ ۲۲۷	
( ن )		۲۹۵ ۲۹۶	
نجیب آباد:- ۱۰۳ ۱۰۵ ۱۰۷ ۱۱۰		۱۹۴ ۲۳۰ ۲۴۲ ۲۴۲ ۲۴۲	
۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵		۲۴۹ ۳۰۷ ۳۰۷ ۳۰۷ ۳۰۷ ۳۰۷	
۱۲۷ ۱۲۸ ۱۳۲ ۱۳۴ ۱۳۸ ۱۳۹			
۱۴۶ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۳ ۱۵۵ ۱۶۲			
۱۷۸ ۱۸۰ ۱۸۲ ۱۸۴ ۱۸۷ ۱۸۸			
۱۹۴ ۲۰۱ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰			
۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۳۱ ۲۳۲			
۲۳۳ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۸ ۲۵۰			
۲۵۱ ۲۵۲ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۸۵			
۲۹۰ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۳۰۱			
۳۰۲ ۳۰۵ ۳۰۸			

## متفرقات

کونسل کا تقرر:- ۲۵۴ ۲۵۷	آئینہ سہوت کی لڑائی:- ۲۹۳
محرمی جھنڈا:- ۱۶۸ ۲۳۵ ۲۳۶	بجنور کی لڑائی:- ۱۸۳ ۱۷۳
۲۳۸ ۲۴۱ ۲۵۲	بادشاہ دہلی:- ۱۵۰ ۱۵۲ ۱۵۸ ۱۶۶
ملک کشمیر:- ۱۵۰	بان ندی:- ۲۲۳
مالن ندی:- ۲۹۶	بدری ولے باغ کی لڑائی:- ۲۳۳
نجیب آباد والی مصاحت:- ۱۰۷ ۱۰۷	پیلی ندی:- ۲۹۴
۱۱۰ ۱۱۲ ۱۳۹	پلٹن "۲۹":- ۱۰۲
نیل دھارا:- ۲۸۰ ۲۷۹	پتھر گرھ قلعہ:- ۱۳۸ ۲۹۶ ۲۹۷
نگینہ کی لڑائی:- ۳۰۳ ۳۰۵ ۳۰۸	۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰
ہینڈرن ندی:- ۱۹۱	پٹراولی کی لڑائی:- ۲۶۰
ہلدور کی پہلی لڑائی:- ۱۴۵ ۱۴۲	تلنگا:- ۱۰۲ ۱۰۷ ۱۱۰ ۱۱۳ ۱۱۴
ہلدور کی دوسری لڑائی:- ۲۵۳	۱۲۰ ۱۲۵ ۱۲۹ ۱۴۰ ۱۴۶
ہلدور کی تیسری لڑائی:- ۲۷۱	۱۷۸ ۱۹۱ ۲۸۱ ۲۹۵
	دو گنگ:- ۲۳۸
	سفر مینا:- ۱۰۳ ۱۰۷ ۱۰۹ ۱۱۳ ۱۱۳ ۱۱۳
	شیر کوٹ کی لڑائی:- ۱۵۹
	شیر کوٹ کی دوسری لڑائی:- ۱۷۱
	فرمان بادشاہی:- ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۴۶ ۱۸۵
	کٹرہ خاں قویا:- ۲۴۱ ۲۴۵



# کتابیات

- ۱- ۱۸۵۷ء :- غلام رسول مہر
- ۲- ۱۸۵۷ء کے مجاہد :- غلام رسول مہر (اشاعت دوزم)
- ۳- ۱۸۵۷ء :- ڈاکٹر سین (ہندی اڈیشن) .
- ۴- ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء :- مفتی انتظام اللہ شہبانی
- ۵- بہادر شاہ ظفر :- امیر احمد علوی
- ۶- پانی پت اور بزرگان پانی پت :- محمد میاں
- ۷- تاریخ ہند (عہد برطانیہ) جے سی مارتین مترجم عبدالسلام
- ۸- تاریخ ہند (عہد جدید) :- ڈاکٹر یوسف حسین خاں
- ۹- تاریخ ہند تاجلہ نہم :- ذکار اللہ
- ۱۰- تاریخ اودھ جلد پنجم :- نجم الغنی
- ۱۱- حیات جاوید :- مولانا حالی (انجمن ترقی اردو)
- ۱۲- حیات جاوید :- مولانا حالی (پنجاب اکیڈمی)
- ۱۳- حیات سرسید :- نور الرحمن
- ۱۴- داستانِ غدر :- ظہیر دہلوی
- ۱۵- سرکشی غفلتِ بجنور :- سید احمد خاں
- ۱۶- سرکشی غفلتِ بجنور :- سید احمد خاں مرتبہ ڈاکٹر امین الحق
- ۱۷- شعر اقبال :- سید عابد علی
- ۱۸- شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات :- خلیق احمد نظامی
- ۱۹- عروج سلطنت انگلشیہ :- ذکار اللہ

- ۲۰۔ علاء کا شاندار ماعنی جلد ۱۔ محمد میاں  
 ۲۱۔ مکتوبات سرسید :- شیخ محمد اسماعیل  
 ۲۲۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل :- طفیل احمد  
 ۲۳۔ مغل اور اردو :- نصیر حسین خیال  
 ۲۴۔ نوائے آزادی :- مرتبہ عبدالرزاق قریشی (ادبی پبلیکیشنز بمبئی)  
 ۲۵۔ ہندوستانی مسلمان :- سید ابوالحسن علی ندوی  
 ۲۶۔ ہندوستان کے عہد وسطی کا فوجی نظام :- صباح الدین عبدالرحمن

### اردو اخبارات و رسائل

- ۱۔ الجمعیتہ آزادی نمبر ۱۹۵۸ء (دہلی)  
 ۲۔ دہلی اردو اخبار جلد ۳ شماره ۱۹۵ (این۔ اے۔ آئی۔ نئی دہلی)  
 ۳۔ دہلی اردو اخبار جلد ۴ شماره ۲۱۶ ( " " " )  
 ۴۔ دہلی اردو اخبار جلد ۴ شماره ۲۳۰ ( " " " )  
 ۵۔ دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شماره ۱۵ ( " " " )  
 ۶۔ دہلی اردو اخبار جلد ۱۹ شماره ۳۲، ۳۳، ۳۴ ( " " " )  
 ۷۔ قرآن السعدین جلد ۳ شماره ۶ ( " " )

### مخطوطے

- ۱۔ روزنامہ نجمہ خدر :- لؤاب شجاع اللہ خاں ۱۸۶۹ء  
 (مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ)  
 ۲۔ نجیب التواریخ :- نصیر الدین (حبیب گنج)  
 ۳۔ سرگزشت نجیب الدولہ :- لؤاب عبدالسلام خاں۔ (قلمی)



# انگریزی کتب

## Books :

- (1) A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English : John T. Platts.
- (2) Civil Rebellion in the Indian Mutiny 1857—59 : S B. Chowdhari.
- (3) 1857 : Dr. Sen.
- (4) Gazetteer of Bijnor.
- (5) Gazetteer of Moradabad.
- (6) Gazetteer of Muzaffer Nagar.
- (7) Gazetteer of Meerut.
- (8) Gazetteer of Saharanpur.
- (9) Life of Lord Lawrence V. 2 : Baswarth Smith.
- (10) Struggle for Freedom in Uttar Pradesh :  
Dr. A. A. Rizvi.
- (11) Unhappy India : L. Lajpat Rai.
- (12) Sepoy Revolt Its Causes and Consequences (1858)  
: Henry Mead (N.A.I. New Delhi) - Rare Book

## Records :

ریکارڈز

- (1) Foreign Secrete Consultation No. 14. 30th  
april 1859. (N.A.I. New Delh
- (2) Letter from R. Alexander, Com. of Rohilkund,  
to F. Williams Com. of Meerut Division

D/Nani Tal 23 Sept. 1857—(Foreign Deptt. ; Index 1850, A—B. Vol. I S-No 14, Page 297 "Bijnore", No :—S. C. No. 2—8 March 1858—N. A. I. New Delhi.

(3) Letter No. 231

from G. C. Barues Com. & Supt. Cis Sutlej States, to A. Brandreth Office Secty. & Chief Com. for the Punjab D/Umbala 15th August 1857—(The Same)

(4) Memo, G. C. Barues, Com. & Supt. Cis Satlej States

(5) Memo, J. Lawrence dated 18th August, 1857 : (The Same)

(6) Letter

No. 106 from A. Shakespear Magistrate and Collector, to R. Alexander, Com. of Rohilkund dated Bijnor 2nd August/58. (Deptt.—XXIV File : "Narrative of Events attending the out-

break of Disturbances at Bijnor ; Bareilly Com.'s office, Mutiny Records—(State Archives of Uttar Pradesh, Allahabad —of Mutiny Narratives, N. W. P. Agra, Bijnor District)

(7) Letter No. 55, from A. Shakespear, Collector and Magistrate Bijnor, to W. Muir, Secty. to Govt. N. W. P. Allahabad, dated Bijnour 30th. April 1858.—(Deptt.—XXIV, file No. 2, Serial No. 1 : "Reoccupation of Bijnour and arrangements made by the Collector ;" Bareilly Com.'s Office—Mutiny Records. (State Archives of Uttar Pradesh, Allahabad).

(8) Saharanpur Pre-Mutiny Records, May 1857—Judicial Letters issued to the Com.—Book No. 233, Page 254—(State Archives of Uttar Pradesh, Allahabad). A. Shakespear. R. Alexander. A. Shakespear. W. Muir. G. C. Barues. A. Brandreth. R. Alexander. F. William. G. C. Barues. J. Lawrence.

(9) Bijnour Collectorate Mutiny Basta No. 7/1, File No. 46/58 (old

10) Foreign Secrete Consultations, 29th Jan., 1858 No 5—31—3:

(11) The Bengal Harkara India Gazettee 28-7-1859 (National Lib. Calcutta).

५५.